My Telegram Channel : New Madarsa

فیض الانوار

لحل اسئلة

نور الانوار

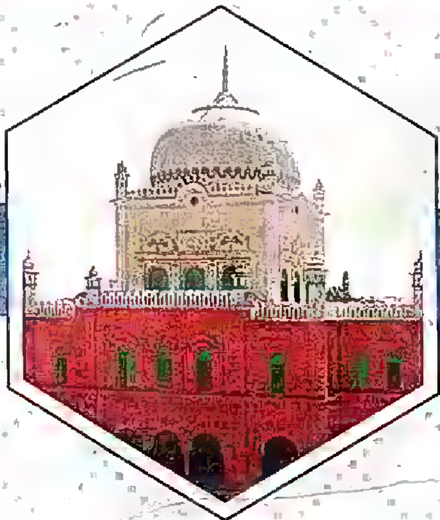

مؤلفہ
عبداللہ قاسمی مظفرنگری

باہتمام:
قاری فیض الحسن اعظمی

مکتبہ صوت القرآن دیوبند

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فیض الانوار

لحل اسئلة

نور الانوار

مؤلفه

عبداللہ قاسمی مظفرنگری

باہتمام

قاری فیض الحسن اعظمی

ناشر

مکتبہ صوت القرآن دیوبند

Maktaba Sautul Quran Deoband

9358911053, Ph. 01336-223460

website: www.deobandtoday.com/sautul-quran

E-mail: faizulhasanazmi@gmail.com

Website: NewMadarsa.blogspot.com

9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بسمہ سبحانہ وتعالیٰ

کلمات دعائیہ

حضرت مولانا عبدالخالق سنبھلی صاحب دامت برکاتہم
نائب مہتمم واستاذ دارالعلوم دیوبند

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ امابعد!

اصول الشاشی درس نظامی کی اہم اور ادق کتابوں میں سے ہے۔ فن کی درس کے اعتبار سے ابتدائی درجات کی کتابوں میں ہونے کی وجہ سے بعض دفعہ طلباء کے لئے مشکلات درپیش ہوتی ہیں۔

مختلف علماء نے اپنے اپنے انداز سے اس کے حل کے سلسلے میں شروحات وحواشی تحریر فرمائیں ہیں۔

اسی سلسلہ کی ایک کوشش جناب عزیزم عبداللہ سلمہ کی ہے کتاب کی مشکل اور امتحانی مقامات کو حل کرنے کی سعی کی ہے۔ عزیز موصوف نے اس سلسلہ میں کافی محنت کی ہے۔ اللہ ان کی محنت کو قبول اور بارآور فرمائے۔ آمین

عبدالخالق سنبھلی
خادم دارالعلوم دیوبند
۱۳/شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تقریظ

حضرت مولانا محمد آصف اقبال صاحب قاسمی زید مجدہٗ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم ۔ امابعد!

اصول فقہ میں علماء نے بہت سی کتابیں لکھیں ہیں ان میں سے نور الانوار بہت مشہور وجامع کتاب ہے اور اکثر مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے اور طلبہ عزیز کی پوری توجہ اس کتاب کی طرف مرکوز رہتی ہے ۔مگر چونکہ اکثر مدارس میں یہ کتاب اس وقت پڑھائی جاتی ہے جب کہ طلباء اصول فقہ کی اصطلاحات سے بالکل ناواقف ہوتے ہیں اسی لئے اکثر وبیشتر طلبہ اس کو کما حقہ سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔

مجھے بہت خوشی ہے عزیزم عبداللہ سلمہ نے اپنے زمانۂ طالب علمی ہی میں نور الانوار جیسی مقبول ومعروف کتاب پر نوٹس تیار کیئے، بندہ نے چیدہ چیدہ نظر ڈالی اندازہ ہوا کہ موصوف سلمہ نے سالہا سال کے امتحان سوالات کو جمع کر کے مستند کتابوں کی روشنی میں ان کا حل پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے اور یہ موصوف کی پہلی علمی کاوش ہے دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرما کر اس کے افادہ کو عام وتام فرمائیں۔آمین ثم آمین

دعا گو:-محمد آصف اقبال قاسمی

۱۵/شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

انتساب

مادر علمی دار العلوم دیوبند کے نام جس کی علمی چھاؤں میں رہ کر کچھ لکھنے پڑھنے کا شعور پیدا ہوا اور جس کے فیضانِ صحبت سے کچھ کرگزرنے کا حوصلہ ہوا۔

اور

اپنے مشفق والدین کے نام جن کی بے پناہ شفقتوں، بے پایا کوششوں اور مخلصانہ دعاؤں کی وجہ سے احقر اس لائق ہوا۔

اور

ان تمام اساتذۂ کرام کے نام جنہوں نے اپنے علمی دریا سے میری تشنگی علم کو بجھایا یہ درحقیقت انہی کی کاوشوں کا نتیجہ وثمرہ ہے۔

عبداللہ قاسمی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عرض مؤلف

حامدا و مصليا .

امابعد!

پیش نظر کتاب "فیض الانوار لحل اسئلۃ نور الانوار" احقر کی ایک حقیر سی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ درس نظامی کی شہرۂ آفاق کتاب "نور الانوار" جو مبتدی طلباء کے لئے انتہائی آسان اور اپنے اندر جامعیت لئے ہوئے ہے کچھ زمانے سے میرے ذہن میں یہ بات آرہی تھی کہ اس کتاب کا ایک ایسا حل لکھا جائے جس میں پوری کتاب کے سوالات کا احاطہ ہو جائے خداوند قدوس کی جانب سے یہ سعادت میرے حصہ میں آئی۔

اس کتاب میں دار العلوم کے اکثر سوالات کے حل اکٹھا کر دیئے گئے ہیں جن سے طلبۂ عزیز پورے طریقے سے مستفید ہو سکیں گے۔

اللہ رب العزت سے دعاء ہے کہ میری اس حقیر کاوش کو صدقۂ جاریہ کے طور پر شرف قبولیت سے نوازے اور پڑھنے والوں کے حق میں نفع بخش بنائے۔

آمین۔

عبداللہ قاسمی

شریک دورۂ حدیث شریف

دار العلوم دیوبند سہارنپور (یوپی) الہند

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فیض الانوار لحل اسئلۃ نور الانوار

تعریف اصول فقہ: اس کی تعریف دو طریقوں سے کی جاتی ہے۔

(۱) حد اضافی: — یعنی مضاف اور مضاف الیہ کی الگ الگ تعریف کرنا ۔اس جگہ اصول مضاف اور فقہ مضاف الیہ ہے۔اصول اصل کی جمع ہے اور لغت میں اصل بنیاد اور جڑ کو کہتے ہیں۔

اور اصطلاح فقہ میں دلائل کا نام ہے جو کتاب، سنت، اجماع اور قیاس ہیں ۔اور فقہ لغت میں فہم اور سمجھ کو کہتے ہیں اور اصول فقہ اصطلاح میں احکام شرعیہ عملیہ کو ان کے تفصیلی دلائل کے سگتھ جاننے کا نام ہے۔

(۲) حد لقبی: — یعنی مضاف اور مضاف الیہ دونوں کی ایک ساتھ تعریف کرنا۔اصول فقہ وہ علم ہے جس میں دلائل قطعیہ ویقینیہ کے ذریعہ احکام فقہیہ شرعیہ کے استنباط کا طریقہ جانا جائے۔

موضوع: — وہ دلائل کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع امت اور قیاس ہے۔

غرض: — اس علم کی غرض یہ ہے کہ احکام شرعیہ کو ادلہ تفصیلیہ سے جاننا اور مسائل کے استنباط کے قواعد کو معلوم کرنا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نور الانوار س: ا رص: ۴

وَبَعْدُ فَلَمَّا كَانَ كِتَابُ الْمَنَارِ أَوْجَزَ كُتُبِ الْأُصُوْلِ مَتْنًا وَعِبَارَةً وَأَشْمَلَهَا نُكَتًا وَدِرَايَةً وَلَمْ يَشْتَغِلْ بِحَلِّهٖ أَحَدٌ مِنَ الشُّرَّاحِ الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالزَّمَانِ وَلَمْ يَعْصِمُوْا عَنِ النِّسْيَانِ فَإِنَّ بَعْضَ الشُّرُوْحِ مُخْتَصَرَةٌ مُخِلَّةٌ لِفَهْمِ الْمَطَالِبِ وَبَعْضَهَا مُطَوَّلَةٌ مُمِلَّةٌ فِيْ دَرْكِ الْمَآرِبِ.

(ا) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) عبارت کا مطلب تحریر کریں۔

جواب:- (ا): ترجمہ

حمد وصلاۃ کے بعد چونکہ کتاب المنار اصول فقہ کی کتابوں میں متن اور عبارت کے لحاظ سے نہایت ہی مختصر اور نکات ودرایات کے اعتبار سے بہت ہی جامع تھی اور شارحین کرام میں سے جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں ایک صاحب بھی حل کتاب کے کام میں مشغول نہ ہو سکے (اور اگر مشغول ہوئے بھی) تو سہو اور غلطی سے محفوظ نہ رہ سکے کیونکہ بعض شرحیں اختصار کی وجہ سے فہم مطالب میں مخل ثابت ہوئیں اور بعض نہایت طوالت کی وجہ سے مقاصد کے سمجھنے میں اکتا دینے والی ثابت ہوئیں۔

جواب:- ب: مطلب شارح نے مذکورہ عبارت میں وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ کتاب المنار اصول فقہ کی کتابوں میں متن کے اعتبار سے بہت عمدہ مختصر باریک بینی اور حقیقت فہمی کے اعتبار سے بہت ہی جامع تھی اور ہم سے پہلے شارحین میں سے اول تو کوئی صحیح طور پر حل کتاب کے کام میں مشغول ہی نہ ہو سکا، اور اگر کوئی مشغول ہوا بھی تو سہو اور غلطی سے محفوظ نہ رہ سکا کیونکہ بعض شرحیں غایت درجہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اختصار کی وجہ سے فہم مطالب میں غیر مفید ثابت ہوئیں اور بعض میں طوالت اتنی ہے کہ پڑھنے والا اکتا جائے اور مجھے پہلے سے اس بات کا خیال تھا کہ میں اس کتاب کی ایسی شرح لکھوں جس سے اس کے تمام پیچیدہ مسائل حل ہو جائیں، اور اس کے مشکل مسائل کی ایسی توضیح کروں جس میں اعتراض و جوابات کی بھر مار نہ ہو اور نہ اس میں شراح متقدمین کی ان خامیوں اور کوتاہیوں کا ذکر کروں جن کی وجہ سے مطالب کے سمجھنے میں خلل واقع ہو اور عبارتوں کی سلامت میں اضطراب ظاہر ہو، لیکن مشاغل کی کثرت اور مواقع کی تنگی کی وجہ سے ایک عرصہ تک اس کی شرح لکھنے کا اتفاق نہ ہو سکا۔

❀❀❀

<u>نور الانوار س: ۲/ص: ۵</u>

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَانَا اِلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ، وَالصَّلَاةُ عَلٰى مَنْ اخْتُصَّ بِالْخُلُقِ الْعَظِيْمِ. وَ الْخُلُقُ هُوَ مَلَكَةٌ يَصْدُرُ عَنْهَا الْأَفْعَالُ بِسُهُوْلَةٍ.

(ا) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب) اور اَلْحَمْدُ اور هَدَانَا کی تشریح کیجئے۔ (ج) خلق عظیم سے کیا مراد ہے اس بارے میں کم سے کم تین اقوال نقل کر کے قول راجح کی نشاندہی کیجئے۔ (د) نیز رسول ﷺ کے خلق عظیم کے ساتھ مخصوص ہونے کی دلیل بھی تحریر کریں۔

<u>جواب:- (الف): ترجمہ</u>

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم کو سیدھی راہ دکھائی، اور درود و سلام ہو اس ذات پر جو خلق عظیم کے ساتھ مختص ہے اور خلق عظیم ایسی مہارت اور صلاحیت کا نام ہے جس سے افعال بآسانی صادر ہوتے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب:-(ب):الْحَمدُ اورھَدَانَا کی تشریح۔

"الْحَمدُ" سے متعلق تین چیزیں قابل ذکر ہیں۔

(۱)حمد کی لغوی واصطلاحی تعریف،(۲)حمد،شکراور مدح میں کون سی نسبت ہے،(۳)الحمد پرالف لام کونسا ہے۔

حمد کے لغوی معنے ہیں:تعریف کرنا ستائش کرنا۔

اصطلاحی تعریف: حمد زبان سے تعریف کرنا اختیاری خوبی پر خواہ وہ نعمت کے مقابلہ میں ہو یا غیر نعمت کے مقابلہ میں۔

نسبت: حمد اور مدح کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے،حمد خاص ہےاور مدح عام۔یعنی جہاں حمد صادق آئے گی وہاں مدح بھی صادق آئے گی،لیکن جہاں مدح صادق آئے گی وہاں حمد کا صادق آنا ضروری نہیں۔

اور حمد اور شکر کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔اس کے پائے جانے کے لئے تین مادوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱)ایک وہ مادہ جہاں دونوں جمع ہوں۔جیسے کسی نے کسی کی دعوت کی تو اس نے زبان سے کہہ دیا کہ"آپ کا شکریہ"تو اس میں حمد اور شکر دونوں پائے گئے۔حمد پائی گئی کیونکہ ثنا زبان سے ہوئی اور شکر پایا گیا کیونکہ ثنا نعمت کے مقابلہ کی گئی۔

(۲)دوسرا مادہ جہاں حمد پائی جائے شکر نہ پایا جائے۔جیسے آپ نے یوں ہی کسی کی تعریف کردی تو یہاں صرف حمد پائی گئی کیونکہ یہاں ثنا کسی نعمت کہ مقابلہ میں نہیں۔

(۳) تیسرا مادہ جہاں شکر پایا جائے حمد نہ پائی جائے۔جیسے آپ نے کسی کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یہاں کھانا کھایا اور اسکی تعریف ہاتھ ہلا کر کی زبان سے کچھ نہ کہا تو اسمیں صرف شکر پایا گیا کیونکہ اسمیں تعریف تو ہے مگر زبان سے نہیں۔

"اَلْحَمْدُ" کا الف لام کونسا ہے؟

"اَلْحَمْدُ" کا الف لام جنسی بھی ہوسکتا ہے اور استغراقی بھی۔ جنسی ہونے کی صورت میں ترجمہ ہوگا کہ "جنس حمد صرف اللہ کے لئے ثابت ہے" اور استغراقی ہونے کی صورت میں ترجمہ ہوگا تمام افراد حمد اللہ کے لئے ہیں۔

"هَدَانَا" فعل ماضی ہے ہدایت سے ماخوذ ہے اور ہدایت کے معنی کے متعلق لوگوں کی مختلف رائے ہیں۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ "ہدایت" ایصال الی المطلوب (مقصد تک پہچانا) کا نام ہے۔ اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ "ہدایت" ارائۃ الطریق کا نام ہے ان دونوں معنی میں فرق یہ ہے کی پہلے معنے کے اعتبار سے "ہدایت" صرف اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب ہوگی اور دوسرے معنی کے لحاظ سے "ہدایت" رسول اور کتاب اللہ کی طرف منسوب ہوتی ہے "یعنی جب ہدایت ذات باری کی طرف منسوب ہو تو ایصال الی المطلوب کے معنی مراد ہوتے ہیں اور جب رسول یا کتاب کی طرف منسوب ہو تو ارائۃ الطریق کے معنی مراد ہوتے ہیں"۔

اور علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ جب ہدایت کو مفعول ثانی کی طرف بلا واسطہ متعدی کیا جائے تو اس کے پہلے معنی مراد ہوں گے اور جب 'لام' یا 'الی' کے واسطہ سے متعدی کیا جائے تو اس کے دوسرے معنی مراد ہوں گے۔

جواب:۔ (ج): "خلق عظیم" سے کیا مراد ہے۔

"خلق عظیم" سے کیا مراد ہے اس بارے میں متعدد اقوال ہیں، جن میں سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تین کو یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

پہلا قول: (۱) حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آپ کا ''خلق عظیم'' سراسر ''قرآن کریم'' ہے۔ قرآن سے مراد عمل بالقرآن ہے یعنی آپ کا خلق عظیم قرآن پاک پر عمل کرنا تھا۔ اور یہ آپ کی فطرت اور عادت بن چکا تھا۔

دوسرا قول (۲) بعض حضرات نے یہ فرمایا ہے کہ آپ کا 'خلق عظیم' دنیا و آخرت میں سخاوت اور انابت الی اللہ ہے، آپ نے دنیا میں علم، دین اور مال کی سخاوت فرمائی اور آخرت میں انشاء اللہ شفاعت اور آب کوثر کی سخاوت فرمائیں گے۔

تیسرا قول (۳) بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ آپ کا 'خلق عظیم' وہ ہے جس کو آپ نے خود اپنی مبارک زبان سے فرمایا ہے یعنی تعلق ختم کرنے والے کے ساتھ تعلق قائم کرو اور ظلم کرنے والے سے درگذر کرو، اور بدسلوکی کرنے والے کے ساتھ حسن سلوک کرو، حاصل یہ کہ تعلقات قطع کرنے والے کے ساتھ تعلقات جوڑنے اور ظالم سے درگذر کرنے اور بدسلوکی کرنے والے کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا نام 'خلق عظیم' ہے۔

راجح قول ملاحظہ کیجئے۔

شارح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ ''خلق عظیم'' اس راستہ پر چلنے کا نام ہے جس سے خالق اور مخلوق سب راضی ہوں اور یہ بات بہت ہی نادر ہے ''شارح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ماتن کا قول علی من اختص الخ سے باری تعالیٰ کے ارشاد وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کی طرف اشارہ ہے۔

جواب: — (د): نیز رسول اللہ ﷺ کے خلق عظیم کے ساتھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مخصوص ہونے کی دلیل ملاحظہ کیجئے۔

دلیل: یہ ہے کہ باری تعالیٰ کا ارشاد "وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ" اگرچہ اختصاص پر دلالت نہیں کرتا لیکن جب یہ محلِ مدح میں واقع ہوا ہے تو آپ ﷺ اس وصف کے ساتھ مخصوص ہو گئے۔

❀❀❀

نور الانوار س:۳۰ ص:۶

وَعَلٰی اٰلِهٖ الَّذِیْنَ قَامُوْا بِنُصْرَةِ الدِّیْنِ الْقَوِیْمِ: هُوَ وَضْعٌ اِلٰهِیٌّ سَائِقٌ لِذَوِي الْعُقُوْلِ بِاخْتِیَارِهِمِ الْمَحْمُوْدِ اِلَی الْخَیْرِ بِالذَّاتِ وَهُوَ یَشْمَلُ الْعَقَائِدَ وَ الْاَعْمَالَ وَ یُطْلَقُ عَلٰی کُلِّ دِیْنٍ. وَ الْاِسْلَامُ هُوَ الدِّیْنُ الْمَخْصُوْصُ لِمُحَمَّدٍ ﷺ.

اِعْلَمْ اَنَّ اُصُوْلَ الشَّرْعِ ثَلٰثَةٌ: اَلْکِتَابُ وَ السُّنَّةُ وَ اِجْمَاعُ الْاُمَّةِ، وَ الْمُرَادُ بِالْکِتَابِ بَعْضُ الْکِتَابِ وَ هٰکَذَا الْمُرَادُ مِنَ السَّنَّةِ بَعْضُهَا. وَ الْاَصْلُ الرَّابِعُ الْقِیَاسُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) عبارت کو حل کرتے ہوئے ایسی تشریح کیجئے جس سے دین کا عقائد اور اعمال کو شامل ہونا واضح ہو جائے۔ (ج) اور "الدِّیْنُ" کی صفت "الْقَوِیْمُ" لاکر ماتن نے کس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (د) نیز دین کی تعریف میں ذکر کردہ فوائد وقیود کو ذکر کرتے ہوئے بتائے کہ اختیاری کی قید اتفاقی ہے یا احترازی؟ خیر بالذات سے کیا مراد ہے؟ دین کی جامع تعریف کرکے بتائیے کہ دین اور اسلام میں کونسی نسبت ہے؟ اور متن میں دین سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کونسا دین مراد ہے اور کیوں؟ اصول فقہ کی حد اضافی، حد لقبی، غایت اور موضوع بتائیے۔ (ہ) أُصُولَ الشَّرْعِ اور إِجْمَاعُ الْأُمَّةِ سے کیا مراد ہے واضح کریں۔ (ی) اصول شرع چار ہیں، یہاں تین کہنے کی وجہ کیا ہے؟ بَعْضُ الْكِتَابِ اور بَعْضُ السُّنَّةِ کی مقدار متعین کرکے بتائیں کہ کیا باقی آیات اور احادیث شرعی حجت نہیں ہیں؟ (ل) قیاس شبہی اور عقلی کی تعریف مع امثلہ تحریر فرما کر قیاس مستنبط من السنۃ اور من الاجماع کی کی مثالیں وضاحت سے تحریر کریں۔

جواب:۔(الف): ترجمہ

اور آپ کی آل کے ان لوگوں پر جو معتدل اور ٹھوس دین کی نصرت کو لے کر اٹھے اور "دین" ایک دستور خداوندی ہے جو ذی عقل لوگوں کو ان کے قابل قدر اختیار اور قدرت کے ذریعہ خیر بالذات کی طرف لے جاتا ہے اور دین عقائد اور اعمال دونوں کا نام ہے اور اسلام وہ دین ہے جو رسول اللہ ﷺ کے لئے مخصوص ہے۔

یہ بات اچھی طرح سے جان لو کہ شریعت کے اصول تین ہیں۔ کتاب سنت اور امۃ کا اجماع اور کتاب سے کتاب کا بعض حصہ مراد ہے اور اسی طرح سنت سے سنت کا بعض حصہ مراد ہے۔ اور چوتھی دلیل قیاس ہے۔

جواب:۔(ب): تشریح

صاحب نورالانوار نے "دین" کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ دین ایسا امر ہے جو اللہ کی طرف سے وضع کیا گیا ہے تاکہ یہ دستور عقلمند لوگوں کو ان کے قابل قدر اختیار اور قدرت کے ذریعہ رضائے الٰہی یا دیدار خداوندی تک لے جائے۔ شارح علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ "دین" عقائد و اعمال دونوں کو شامل ہوتا ہے اور ہر دین پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ جیسے حضرت موسیٰؑ کا دین اور حضرت عیسیٰؑ کا دین۔ اور اسلام وہ دین ہے جو رسول اللہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔

جواب:-(ج): ''الـدِّيْـنُ'' کی صفت ''الْـقَـوِيْـم'' لاکر کس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے؟

دین کو ''قویم'' کی صفت کے ساتھ متصف کرنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ دین سے ''مراد دین اسلام اور شریعت محمدی'' ہے۔

جواب:-(د): دین کی تعریف میں ذکر کردہ فوائد وقیود۔

صاحب کتاب نے دین کی تعرف یہ کی ہے ''هُوَ وَضْعٌ اِلٰهِيٌّ سَائِقٌ لِذَوِي الْعُقُوْلِ بِاِخْتِيَارِ هِمِ الْمَحْمُوْدِ اِلَى الْخَيْرِ بِالذَّات''۔

مذکورہ تعریف میں ''اختیاری'' کی قید اتفاقی نہیں ہے بلکہ احترازی ہے اور ''خیر بالذات'' سے مراد رضائے الٰہی اور دیدار خداوندی ہے اس لئے کہ بالذات اور بلا واسطہ اللہ کی رضا اور اس کا دیدار ہی خیر ہے۔ اب دین کی تعریف یہ ہوگی کہ ''دین ایسا امر ہے جو اللہ کی طرف سے وضع کیا گیا ہے اور وہ عقلمند لوگوں کو ان کے اختیار اور قدرت کے ذریعہ رضائے الٰہی اور دیدار خداوندی تک لے جاتا ہے۔

دین کی جامع تعریف، دین اور اسلام میں کونسی نسبت ہے اور متن میں دین سے کونسا دین مراد ہے؟

دین کی جامع تعریف: دین ایسا امر ہے جو خداوند قدوس کی طرف سے وضع کیا گیا ہو اور جس کے حق میں یہ امر متحقق ہو اس کو رضائے الٰہی اور دیدار خداوندی تک لے جاتا ہو۔

دین اور اسلام میں کونسی نسبت ہے؟

دین اور اسلام میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے۔ دین عام ہے اور اسلام خاص۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

متن میں دین سے کیا مراد ہے اور کیوں؟

متن میں دین سے مراد دین اسلام ہے اور اس کی دلیل ماتن کا دین کو قویم کی صفت کے ساتھ متصف کرنا ہے۔ اس لئے کے دین قویم صرف اسلام ہی ہے۔

اصول فقہ کی حد لقبی، حد اضافی، غیبت اور موضوع۔

حد اضافی: حد اضافی کہتے ہیں مضاف اور مضاف الیہ کی الگ الگ تعریف کرنا۔ اصول مضاف ہے جس کے معنی ہے جڑ اور بنیاد، اور فقہ مضاف الیہ ہے جس کے معنی ہے سمجھ اور اصطلاح میں فقہ کہتے ہیں احکام شرعیہ کو ان کے تفصیلی دلائل کے ساتھ جاننا۔

حد لقبی: حد لقبی کہتے ہیں مضاف اور مضاف الیہ کی ایک ساتھ تعریف کرنا۔ اصول فقہ نام ہے ایسے قواعد کے جاننے کا جن کے ذریعہ احکام شرعیہ کو ان کے تفصیلی قواعد سے مستنبط کرنے کا طریقہ معلوم ہو۔

غایت: احکام شرعیہ کو تفصیلی دلائل سے جاننا اور استخراج مسائل کے قواعد کا جاننا۔

موضوع: اصول شرع اس حیثیت سے کہ وہ احکام پر دلالت کریں۔

جواب:- (ہ): أصول شرع اور اجماع امۃ سے کیا مراد ہے؟

صاحب کتاب نے فرمایا کہ "اصول" اصل کی جمع ہے اور اصل ایسی شی کو کہتے ہیں جس پر دوسری شی کی بنیاد ہوتی ہے لیکن یہاں اصول سے دلائل مراد ہیں اور قرینہ عبارت ہے، اس لئے کے کتاب، سنت اور اجماع امت دلائل ہیں اور رہا لفظ شرع اگر شارع کے معنی میں ہے تو اس میں لام عہد کا ہوگا یعنی وہ ادلہ جن کو شارع

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نے دلیل قرار دیا ہے اور اگر مشروع کے معنی میں ہے تو اس میں لام جنس کا ہوگا یعنی احکام مشروعہ کے دلائل۔

اور بہتر بات یہ ہے کہ لفظ شرع دین کا اسم ہوتا کہ کسی تاویل کی ضرورت باقی نہ رہتی اور مصنفؒ نے اصول شرع فرمایا ہے نہ کہ اصول فقہ کیونکہ یہ اصول جس طرح فقہ کے اصول ہیں اسی طرح علم کلام کے بھی اصول ہیں۔

اجماع امت سے مراد مطلق امت نہیں ہے بلکہ امت محمدیہ کے مجتہدین کا اجماع مراد ہے اور اس کا سبب اس امت کی شرافت اور عزت ہے۔

<u>جواب:۔(ی): اصول شرع چار ہیں یہاں تین کہنے کی وجہ کیا ہے؟</u>

شارع نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔

<u>پہلا جواب:</u> یہ ہے کہ مصنفؒ اپنے طرز بیان سے مخاطب کو اس بات پر تنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ اصول ثلاثہ قطعی اور یقینی ہیں اور اصل رابع یعنی قیاس ظنی اور غیر یقینی ہے اگر یہ چاروں اصول یکجا بیان کر دیئے جاتے اور یہ کہا جاتا کہ شریعت کے اصول چار ہیں کتاب، سنت، اجماع اور قیاس تو ان چاروں کا مفید یقین یا مفید ظن ہونے میں یکساں ہونا لازم آتا حالانکہ مفید ظن یا مفید یقین ہونے میں چاروں یکساں نہیں ہیں، پس اس خاص مقصد کے پیش نظر ماتن نے مذکورہ طرز اختیار کیا۔

<u>دوسرا جواب:</u> یہ ہے کہ ماتن نے جب مستقل طور پر "والاصل" کہا تو یہ طرز بیان منکرین قیاس کے اس خیال کی کہ "قیاس دلیل شرعی نہیں ہے" بالقصد صریحی طور پر تردید ہو گیا اگر مصنف "اصول الشرع أربعۃ" فرماتے تو یہ طرز منکرین قیاس کی ضمناً تردید ہو جاتا مگر صراحتاً تردید نہ ہوتا پس منکرین قیاس کی صراحتاً تردید کرنے کیلئے مصنف یہ طرز بیان اختیار کیا اور قیاس کو الگ سے بیان کیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بعض الکتاب اور بعض السنۃ سے کیا مراد ہے؟

بعض الکتاب سے وہ پانچ سو آیت مراد ہیں جن پر احکام شرع کی بنیاد ہے اور انکے علاوہ باقی آیات قصص اور امثلہ پر مشتمل ہیں۔

بعض السنۃ سے وہ تین ہزار احادیث مراد ہے جو جو احکام دین کی اساس اور بنیاد ہیں۔

باقی آیات اور احادیث شرعی حجت ہیں یا نہیں؟

باقی آیات اور احادیث حجت شرعی نہیں ہیں۔

جواب :-(ل): قیاسِ شبہی اور قیاسِ عقلی کی تعریف مع امثلہ ملاحظہ کیجئے۔

قیاسِ شبہی: یہ ہے کہ "حکم" علت مشاکلت فی الصورۃ کی وجہ سے ایک صورت سے دوسری صورت کی طرف متعدی ہو جائے جیسے شخص قعدہ اخیرہ کی عدم فرضیت پر استدلال کرتا ہوا کہے کہ قعدہ اخیر چونکہ شکل وصورت میں قعدہ اولیٰ کے مانند ہے اور قعدہ اولیٰ فرض نہیں ہے لہٰذا قعدہ اخیرہ نہیں بھی فرض ہوگا۔

قیاسِ عقلی: وہ قول ہے جو ایسے مقدمات سے مرکب ہو جن کے تسلیم کر لینے کے بعد ایک دوسرے قول کا تسلیم کرنا لازم ہو جیسے "العالم متغیر وکل متغیر حادث" کو تسلیم کرنے کے بعد "العالم حادث" کا تسلیم کرنا ضروری اور لازم ہے۔

"المستنبط من السنہ و المستنبط من الاجماع" کی مثالیں ملاحظہ کیجئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس قیاس کی مثال جو سنت نبوی سے ماخوذ و مستنبط ہو یہ ہے:

کہ حدیث سے چھ چیزوں کی بیع میں تفاضل کی حرمت ثابت ہے وہ چھ چیزیں یہ ہیں (۱) گدم، (۲) جو، (۳) کھجور، (۴) نمک، (۵) سونا، (۶) چاندی۔ اور حضرات احناف کے نزدیک حرمت کی علت "قدر مع الجنس" رسول اللہ ﷺ کے قول "الحنطة الخ" (الحدیث) سے مستفادہ ہے اور یہ علت "چونے" میں بھی موجود ہے لہٰذا قدر اور جنس یعنی علتِ ربا میں شریک ہونے کی وجہ سے جص اور نورہ کی بیع میں تفاضل کی حرمت کو مذکورہ چھ چیزوں کی حرمت پر قیاس کیا گیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ مذکورہ چھ چیزوں میں تفاضل کی حرمت قیاس سے ثابت ہے۔

اس قیاس کی نظیر جو اجماع سے ماخوذ اور مستنبط ہو یہ ہے:

کہ موطوءہ باندی کی ماں واطی پر حرام ہونا اجماع سے ثابت ہے اور حرمت کی علت جزئیت اور بعضیت ہے یعنی وطی کے نتیجہ میں جو بچہ پیدا ہوگا وہ چونکہ واطی اور موطوءہ دونوں کا جز ہے اس لئے اس بچہ کے واسطے سے واطی اور موطوءہ کے درمیان بھی جزئیت اور اتحاد پیدا ہوگا۔

یعنی موطوءہ واطی کا جز ہوگی اور واطی موطوءہ کا جز ہوگا۔ اور اس جزئیت اور اتحاد کی وجہ سے واطی کے اصول اور فروع موطوءہ پر اور موطوءہ کے اصول اور فروع واطی پر حرام ہوجائیں گے کیونکہ انسان اپنے جز پر حرام ہوتا ہے۔ بہر حال موطوءہ باندی کی ماں واطی پر جزئیت اور بعضیت کی علت کی وجہ سے حرام ہے اور یہ علت چونکہ مزنیہ کی ماں بھی پائی جاتی ہے اس لئے مزنیہ کی ماں بھی موطوءہ باندی کی ماں کی حرمت پر قیاس کرتے ہوئے زانی پر حرام ہوگی۔ حاصل یہ ہے کہ موطوءہ باندی کی ماں کی حرمت اجماع سے ثابت ہے اور مزنیہ کی ماں کی حرمت زانی پر قیاس سے ثابت ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نور الانوار رس: ۱۴ رص ۹

ثُمَّ لَا بَأْسَ أَنْ يَكُوْنَ هٰذِهِ الْأُصُوْلُ فُرُوْعًا لِشَيْءٍ آخَرَ،لِأَنَّهَا كُلَّهَا أُصُوْلٌ بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْحُكْمِ ،فَالْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ فَرْعٌ لِلتَّصْدِيْقِ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، وَالْإِجْمَاعُ فَرْعٌ لِلدَّاعِيْ وَالْقِيَاسُ فَرْعٌ لِلثَّلَاثَةِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔(ب): یہ عبارت کس سوال کا جواب ہے؟ مذکورہ عبارت کی روشنی میں سوال وجواب کی وضاحت کریں۔

جواب:-(الف): ترجمہ۔

پھر کوئی مضائقہ نہیں کہ یہ اصول کسی دوسری شئی کے لئے فروع ہوں اس لئے کہ یہ سب کے سب بہ نسبت حکم کے اصول ہیں چنانچہ کتاب اللہ اور سنت تصدیق باللہ اور تصدیق بالرسول کی فروع ہیں اور اجماع داعی کی فرع ہے، اور قیاس تینوں کی فرع ہے۔

جواب:-(ب) مذکورہ رعبارت کی روشنی میں سوال وجواب کی وضاحت ملاحظہ کیجئے۔

سوال: یہ ہے کہ کتاب، سنت، اجماع اور قیاس پر اصول کا اطلاق کرنا درست نہیں ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک دوسری چیز کی فرع ہے۔ چنانچہ کتاب اللہ، اللہ کی فرع ہے یعنی اللہ کے وجود کے بغیر کتاب کا وجود نہ ہوتا اللہ اصل اور کتاب اس کی فرع ہوئی۔ اور سنت، رسول کی فرع ہے یعنی اگر رسول موجود نہ ہوتے تو سنت اور حدیث کا وجود نہ ہوتا پس رسول "اصل" اور سنت اس کی "فرع" ہوئی۔ اور "اجماع" داعی یعنی علتِ مشتبہ کی فرع ہے اور قیاس ان تینوں کی فرع ہے۔ پس جب یہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

چاروں دوسری چیزوں کی فروع ہیں تو ان پر اصول کا اطلاق کرنا کس طرح درست ہوگا۔

جواب: اصل اور فرع دونوں اضافی چیزیں ہیں یعنی ایک چیز ایک اعتبار سے اصل اور دوسرے اعتبار سے فرع ہوتی ہے پس اسی طرح کتاب، سنت، اجماع اور قیاس بہ نسبت احکام کے اصول ہیں اور اعتراض میں مذکورہ چیزوں کے اعتبار سے فروع ہیں اور کسی چیز کا ایک اعتبار سے اصل اور دوسرے اعتبار سے فرع ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

❀❀❀

نور الانوار درس: ۵/ ص: ۹

أَمَّا الْكِتَابُ فَالْقُرْآنُ الْمُنَزَّلُ عَلَى الرَّسُوْلِ (عليه السلام) الْمَكْتُوْبُ فِي الْمَصَاحِفِ، الْمَنْقُوْلُ عَنْهُ نَقْلًا مُتَوَاتِرًا بِلَا شُبْهَةٍ وَهٰذَا تَعْرِيْفٌ لِكُلِّ الْكِتَابِ، وَاللَّامُ فِيْهِ لِلْعَهْدِ، وَالْمَعْهُوْدُ هُوَ الْكِتَابُ السَّابِقُ ذِكْرُهُ الَّذِيْ كَانَ مُضَافًا إِلَيْهِ لِلْبَعْضِ، وَالْقُرْآنُ إِنْ كَانَ عَلَمًا كَمَا هُوَ الْمَشْهُوْرُ فَهُوَ تَعْرِيْفٌ لَفْظِيٌّ وَابْتِدَاءُ التَّعْرِيْفِ الْحَقِيْقِيِّ مِنْ قَوْلِهٖ "الْمُنَزَّلُ" إِلٰى آخِرِهٖ، وَإِنْ كَانَ بِمَعْنَى الْمَقْرُوِّ أَوْ بِمَعْنَى الْمَقْرُوْنِ فَهُوَ جِنْسٌ لَهٗ وَمَا بَعْدَهٗ فَصْلٌ بِلَا تَكَلُّفٍ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب) مطلب کرتے ہوئے تعریف لفظی اور تعریفِ حقیقی کے درمیان فرق بیان کیجئے۔ (ج) فوائد قیود کی مکمل وضاحت کیجئے۔

جواب:- (الف): ترجمہ۔

بہر حال کتاب وہ قرآن ہے جو رسول اللہ ﷺ پر اُتارا گیا مصاحف میں لکھا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

گیا ہے آنحضرت ﷺ سے بغیر کسی شبہ کے تواتر کے ساتھ منقول ہے یہ تعریف کل کتاب کی ہے اور لام اس میں عہد کا ہے اور معہو وہ کتاب ہے جس کو ''بعض'' کا مضاف الیہ بنا کر پہلے ذکر کیا ہے اور قرآن اگر علم ہو جیسا کہ مشہور ہے تو یہ تعریف لفظی ہے اور تعریف حقیقی کی ابتداء ماتن کے قول ''المنزل الی اخرہ'' سے ہوگی اور اگر قرآن مقرو یا مقرون کے معنی میں ہو تو یہ اس کے لئے جنس ہے اور مابعدہ بلا تکلف فصل ہے۔

جواب:-(ب): مطلب ملاحظہ فرمائیں۔

مصنف علیہ الرحمہ نے مذکورہ عبارت میں کتاب اللہ کی تعریف کی ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ کتاب وہ قرآن ہے جو رسول ﷺ سے منقول ہو کر نقلِ متواتر کے ساتھ اُتارا گیا ہے مصاحف میں لکھا گیا ہے جو بغیر کسی شبہ کے حضور ﷺ سے منقول ہو کر نقلِ متواتر کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے۔

وھذا تعریف لکل الخ سے شارح علیہ الرحمہ ایک سوال کا جواب دینا چاہتے ہیں۔

سوال: یہ ہے کہ معرف (جس کی تعریف کرنا مقصود ہے) کتاب کا ایک حصہ یعنی پانچ سو آیات ہیں اور کیونکہ اصولِ اُربعہ میں سے یہی ایک اصل کتاب کا ایک حصہ ہے نہ کہ پوری کتاب حالانکہ جو تعریف کی گئی ہے وہ پوری کتاب پر صادق آتی ہے اس لئے کتاب جو شریعت اسلامیہ کی اصل ہے اس کی تعریف دخولِ غیر سے مانع نہ رہی حالانکہ تعریف کا جس طرح اپنے افراد کے لئے جامع ہونا ضروری ہے اسی طرح دخولِ غیر سے مانع ہونا بھی ضروری ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب: اسکا یہ ہے کہ تعریف تو کل کتاب کی ہے مگر "الکتاب" کا الف لام عہد خارج کا ہے اور معہود وہ کتاب ہے جس کو لفظ بعض کا مضاف الیہ بنا کر سابق میں ذکر کیا گیا ہے چنانچہ سابق میں کہا گیا ہے کہ "اصول الشرع ثلثة الكتاب والسنة والمراد بالكتاب بعض الكتاب و هو مقدار خمس مائة آية" پس یہاں مقام تعریف میں الکتاب کے الف لام سے اسی بعض الکتاب کی طرف اشارہ ہے۔

"والقرآن الخ" سے شارح نے تعریف لفظی اور تعریف حقیقی کے درمیان فرق کی طرف اشارہ کیا ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ لفظ "القرآن" میں دو احتمال ہیں ایک تو یہ کہ "القرآن" کتاب الٰہی کا علم ہو دوم یہ ہے کہ لفظ قرآن مصدر ہو بہر حال اگر قرآن کو علم قرار دیا جائے جیسا کہ مشہور ہے تو "القرآن" کے ذریعہ کتاب کی تعریف تعریف لفظی ہوگی اور "المنزل الخ" سے تعریف حقیقی کا آغاز ہوگا۔

تعریف لفظی: کہتے ہیں کسی غیر معروف لفظ کو معروف لفظ کے ساتھ تعبیر کرنا۔

عتریف حقیقی: کہتے ہیں کہ صورت غیر حاصلہ کو حاصل کرنا۔

جواب:-(ج): فوائد و قیود کی مکمل وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

"القرآن" بمنزلہ جنس کے ہے معنی لغوی کے اعتبار سے اس کا اطلاق ہر پڑھی جانے والی یا ہر مقرون و متصل چیز پر ہوتا ہے خواہ وہ کتاب اللہ ہو یا اس کے علاوہ ہو اور لفظ "المنزل" پہلی فصل ہے اس سے تمام غیر آسمانی کتابیں نکل گئیں کیونکہ غیر آسمانی کتابیں نازل نہیں کی گئی ہیں اور "علی الرسول" کی قید سے باقی تمام آسمانی کتابیں نکل گئیں مثلاً تورات، زبور، انجیل وغیرہ۔ کیونکہ "الرسول" میں الف لام

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عہد خارج کا ہے جس سے نبی علیہ السلام مراد ہیں۔ "المکتوب فی المصاحف" یہ قرآن کی دوسری صفت ہے جو فصل کے درجہ میں ہے اور المصاحف میں الف لام جنسی اور عہد خارجی دونوں ہوسکتا ہے لہٰذا اگر الف لام جنس کا مراد لیں یو مصاحف کا لفظ قرآن اور غیر قرآن سب کو شامل ہوگا اور تعریف دخول غیر سے مانع نہ ہوگی اور اگر الف لام عہد خارجی کا مراد لیں تو اس صورت میں دور لازم آئیگا اس طور پر کے قرآن کی تعریف میں "المصحف" کا مذکور ہے۔

لہٰذا "قرآن" کا قرآن ہونا مصاحف پر موقوف ہوا اور جب یہ سوال کیا جائگا کہ مصحف کیا چیز ہے تو کیا جائیگا "ما کتب فیه القرآن" یعنی وہ چیز جس میں قرآن لکھا گیا۔ تو مصحف کی تعریف میں چونکہ قرآن مذکور ہے اس لئے مصحف قرآن پر موقوف ہوگا پس قرآن مصحف پر موقوف ہوا اور مصحف قرآن پر موقوف ہوا اور یہی دور ہے اس کا جواب یہ ہے کہ الف لام جنسی مراد لینے کی صورت میں "المصاحف" کا غیر قرآن کو شامل ہونا کچھ مضر نہیں ہے کیونکہ قید اخیر "المنقول عنه نقل الخ" غیر قرآن کو قرآن ہونے سے خارج کر دیتی ہے۔

اور اگر الف لام عہد خارج کا مراد لیں تو مصاحف سے قراء سبعہ کے مصاحف مراد ہوں گے اور قراء سبعہ کے مصاحف چونکہ لوگوں میں مشہور ہیں اس لئے مصحف محتاج تعریف نہ ہوگا اور جب مصحف تعریف کا محتاج نہیں ہے تو دور بھی لازم نہیں آئیگا۔

نیز "المکتوب فی المصاحف" کی قید سے وہ آیات قرآن ہونے سے خارج ہوگئیں جن کا حکم تو باقی ہے مگر ان کی تلاوت منسوخ ہوگئی ہے۔ جیسے "الشیخ والشیخة الخ" کیونکہ یہ مصحف میں مکتوب نہیں ہے اسی طرح قضاء رمضان کے سلسلے میں حضرت اُبی بن کعبؓ کی قرآت "فصیام ثلثة أیام متتابعات" میں لفظ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

"متتابعات" چونکہ یہ مصاحف میں مکتوب نہیں ہے اس لئے متتابعات قرآن ہونے سے خارج ہو جائیگا۔

"المنقول عنه نقلاً متواتراً" قرآن کی تیسری صفت ہے صاحب منار نے تعریف میں "متواتراً" کی قید لگا کر ان آیات کو قرآن ہونے سے خارج کر دیا جو بطریق آحاد منقول ہیں، جیسے قضاء رمضان کے سلسلہ میں حضرت اُبی بن کعبؓ کی قرأت "فصيام ثلثة أيام متتابعات" میں لفظ "متتابعات" بطریق آحاد منقول ہونے کی وجہ سے قرآن سے خارج ہو گیا۔ نیز اس قید کے ذریعہ ان آیات کو نکال دیا جو بطریق شہرت منقول ہیں جیسے حد سرقہ کے سلسلہ میں حضرت ابن مسعودؓ کی قرأت "فاقطعوا أيمانهما" میں أيمانهما اور کفارہ یمین میں "فصيام ثلثة أ[يام] متتابعات" میں لفظ متتابعات بطریق شہرت منقول ہونے کی و[جہ] سے خارج ہو گیا۔

[...]ہب کے مطابق

شارح فرماتے ہیں کہ ماتن کا قول "نقلاً متواتراً" کی قید ہے

نور الانوار ۳/ ۶۰:

[ب]ابُ فَالْقُرْآنُ...... مَعْ[...] الْمَكْتُوبُ

أَمَّا حَقِيقَةُ هُوَ النُّقُوشُ [...] اللَّفْظِ وَ [...]

الْمَكْتُوبُ، فَاللَّفْظُ مُثْبَتٌ حَقِيقَةً [...]

مُثْبَتَانِ فِي الْمُ[...] وَ لَا يَضُرُّ تَعْمِي[...]

اللَّامُ فِي الْمَضَا[...] تَمْهِيدٌ لِتَقْسِيمِهِ بَعْدَ بَيَانِ تَعْرِيفِهِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الْأَخِيرِ يُخْرِجُهُ أَوْ لِلْعَهْدِ، وَالْمَعْهُوْدُ هُوَ مَصَاحِفُ الْقُرَّاءِ السَّبْعَةِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب) مطلب لکھتے ہوئے فوائد و قیود کی وضاحت فرمائیں۔ (ج) نیز بتایئے کہ "الکتاب" سے پوری کتاب مراد ہے یا بعض، اور قرآن صرف لفظ کا نام ہے یا صرف معنی کا یا دونوں کا؟ بوضاحت تحریر کریں۔

جواب:- (الف): ترجمہ۔

اور مکتوب کے معنی مثبت کے ہیں کیونکہ مکتوب در حقیقت نقوش ہیں نہ کے لفظ اور معنی، البتہ لفظ اور معنی دونوں مصحف میں مثبت ہیں پس لفظ حقیقتاً مثبت ہیں اور معنی تقدیراً مثبت ہیں اور "المصاحف" کا الف لام جنس کا ہے اور اس کا غیر قرآن کو شامل ہونا مضر نہیں ہے کیونکہ آخری قید اس کو خارج کر دیتی ہے یا لام عہد کا ہے اور قراء سبعہ کے مصاحف معہود ہیں۔

جواب:- (ب): عبارت کا مطلب ملاحظہ فرمائیں۔

"و معنی المکتوب الخ" سے شارح ایک سوال کا جواب دے رہے ہیں سوال یہ ہے کہ "قرآن" لفظ اور معنی دونوں کا نام ہے جیسا کہ ماتن کی عبارت "وهو اسم للنظم و المعنی جمیعاً" سے ظاہر ہے اور یہ امر مسلم ہے کہ مکتوب نہ لفظ ہوتا ہے اور نہ معنی ہوتا ہے بلکہ "نقوش" مکتوب ہوتے ہیں کیونکہ لفظ کا تعلق زبان سے ہوتا ہے اور معنی کا تعلق قلب سے ہوتا ہے اور نقوش معرض تحریر میں آتے ہیں پس جب قرآن لفظ اور معنی دونوں کا نام ہے اور یہ دونوں مکتوب نہیں ہوتے تو گویا قرآن مکتوب نہیں ہوتا اور جب قرآن مکتوب نہیں ہوتا تو "المکتوب فی المصاحف" کو قرآن کی صفت قرار دینا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کیسے درست ہوگا۔

جواب: شارح نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ لفظ "المکتوب" مثبت (ثابت شدہ) کے معنی میں ہے یعنی قرآن مصحف میں ثابت شدہ ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ لفظ اور معنی اگر چہ مکتوب نہیں ہوتے لیکن مصاحف میں مثبت ہوتے ہیں البتہ اتنا فرق ہے کہ لفظ حقیقتاً مثبت ہوتا ہے اور معنی تقدیراً مثبت ہوتا ہے اگلی عبارت کا تعلق فوائد وقیود سے ہے جن کی وضاحت سوال نمبر:۸ میں آچکی ہے۔

جواب:۔(ج): "الکتاب" سے مراد پوری کتاب ہے یا بعض؟

ملاحظہ کیجئے۔

"الکتاب" سے مراد بعض کتاب ہے یعنی انہی پانچ سو آیات کی طرف اشارہ ہے جن کے ساتھ شریعت کے احکام متعلق ہیں۔

اور قرآن صرف لفظ کا نام ہے یا صرف معنی کا یا دونوں کا؟ ملاحظہ کیجئے۔

صاحب کتاب نے اس سلسلہ میں تین قول بیان کئے ہیں۔

(۱) قرآن صرف لفظ کا نام ہے۔

(۲) قرآن صرف معنی کا نام ہے۔

(۳) قرآن لفظ اور معنی دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔

ماتن اور شارح دونوں کے نزدیک یہی تیسرا جواب زیادہ صحیح ہے۔

❀❀❀

نور الانوار درس:۷ / ص:۱۱

وَھُوَ اسْمٌ لِلنَّظْمِ وَ الْمَعْنٰی جَمِیْعًا تَمْهِیْدٌ لِتَقْسِیْمِهٖ بَعْدَ بَیَانِ تَعْرِیْفِهٖ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

يَعْنِى أَنَّ الْقُرْآنَ اسْمٌ لِلنَّظْمِ وَ الْمَعْنٰى جَمِيْعًا لَا أَنَّهُ لِلنَّظْمِ فَقَطْ كَمَا يُنْبِئُ عَـنْـهُ تَـعْـرِيْـفُهُ بِالْإِنْزَالِ وَ الْكِتَابَةِ وَ النَّقْلِ وَلَا أَنَّهُ اسْمٌ لِلْمَعْنٰى فَقَطْ كَمَا يَتَوَهَّمُ مِنْ تَجْوِيْزِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِلْقِرَائَةِ الْفَارِسِيَّةِ فِى الصَّلَاةِ مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَى النَّظْمِ الْعَرَبِيِّ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔(ب) قرآن کی تعریف مصنف کے الفاظ میں تحریر کیجئے۔تعریف میں مذکورہ اوصاف صرف لفظ سے متعلق ہیں تو پھر یہ تعریف لفظ اور معنی دونوں پر کیسے صادق آئے گی ؟ بواضاحت لکھئے۔(ج) امام صاحبؒ کا قرآن کے نظم اور معنی کا مجموعہ ہونے کے سلسلہ میں کیا مسلک ہے؟ اور کیا واقعی ان نزدیک نماز میں قراءت بزبان فارسی جائز ہے؟ تحریر کیجئے۔

جواب:-(الف): ترجمہ۔

اور قرآن نظم اور معنی کے مجموعہ کا نام ہے(یہ) قرآن کی تعریف کے بیان کے بعد اس کی تقسیم کی تمہید ہے، یعنی قرآن نظم اور معنی کے مجموعہ کا نام ہے نہ تو فقط نظم کا نام ہے جیسا کہ انزال، کتابت اور نقل کے ذریعہ اس کی تعریف کرنا اس کی خبر دیتا ہے اور نہ صرف معنی کا نام ہے جیسا کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نظم عربی پر قدرت کے باوجود نماز میں فارسی زبان میں قراءت کرنے کو جائز قرار دینے سے وہم ہوتا ہے۔

جواب:-(ب): قرآن کی تعریف مصنف کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے۔

القرآن المنزل على الرسول عليه السلام المكتوب في المصاحف المنقول عنه نقلا متواترا بلا شبهة.

تعریف میں مذکورہ اوصاف صرف لفظ سے متعلق ہیں تو پھر یہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تعریف لفظ اور معنی دونوں پر کیسے صادق آئے گی؟ بوا ضاحت ملاحظہ کیجئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ اوصاف جس طرح الفاظ میں جاری وساری ہوتے ہیں اسی طرح الفاظ کے واسطہ سے معنی میں بھی جاری وساری ہوتے ہیں یعنی الفاظ کے واسطہ سے معنی بھی منزل، مکتوب اور منقول ہیں پس جب الفاظ کے واسطہ سے معنی بھی منزل، مکتوب اور منقول ہیں تو قرآن کی تعریف لفظ اور معنی دونوں کے مجموعہ پر صادق آئے گی نہ کے صرف لفظ پر۔ اور جب قرآن کی تعریف لفظ اور معنی دونوں کے مجموعہ پر صادق آئے گی تو دونوں کے مجموعہ کا نام قرآن ہوگا نہ کے صرف لفظ کا۔

جواب:-(ج): امام صاحبؒ کا قرآن کے نظم اور معنی کا مجموعہ ہونے کے سلسلہ میں کیا مسلک ہے؟

امام صاحبؒ کا مسلک اس سلسلہ میں یہ ہے کہ لفظ اور معنی دونوں کے مجموعہ کا نام قرآن ہے۔

کیا واقعی ان نزدیک نماز میں قرأت بزبان فارسی جائز ہے؟ ملاحظہ کیجئے۔

درمختار میں ہے کہ امام صاحبؒ حضرات صاحبین کے قول کی طرف رجوع فرما کر عربی پر قدرت رکھتے ہوئے نماز میں فارسی زبان میں قرأت قرآن کے عدم جواز کے قائل ہوگئے تھے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نور الانوار س: ۷/ص:۱۳۰

اَلْأَوَّلُ فِي وُجُوْهِ النَّظْمِ صِيْغَةً وَ لُغَةً وَالثَّانِي فِي وُجُوْهِ الْبَيَا نِ بِذَالِكَ النَّظْمِ وَهِيَ أَرْبَعَةٌ أَيْضًا: الظَّاهِرُ وَالنَّصُ وَالْمُفَسَّرُ وَالْمُحْكَمُ ،لِأَنَّهُ إِنْ ظَهَرَ مَعْنَاهُ فَإِمَّا أَنْ يَّحْتَمِلَ التَّاوِيْلَ أَوْلَا فَإِنْ احْتَمَلَهُ فَإِنْ كَانَ ظُهُوْرُ مَعْنَاهُ بِمُجَرَّدِ الصِّيْغَةِ فَهُوَ الظَّاهِرُ وَإِلَّا فَهُوَ النَّصُّ وَإِنْ لَمْ يَحْتَمِلْهُ فَإِنْ قَبِلَ النَّسْخَ فَهُوَ الْمُفَسَّرُ وَإِلَّا فَهُوَ الْمُحْكَمُ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): صیغہ اور لغت کے معنی بیان کریں۔ صیغہ اور لغت کے اعتبار سے نظم کی اقسام مع تعریفات تحریر کریں۔ الثانی کا موصوف لکھ کر وجوہ البیان، بذالک النظم کی مراد واضح کیجئے۔ (ج): بعدہ عبارت کا مطلب لکھتے ہوئے اقسام اربعہ مذکورہ کی جامع تعریف کریں۔

جواب:-(الف): ترجمہ۔

پہلی تقسیم صیغہ اور لغت کے اعتبار سے نظم کی قسموں کے بیان میں ہے۔ دوسری تقسیم اسی نظم کے بیان کے اقسام میں ہے اور یہ بھی چار ہیں ظاہر، نص، مفسر، اور محکم، کیونکہ اگر نظم کے معنی ظاہر ہوں تو وہ تاویل کا احتمال رکھیں گے یا نہیں پس اگر تاویل کا احتمال رکھیں (تو اس کی دو صورتیں ہیں) چنانچہ اگر نظم کے معنی کا ظہور محض صیغہ سے ہو تو وہ ظاہر ہے ورنہ تو وہ نص ہے اور اگر تاویل کا احتمال نہ رکھیں (تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں) پس اگر "نظم" نسخ کو قبول کرتا ہے تو وہ مفسر ہے ورنہ تو وہ محکم ہے۔

جواب:-(ب): صیغہ اور لغت کے معنی ملاحظہ فرمائیں۔

صیغہ: وہ خاص شکل ہے جو حروف، حرکات اور سکنات کی ترتیب سے حاصل

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہوتی ہے۔لیکن یہاں صیغہ سے مراد ہیئت ہے۔

لغت: اگر چہ مادہ اور ہیئت دونوں کو شامل ہے لیکن یہاں صرف مادہ مراد ہے اس لئے کہ لغت کا لفظ اس جگہ صیغہ مقابلہ میں واقع ہے اور صیغہ سے ہیئت مراد ہے تو اس کے مقابلہ میں لغت سے مادہ مراد ہوگا۔

جواب:- (ج): صیغہ اور لغت کے اعتبار سے نظم کی اقسام مع تعریفات ملاحظہ کیجئے۔

صیغہ اور لغت کے اعتبار سے نظم کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) خاص (۲) عام (۳) مشترک (۴) مئوّل۔

خاص: ہر وہ لفظ ہے جو انفراد کے طور پر کسی ایک معنی معلوم کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

عام: وہ لفظ ہے جو علی سبیل الشمول ایسے افراد کو شامل ہو جن کی حدود متفق ہوں۔

مشترک: وہ لفظ ہے جو علی سبیل الشمول ایسے افراد کو شامل ہو جن کی حقیقتیں مختلف ہوں۔

مئوّل: وہ لفظ ہے جس کا کوئی ایک معنی مجتہد کی تاویل سے راجح ہو کر متعین ہو جائے۔

الثانی کا موصوف کیا ہے اور وجوہ البیان، بذالک النظم کی مراد ملاحظہ کیجئے۔

شارح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ الثانی کا موصوف، التقسیم ہے اور "وجوہ البیان" سے مراد ظہور معنی اور خفائے معنی ہیں۔

"بذالک النظم" سے مراد پہلی مراد وہ تقسیم ہے جو خاص و عام کے بیان میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

گذر چکی ہے یعنی دوسری تقسیم اسی نظم کی جو پہلی تقسیم یعنی خاص وعام میں مذکور ہے ظہور معنی اور خفائے معنی کے اقسام میں ہے۔

جواب:-(د): مطلب ملاحظہ فرمائیں۔

مصنف علیہ الرحمہ مذکورہ عبارت میں "نظم" کی دوسری تقسیم بیان کرنا چاہتے ہیں چنانچہ فرمایا کہ "نظم" کی دوسری تقسیم ظہورِ معنی کے اعتبار سے ہے کہ "ظہور معنی" کے اعتبار سے لفظ کی چار قسمیں ہیں (۱) ظاہر (۲) نص (۳) مفسر (۴) محکم۔

شارح علیہ الرحمہ نے ان چاروں کے درمیان دلیل حصر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ لفظ کے معنی ظاہر ہوں تو دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ تاویل و تخصیص کا احتمال رکھیں گے یا تاویل و تخصیص کا احتمال نہیں رکھیں گے اگر تاویل و تخصیص کا احتمال رکھتے ہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں کیونکہ معنی کا ظہور یا تو فقط صیغہ سے ہوگا یا صیغہ اس کا ظہور نہ ہوگا بلکہ لفظ اس سے خالی نہیں کیونکہ معنی کا ظہور تو فقط صیغہ سے ہوگا یا صیغہ سے اس کا ظہور نہ ہوگا بلکہ لفظ اس کو بیان کرنے کے لئے لایا گیا ہوگا۔ اگر لفظ کے معنی کا ظہور فقط صیغہ سے ہوجاتا ہے تو یہ ظاہر ہے اور اگر نہیں ہوتا تو نص ہے معنی تاویل و تخصیص کا احتمال رکھیں تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو اس نے آپ ﷺ کے زمانہ میں نسخ کو قبول کیا ہوگا یا نسخ کو قبول نہیں کیا ہوگا۔ اگر اول ہے تو اس کو مفسر کہیں گے اور ثانی ہے تو اس کو محکم کہیں گے۔

اقسام اربعہ مذکورہ کی جامع تعریف ملاحظہ کیجئے۔

ظاہر کی تعریف: ظاہر وہ کلام ہے جس کی مراد سامع کو بلا تامل محض کلام سنتے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہی معلوم ہو جائے یعنی جب سامع اہل لسان ہو تو وہ کلام کی مراد کو محض سنتے ہی بغیر غور و فکر کئے جان لے۔

نص کی تعریف: نص وہ چیز ہے جس کے لئے کلام کو لایا گیا ہو یعنی کلام کو لانے کا جو مقصود ہو تو وہ نص کہلاتا ہے۔

مفسر کی تعریف: مفسر وہ کلام ہے جس میں نص سے زیادہ وضاحت ہو ایسے طریقہ پر کہ اس کے ساتھ تاویل اور تخصیص کا احتمال باقی نہ رہے۔

محکم کی تعریف: محکم وہ کلام ہے جس کی مراد اور مطلب نہایت قوی اور مضبوط ہو اور اس میں نسخ اور تبدیل کا احتمال ہرگز نہ ہو۔

❁❁❁

نور الانوار رس:۸/ص:۱۵

وَالثَّالِثُ فِيْ وُجُوْهِ اسْتِعْمَالِ ذٰلِكَ النَّظْمِ وَهِيَ أَرْبَعَةٌ أَيْضًا: الْحَقِيْقَةُ وَالْمَجَازُ وَالصَّرِيْحُ وَالْكِنَايَةُ، لِأَنَّهُ إِنِ اسْتُعْمِلَ فِيْ مَعْنَاهُ الْمَوْضُوْعِ لَهُ فَهُوَ حَقِيْقَةٌ أَوْفِيْ غَيْرِ الْمَوْضُوْعِ لَهُ فَمَجَازٌ ثُمَّ كُلٌّ مِنْهُمَا إِنِ اسْتُعْمِلَ بِانْكِشَافِ مَعْنَاهُ فَهُوَ الصَّرِيْحُ وَإِلَّا فَهُوَ الْكِنَايَةُ فَالصَّرِيْحُ وَالْكِنَايَةُ يَجْتَمِعَانِ مَعَ الْحَقِيْقَةِ وَالْمَجَازِ وَلِذٰلِكَ قَالَ فَخْرُ الْإِسْلَامِ: وَالْقِسْمُ الثَّالِثُ فِيْ وُجُوْهِ اسْتِعْمَالِ ذٰلِكَ النَّظْمِ وَجَرَيَانِهِ فِيْ بَابِ الْبَيَانِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): مطلب تحریر کرنے کے بعد حقیقت ومجاز، صریح اور کنایہ کی اصطلاحی تعریف کریں۔ (ج): یہ بتلائیں کہ مصنف علیہ الرحمہ فخر السلام کی عبارت پیش کر کے کیا بتلانا چاہتے ہیں؟ یہ چاروں ایک مقسم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کی اقسام ہیں یا دو مقسم کی اقسام ہیں۔

جواب:- (الف): ترجمہ۔

اور تیسری تقسیم اسی نظم کے استعمال کے اقسام میں ہے اور یہ بھی چار ہیں، حقیقت مجاز، صریح اور کنایہ، اس لئے کہ لفظ اگر اپنے معنی موضوع لہ میں مستعمل ہے تو وہ حقیقت ہے یا غیر موضوع لہ میں مستعمل تو وہ مجاز ہے پھر ان میں سے ہر ایک اگر اپنے معنی کی وضاحت کے ساتھ مستعمل ہے وہ صریح ہے ورنہ تو وہ کنایہ ہے پھر صریح اور کنایہ دونوں حقیقت اور مجاز کے ساتھ جمع ہو جاتے ہیں اسی وجہ سے فخر الاسلام نے کہا کہ تیسری تقسیم بیان معنی کے باب میں اس نظم کے استعمال اور اس کے جاری ہونے کے اقسام میں ہے۔

جواب:- (ب): عبارت کا مطلب ملاحظہ کیجئے۔

منصب علیہ الرحمہ نے مذکورہ عبارت میں اس لفظ کی تیسری تقسیم کو بیان کیا ہے جو استعمال کے اعتبار سے معنی پر دلالت کرتا ہے، بہر حال استعمال کے اعتبار سے لفظ کی چار قسمیں ہیں (۱) حقیقت (۲) مجاز (۳) صریح (۴) کنایہ۔ دلیلِ حصر یہ ہے کہ لفظ اپنے معنی موضوع لہ میں استعمال ہوگا یا نہیں اول کو حقیقت اور ثانی کو مجاز کہیں گے پھر ان دونوں میں سے ہر ایک یا تو اس طرح مستعمل ہوگا کہ اس کے معنی واضح ہوں گے یا اس طرح مستعمل ہوگا کہ اس کے معنی واضح نہ ہوں گے بلکہ مستور ہوں گے اول کو صریح اور ثانی کو کنایہ کہیں گے۔

فالصریح الخ سے ایک اعتراض کا جواب دینا چاہتے ہیں۔

سوال: یہ ہے کہ ایک تقسیم کے اقسام کے درمیان تباین اور اختلاف ہوتا ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حالانکہ مذکورہ ''اقسام'' حقیقت، مجاز، صریح اور کنایہ کے درمیان تباین اور اختلاف نہیں ہے بلکہ ''صریح اور کنایہ'' حقیقت کے ساتھ بھی جمع ہوجاتے ہیں اور مجاز کے ساتھ بھی جمع ہوجاتے ہیں۔

جواب: یہ ہے کہ صریح اور کنایہ میں دو مذہب ہیں ایک مذہب علامہ فخر الاسلام رحمہ اللہ کا ہے اور دوسرا مذہب صاحب توضیح کا ہے علامہ فخر الاسلام کا مذہب تو یہ ہے کہ یہ ایک تقسیم نہیں ہے بلکہ دو تقسیمیں ہیں چنانچہ حقیقت اور مجاز استعمال کے اعتبار سے لفظ کی دو قسمیں ہیں اور صریح اور کنایہ جاری ہونے کے اعتبار سے لفظ کی دو قسمیں ہیں اور تقسیم کے اقسام دوسری تقسیم کے اقسام کے ساتھ جمع ہوسکتے ہیں لہٰذا صریح اور کنایہ کے حقیقت اور مجاز کے ساتھ جمع ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

صاحب توضیح کا مذہب یہ ہے کہ ''صریح اور کنایہ'' حقیقت اور مجاز کی قسم نہیں ہیں بلکہ حقیقت اور مجاز کی قسمیں ہیں، یعنی لفظ کی دو قسمیں ہیں حقیقت، مجاز پھر ان میں ہر ایک کی دو قسمیں ہیں، صریح، کنایہ اور ایک تقسیم کے اقسام کے درمیان اور تباین شرط ہے اقسام اور مُقَسَّم کے درمیان تباین شرط نہیں ہے پس چونکہ حقیقت اور مجاز مقسم کی حیثیت رکھتے ہیں اور صریح و کنایہ ان کے اقسام کی اس لئے صریح و کنایہ کے حقیقت اور مجاز کے ساتھ جمع ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حقیقت و مجاز، صریح و کنایہ کی اصطلاحی تعریف ملاحظہ کیجئے۔

حقیقت: اس لفظ کا نام ہے، جس سے وہ معنی مراد ہوں جس کے لئے وہ لفظ وضع کیا گیا ہے۔

مجاز: اس لفظ کا نام ہے جس سے معنی غیر موضوع لہ مراد ہوں اس مناسبت کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وجہ سے جو معنی موضوع لہٗ اور غیر موضوع لہٗ کے درمیان پائی جاتی ہے۔

صریح: وہ لفظ ہے جس کی مراد بالکل ظاہر ہو کہ لفظ بولتے ہی اس کی مراد ذہن میں آجائے۔ جیسے بعت، اشتریت وغیرہ۔

کنایہ: وہ لفظ ہے جس کی مراد پوشیدہ ہو اور بغیر قرینہ کے مفہوم نہ ہوتی ہو۔ جیسے انتِ بائن جبکہ طلاق کی نیت کی ہو۔

جواب:- (ج): مصنف علیہ الرحمہ علامہ فخر الاسلامؒ کی عبارت پیش کر کے کیا بتلانا چاہتے ہیں؟

مصنف علیہ الرحمہ نے فخر الاسلامؒ کی عبارت کو پیش کر کے اس اعتراض کو دفع کرنا چاہتے ہیں جو مطلب کے تحت گذر چکا ہے۔

یہ چاروں ایک مقسم کے اقسام یا دو مقسم کے اقسام ہیں؟

یہ چاروں دو مقسم کے اقسام ہیں عبارت سے یہی سمجھ میں آتا ہے۔

❁❁❁

نورالانوار ص: ۹ ص: ۱۴۰

وَالرَّابِعُ فِیْ مَعْرِفَةِ وُجُوْهِ الْوُقُوْفِ عَلَى الْمُرَادِ أَیِ التَّقْسِیْمُ الرَّابِعُ فِیْ مَعْرِفَةِ طُرُقِ وُقُوْفِ الْمُجْتَهِدِ عَلٰى مُرَادِ النَّظْمِ وَهُوَ وَإِنْ كَانَ فِی الظَّاهِرِ مِنْ صِفَاتِ الْمُجْتَهِدِ لٰكِنَّهٗ یَئُوْلُ إِلٰى حَالِ الْمَعْنٰى وَبِوَاسِطَتِهٖ إِلَى اللَّفْظِ وَلِذَا قِیْلَ إِنَّ هٰذَا التَّقْسِیْمَ لِلْمَعْنٰى دُوْنَ اللَّفْظِ وَهِیَ أَرْبَعَةٌ أَیْضًا: الْاِسْتِدْلَالُ بِعِبَارَةِ النَّصِّ وَبِإِشَارَتِهٖ وَبِدَلَالَتِهٖ وَبِاقْتِضَائِهٖ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): مطلب کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وضاحت کیجئے۔ (ج): نیز عبارت میں ذکر کردہ چاروں اقسام کی تعریف مع امثلہ تحریر کیجئے۔

جواب:- (الف): ترجمہ۔

اور چوتھی تقسیم مراد پر مطلع ہونے کے طریقوں کی معرفت میں ہے یعنی چوتھی تقسیم مرادِ نظم پر مجتہد کے مطلع ہونے کے طریقوں کی معرفت میں ہے اور واقف ہونا اگرچہ بظاہر مجتہد کی صفات میں سے ہے لیکن وہ معنی کے حال کی طرف راجع ہے اور معنی کے واسطہ سے لفظ کی طرف۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ یہ تقسیم معنی کی ہے نہ کہ لفظ کی اور یہ بھی چار ہیں۔ استدلال بعبارۃ النص، استدلال باشارۃ النص، استدلال بدلالۃ النص، استدلال باقتضاء النص۔

جواب:- (ب): عبارت کا مطلب ملاحظہ کیجئے۔

ماتن علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ چوتھی تقسم اس اعتبار سے ہے کہ مجتہد نظم اور لفظ کی مراد سے کس طرح واقف ہوگا لیکن اس پر اشکال ہوگا کہ چوتھی تقسیم کو کتاب اللہ کی تقسیمات میں سے شمار کرنا غلط ہے کیونکہ کتاب کی تقسیمات وہ ہیں جو نظم اور معنی کی تقسیمات ہیں اور یہ تقسیم وقوف کی تقسیم ہے اور واقف ہونا مجتہد کی صفت ہے پس جب واقف ہونا مجتہد کی صفت ہے اور چوتھی تقسیم وقوف کی تقسیم ہے تو چوتھی تقسیم کو کتاب اللہ کی تقسیمات میں شمار کرنا کس طرح درست ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ مراد نظم سے واقف ہونا اگرچہ بظاہر مجتہد کی صفت ہے لیکن وہ معنی کے حال کی طرف راجع ہے یعنی مجتہد یہ دیکھے گا کہ معنی اور مراد کس طرح ثابت ہے عبارۃ النص سے ثابت ہے یا اشارۃ النص سے یا دلالۃ النص سے یا اقتضاء النص سے۔ پھر معنی کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

واسطہ سے لفظ کی طرف راجع ہوگا یعنی لفظ اس معنی پر عبارۃ النص کے ساتھ دلالت کرتا ہے یا اشارۃ النص کے ساتھ، بہرحال مجتہد کا علم وتوقف لفظ اور معنی دونوں سے مستفاد ہے لیکن اس تقسیم میں چونکہ معنی اصل اور لفظ تابع ہے اس لئے اس تقسیم کو معنی کی تقسیم قرار دیا گیا ہے اور لفظ کی تقسیم قرار نہیں دیا گیا ہے۔

جواب:-(ج): عبارت میں ذکر کردہ چاروں اقسام کی تعریف مع امثلہ ملاحظہ کیجئے۔

(۱) عبارۃ النص: وہ کلام ہے جو ان معانی پر دلالت کرے کہ جن کے لئے اس کو لایا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد "فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث و رباع" یہ آیت اباحت نکاح میں عبارۃ النص ہے۔

(۲) اشارۃ النص: وہ عبارت ہے جس سے ایسا حکم ثابت ہو جس کے لئے کلام نہ لایا گیا ہو بلکہ محض غور وفکر سے وہ حکم مفہوم ہوتا ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول "للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم" کہ کلام درحقیقت استحقاق مال غنیمت کو بیان کرنے کے لئے لایا گیا ہے لہٰذا اس معنی میں نص ہے اور مہاجرین کا فقر نظم نص سے (بغیر کسی تامل کے) لفظ فقر سے ثابت ہو رہا ہے لہٰذا اس معنی میں ظاہر ہے اور یہی کلام اس معنی میں اشارۃ النص ہے کہ ان مہاجرین کی ملکیت اس مال سے زائل ہوگئی جس کو وہ چھوڑ آئے تھے اس لئے کہ اگر اموال ان کی ملکیت میں باقی رہیں تو ان کا فقر ثابت نہ ہوگا۔

(۳) دلالت النص: وہ کلام ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو نفس لفظ سے ثابت نہ ہو بلکہ ایسی علت سے ثابت ہو جس کو وہ شخص سمجھ سکے جو اہل زبان ہو جیسا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کہ اللہ تعالیٰ کا قول ”ولا تقل لھما اف“ یہ عبارۃ النص ہے حرمت تافیف میں علت اذی کی وجہ سے اور دلالت النص ہے حرمت ضرب پر اس لئے کہ یہ آیت حرمت ضرب پر دلالت کر رہی ہے علت اذی کی وجہ سے جس علت کو اہل زبان بغیر تأمل کے سمجھتے ہیں نہ کہ عین لفظ کی وجہ سے۔

(۴) اقتضاء النص: وہ کلام ہے کہ جو ایسے معانی پر دلالت کرے جس کا نص عقلاً یا شرعاً تقاضہ کرے اس طریقہ پر کہ نص کے معنی درست نہ ہو مگر اسی معنی کی تقدیر سے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ”وسئل القریۃ“ یہ کلام عقلاً اس وقت تک درست نہ ہوگا جب تک کہ لفظ ”قریۃ“ سے پہلے لفظ اہل مقدر نہ مان لیا جائے اس لئے کہ سوال قریہ سے نہیں ہوسکتا ہے بلکہ قریہ کے باشندوں سے ہوگا۔

❁❁❁

نورالانوار درس: ۱۰ / ص: ۱۶

وَبَعْدَ مَعْرِفَةِ هٰذِهِ الْأَقْسَامِ قِسْمٌ خَامِسٌ يَشْمَلُ الْكُلَّ أَيْ بَعْدَ مَعْرِفَةِ هٰذِهِ الْأَقْسَامِ الْعِشْرِيْنَ الْحَاصِلَةِ مِنَ التَّقْسِيْمَاتِ الْأَرْبَعَةِ تَقْسِيْمٌ خَامِسٌ يَشْمَلُ كُلًّا مِنَ الْعِشْرِيْنَ وَ هُوَ أَرْبَعَةٌ أَيْضًا معْرِفَةُ مَوَاضِعِهَا وَ مَعَانِيْهَا وَ تَرْتِيْبِهَا وَ أَحْكَامِهَا.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب) مطلب تحریر کرتے ہوئے بتائے کہ ماتن نے ”قسم خامس“ کہا اور شارح نے اس کی وضاحت تقسیم خامس سے کی ہے ایسا کیوں کیا؟ (ج) قسم اور تقسیم کے فرق کو واضح کریں اور مواضع، معانی، ترتیب اور احکام ہر ایک کی تشریح مثالوں کی روشنی میں کیجئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب:-(الف): ترجمہ۔

اور ان اقسام کی معرفت کے بعد ایک پانچویں تقسیم ہے جو سب کو شامل ہے یعنی ان بیس قسموں کی معرفت کے بعد جو تقسیمات اربعہ سے حاصل ہوئی ہے ایک پانچویں تقسیم ہے جو ان بیس قسموں میں سے ہر ایک کو شامل ہے اور یہ بھی چار ہیں ان کی اقسام کے مواضع کی معرفت، ان کے معانی کی معرفت، ان کی ترتیب کی معرفت، اور ان کے احکام کی معرفت۔

جواب:-(ب): مطلب ملاحظہ کیجئے۔

مصنف فرماتے ہیں کہ مذکورہ چاروں تقسیموں سے حاصل شدہ بیس قسموں کی اجمالی معرفت کے بعد ایک پانچوی تقسیم کا بیان ہے جس کے تحت چار قسمیں ہیں۔

(۱) مذکورہ بیس قسموں کے ماخذ اشتقاق یعنی مشتق منہ کی معرفت مثلاً: ''خاص'' خصوص سے مشتق ہے جس کے معنی منفرد اور تنہا ہونے کے ہیں، اور ''عام'' عموم سے مشتق ہے جس کے معنی شامل ہونے کے ہیں، اور ''مشترک'' اشتراک سے مشتق ہے جس کے معنی شریک ہونے کے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

(۲) مذکورہ بیس قسموں کے معانی یعنی اصطلاحی تعریفوں کی معرفت مثلاً اصولِ فقہ کی اصطلاح میں خاص: ایسے لفظ کو کہتے ہیں جو بطور انفراد ایسے معنی کے لئے وضع کیا گیا ہو جو سامع کو معلوم ہوں۔

(۳) مذکورہ بیس اقسام کے درمیان ترتیب یعنی دلیل پیش کرنے والا تعارض کے وقت راجح اور مرجوح کو پہچان کر راجح کو مقدم کرے گا جیسا کہ ظاہر اور نص کے درمیان تعارض کے وقت نص کو ظاہر پر مقدم کیا جائے گا۔ مثلاً آپ ﷺ کا ارشاد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

"اشربوا من ابوالهای و البانها" کہ تم صدقات کے اونٹوں کا پیشاب اور دودھ پیو، سبب شفاء کے بیان میں نص ہے اور پیشاب پینے کی اجازت میں ظاہر ہے اور آپ ﷺ کا قول "استنزهوا من البول" کہ پیشاب سے بچو کیونکہ عام طور پر عذاب قبر اسی کی وجہ سے ہوتا ہے، پیشاب سے بچنے کے واجب ہونے میں نص ہے، پس نص ظاہر پر راجح ہوگی اور پیشاب کا پینا بالکل حرام ہوگا۔

(۴) مذکورہ بیس اقسام کے احکام یعنی کونسی قسم کا حکم قطعی ہے اور کونسی قسم کا حکم ظنی ہے اور کونسی واجب التوقف ہے۔

مثلاً: خاص قطعی ہے، عام مخصوص منہ البعض ظنی ہے اور متشابہ واجب التوقف ہے۔ بہر حال جب ان چاروں کو بیس میں ضرب دیا جائے گا تو اسی قسمیں ہوں گی اور تقسیمات پانچ ہوں گی۔

<u>ماتن نے "قسم خامس" کہا اور شارح نے اس کی وضاحت تقسیم خامس سے کی ہے اس کی وجہ ملاحظہ فرمائیں۔</u>

شارح کے نزدیک ماتن کی عبارت میں تسامح ہے۔ اس لئے کہ قسم صرف ایک چیز کو شامل ہوتی ہے اور تقسیم کثیر چیزوں کو شامل ہوتی ہے اور یہاں ایک قسم نہیں ہے بلکہ چند قسمیں ہیں۔

نیز قسم اور تقسیم کے فرق کو ملاحظہ فرمائیں۔

قسم کہتے ہیں جو صرف ایک چیز کو شامل ہو۔

تقسیم کہتے ہیں جو کثیر چیزوں ک شامل ہو۔

مواضع، معانی، ترتیب، اور احکام ہر ایک کی تشریح مع امثلہ مطلب کے تحت آچکی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

❁❁❁

نور الانوار رس: ۱۱ ر ص: ۱۷

أَمَّا الْخَاصُّ فَكُلُّ لَفْظٍ وُضِعَ لِمَعْنًى مَعْلُوْمٍ عَلَى الْإِنْفِرَادِ وَ أَمَّا ذِكْرُ كَلِمَةِ كُلٍّ فَإِنَّهُ وَإِنْ كَانَ مُسْتَنْكَرًا فِي التَّعْرِيْفَاتِ فِيْ اصْطِلَاحِ الْمَنْطِقِ وَ لٰكِنَّ الْقَصْدَ هٰهُنَا لِبَيَانِ الْإِطْرَادِ وَ الضَّبْطِ وَ هُوَ إِنَّمَا يَحْصُلُ بِلَفْظِ كُلٍّ وَهُوَ إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ خُصُوْصَ الْجِنْسِ أَوْ خُصُوْصَ النَّوْعِ أَوْ خُصُوْصَ الْعَيْنِ .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔(ب) فوائد و قیود تحریر کرنے کے بعد خاص کی اور اس کے تینوں اقسام کی جامع تعریف اور خاص کا حکم تحریر کیجئے۔اور خاص کے حکم کی کم از کم دو مثالیں بوضاحت تحریر کیجئے۔(ج) نیز مطلب بوضاحت تحریر کریں۔

جوب:-(الف) ترجمہ۔

بہر حال خاص ہر وہ لفظ ہے جو انفراد کے طور پر کسی ایک معنی کے لئے وضع کیا گیا ہو اور کلمہ کل کا ذکر منطق کی اصطلاح میں اگر چہ برا ہے لیکن یہاں تعریف کو جامع اور مانع بیان کرنا مقصود ہے اور یہ لفظ کل سے حاصل ہوتا ہے اور خاص، خاص الجنس ہوگا یا خاص النوع ہوگا یا خاص العین ہوگا۔

جواب:-(ب): فوائد و قیود۔

مذکورہ تعریف میں ''کل لفظ'' جنس ہے جو تمام الفاظ کو شامل ہے الفاظ خواہ مہمل ہوں خواہ معنی دار ہوں اور ''وضع لمعنی'' پہلی فصل ہے جو مہمل الفاظ کو خاص کی تعریف سے خارج کرتی ہے کیونکہ مہمل کسی معنی کے لئے وضع نہیں ہوتا ہے اور ''معلوم''

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دوسری فصل ہے یا تو اس کے معنی معلوم المراد ہوں کے گے یا اس کے معنی معلوم البیان ہوں گے اگر لفظ معلوم کے معنی معلوم المراد کے ہوں تو لفظ معلوم کی قید کے ذریعہ مشترک خاص کی تعریف سے خارج ہوجائے گا اور اگر لفظ معلوم کے معنی معلوم البیان کے ہوں تو اس قید کے ذریعہ مشترک خاص کی تعریف سے خارج نہ ہوگا بلکہ مشترک اور عام دونوں علی الانفراد کی قید کے ذریعہ خاص کی تعریف سے خارج ہوں گے۔

خاص اور اس کی تینوں اقسام کی جامع تعریف اور خاص کا حکم مع امثلہ ملاحظہ فرمائیں۔

خاص کی تعریف: خاص ہر وہ لفظ ہے جو انفراد کے طور پر کسی ایک ہی معنی معلوم کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

خاص کا حکم: یہ ہے کہ وہ اپنے مخصوص کو قطعی طور پر شامل ہوتا ہے۔ اور وہ کسی بیان اور وضاحت کا بالکل احتمال نہیں رکھتا ہے۔

خاص کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) خاص الجنس، (۲) خاص النوع، (۳) خاص العین۔

خاص الجنس: کہتے ہیں کہ معنی کے اعتبار سے اس کی جنس خاص ہو اگر چہ اس کے مصداق متعدد ہوں جیسے: انسان وغیرہ۔

خاص النوع: کہتے ہیں کہ معنی کے اعتبار سے اس کی نوع خاص ہو اگر چہ اس کے مصداق متعدد ہوں جیسے: رجل: وغیرہ۔

خاص العین: کہتے ہیں کہ معنی کے اعتبار سے معین شخص ہو اگر چہ اس کا مصداق معین نہ ہوں جیسا کہ زید، عمرو وغیرہ۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خاص کے حکم کی مثالیں بواضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی مثال: تعدیل ارکان یعنی رکوع، سجدہ، قومہ جلسہ کو اطمینان کے ساتھ ادا کرنا طرفین کے نزدیک واجب ہے اور امام شافعیؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک رکوع اور سجدہ کی طرح تعدیل ارکان بھی فرض ہے۔ ان حضرات کی دلیل حدیث اعرابی ہے۔ یہ حدیث تعدیل ارکان کے فرض ہونے پر دلالت کرتی ہے کیوں کہ اللہ کے رسول نے تعدیل ارکان کے فوت ہونے پر نماز کی نفی فرمائی ہے اور نماز کی نفی ترک فرض سے ہوتی ہے نہ کہ ترک واجب یا ترک سنت سے۔ پس ثابت ہوا کہ تعدیل ارکان فرض ہے۔

طرفین کی طرف سے جواب یہ ہے کہ باری تعالیٰ کا قول۔

جواب: "وارکعوا و اسجدوا" خاص ہے اور معنی معلوم کے لئے وضع کیا گیا ہے اور ہمارے نزدیک چونکہ تفسیر اور توضیح کا احتمال نہیں رکھتا ہے اس لئے حدیث اعرابی کو باری تعالیٰ کے قول "وارکعوا و اسجدوا" کیلئے بیان تفسیر قرار نہیں دیا جاسکتا ہے، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے حدیث اعرابی اس آیت کے لئے ناسخ ہے مگر یہ بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ حدیث اعرابی خبر واحد ہے اور خبر احد سے کتاب اللہ کو منسوخ کرنا جائز نہیں ہے۔ اب مناسب یہ ہے کہ کتاب وسنت میں سے ہر ایک کے مرتبہ کی رعایت کی جائے یعنی رکوع اور سجدہ جو کتاب سے ثابت ہیں ان کو فرض قرار دیا جائے اور تعدیل ارکان جو سنت سے ثابت ہے اس کو واجب قرار دیا جائے۔ کیونکہ خبر واحد سے جو حکم ثابت ہوتا ہے وہ واجب ہوتا ہے اس لئے تعدیل ارکان فرض نہ ہوگا بلکہ واجب ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دوسری مثال: امام مالکؒ کے نزدیک وضوء میں ''ولاء'' یعنی پے در پے مسلسل ایسے طریقہ پر اعضاء کو دھونا کہ پہلا عضو خشک نہ ہونے پائے فرض اور شرط ہے۔ اور دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس پر مداومت فرمائی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آیت وضوء میں ''ولاء'' کی شرط لگانا باطل ہے کیوں کہ آیت وضوء میں دو باتوں کا حکم دیا گیا ہے ایک غسل کا اور دوسرا مسح کا اور یہ دونوں خاص ہیں معنی معلوم کے لئے وضع کیے گئے ہیں۔ پس ''ولاء'' کے شرط اور فرض ہونے کو ثابت کرنے کے لئے پیش کردہ احادیث کو آیت وضوء کے لئے بیان قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ خاص کسی بھی طرح کے بیان کا احتمال نہیں رکھتا ہے اور یہ حدیث آیت کے لئے ناسخ بھی نہیں ہوسکتی اس لئے کہ یہ خبر واحد ہے اور اس کے ذریعہ کتاب اللہ کو منسوخ کرنا درست نہیں ہے۔ پس کتاب اور سنت دونوں کے مرتبہ کا خیال کرتے ہوئے ہم غسل اور مسح جو کتاب سے ثابت ہیں ان کو فرض کہیں گے اور ولاء جو کہ سنت سے ثابت ہے اس کو مسنون قرار دیں گے۔

نوٹ۔ مناسب تو یہ تھا کہ وضوء میں ولاء وغیرہ کو واجب قرار دیا جاتا جیسے کہ تعدیل ارکان کو نماز میں واجب قرار دیا گیا ہے لیکن کیونکہ وضوء میں بالاتفاق کوئی واب نہیں ہے اس لئے وجوب سے اتر کر اس کو مسنون قرار ادیا گیا ہے۔

<u>جواب:۔(ج): عبارت کا مطلب ملاحظہ کیجئے۔</u>

ماتن نے مذکورہ عبارت میں خاص کی تعریف اور اسکی تقسیم بیان کی ہے فرماتے ہیں کہ خاص ہر وہ لفظ ہے جو انفراد کے طور پر کسی ایک معنی معلوم کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

<u>''و أما ذکر الخ'' سے ایک اعتراض اور اس کا جواب تحریر کیا ہے۔</u>

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اعتراض: یہ ہے کہ ماتن نے خاص کی تعریف کرتے ہوئے کلمہ کل کا ذکر کیا ہے اور کلمہ کل افراد کے احاطہ کے لئے آتا ہے نہ بیان ماہیت کے لئے حالانکہ تعریف ماہیت کے ذریعہ کی جاتی ہے نہ کہ افراد کے ذریعہ پس مقام تعریف میں کلمہ کل کا ذکر کرنا کسی طرح درست نہیں ہے۔

جواب: یہ ہے کہ کلمہ کل کا ذکر مناطقہ کی اصطلاح میں اگرچہ ناپسندیدہ اور برا ہے مگر تعریف کو جامع اور مانع کرنے کے لئے اصولیین کے نزدیک کلمہ کل کا ذکر کرنا پسندیدہ اور حسن ہے اور ایسا ہوسکتا ہے کے ایک چیز ایک کی اصطلاح میں پسندیدہ ہو اور دوسرے کی اصطلاح میں ناپسندیدہ ہو لہٰذا اب کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

وهو إما أن يكون الخ سے خاص کی تقسیم کی ہے جس کی وضاحت گذر چکی ہے۔

❁❁❁

نور الانوار رس: ۱۴۳۰ھ ص ۱۸

وَحُكْمُهُ أَنْ يَتَنَاوَلَ الْمَخْصُوصَ قَطْعًا وَلَا يَحْتَمِلُ الْبَيَانَ لِكَوْنِهِ بَيِّنًا هٰذَا حُكْمٌ آخَرُ مُقَوٍّ لِلْحُكْمِ الْأَوَّلِ وَكَأَنَّهُمَا مُتَّحِدَانِ وَلٰكِنَّ الْأَوَّلَ لِبَيَانِ الْمَذْهَبِ وَالثَّانِيْ لِنَفْيِ قَوْلِ الْخَصْمِ فَلَا يَجُوزُ إِلْحَاقُ التَّعْدِيْلِ بِأَمْرِ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ عَلٰى سَبِيْلِ الْفَرْضِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب) خط کشیدہ کلمات کے مرادی معنی متعین کرتے ہوئے مطلب تحریر کیجئے۔ (ج) نیز تعدیلِ ارکان کے مسئلہ میں حنفیہ اور شافعیہ کے اختلاف کی وضاحت کرنے کے بعد بتایئے کہ خاص، بیان تقریر، بیانِ تغیر اور بیان تبدیل کا احتمال رکھتا ہے یا نہیں؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب:-(الف): ترجمہ۔

اور خاص کا حکم یہ ہے کہ اپنے مخصوص کو قطعی طور پر شامل ہوتا ہے اور وہ بذاتِ خود واضح ہونے کی وجہ سے وضاحت کا احتمال نہیں رکھتا ہے یہ دوسرا حکم پہلے حکم کے لئے مقوی ہے گویا دونوں متحد ہیں لیکن اول مذہب کو بیان کرنے کے لئے ہے اور ثانی مخالف کے قول کی نفی کے لئے ہے پس تعدیلِ ارکان کو رکوع اور ع سجدہ کے امر کے ساتھ فرض کے طور پر لاحق کرنا جائز نہیں ہے۔

جواب:-(ب): خط کشیدہ کلمات کے مرادی معنی ملاحظہ کیجئے۔

حکمہ: "خاص کا حکم" اس سے مراد خاص کا وہ اثر ہے جو اس پر مرتب ہوتا ہے اور یہی فقہاء کے درمیان مشہور ہے۔(حاشیہ)

المخصوص: اس سے مراد خاص کا مدلول ہے خواہ متشخص ہو یا کلی ہو، ایسا امر جزئی مراد نہیں ہے جو افراد کے درمیان مشترک نہ ہو۔(حاشیہ)

قطعا: سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے مدلول کے علاوہ کسی دوسری چیز کا احتمال نہیں رکھتا۔

البیان: سے مراد بیانِ تفسیر ہے۔

التعدیل: سے مراد طمانینت یعنی رکوع، سجدہ، قومہ اور جلسہ کو اطمینان سے ادا کرنا ہے۔

عبارت کا مطلب ملاحظہ فرمائیں۔

مصنف علیہ الرحمہ نے مذکورہ عبارت میں خاص کا حکم بیان کیا ہے۔

فرمایا کہ خاص کا حکم یہ ہے کہ خاص اپنے مخصوص یعنی اپنے مدلول کو قطعی اور یقینی طور پر اس طرح شامل ہوتا ہے کہ اس میں غیر کا احتمال بالکل نہیں ہوتا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ولا یحتمل الخ سے مصنف علیہ الرحمہ خاص کا دوسرا حکم بیان کیا ہے۔
فرمایا کہ خاص کا دوسرا حکم یہ ہے کہ وہ بذاتِ خود واضح ہونے کی وجہ سے کسی تفسیر اور توضیحی بیان کا احتمال نہیں رکھتا ہے اور یہ حکم پہلے حکم کے لئے مقوی ہے گویا دونوں حکم متحد اور آپس مین متلازم ہیں۔ کیونکہ خاص کا اپنے مخصوص یعنی مدلول کو قطعی طور پر شامل ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ وہ بیان تفسیر کا احتمال نہ رکھے، اتنا فرق ضروری ہے کہ حکم اول یعنی ان یتناول المخصوص الخ مذہب حنفی کو بیان کرنے کے لئے ہے کیونکہ علماء احناف کے نزدیک خاص کا حکم قطعی ہوتا ہے اگر چہ امام شافعی رحمہ اللہ اور شیخ ابو منصور ماتریدی کے نزدیک ظنی ہوتا ہے۔ اور دوسرا حکم یعنی لا یحتمل الخ امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کی نفی کے لئے ہے کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک خاص بیان تفسیر کا احتمال رکھتا ہے۔

جواب: (ج) نیز تعدیلِ ارکان کے مسئلہ میں حنفیہ اور شافعیہ کے اختلاف کی وضاحت ملاحظہ کیجئے۔

مسئلہ یہ ہے کہ تعدیلِ ارکان یعنی رکوع، سجدہ، قومہ اور جلسہ کو اطمینان کے ساتھ ادا کرنا حنفیہ کے نزدیک واجب ہے، فرض نہیں۔ البتہ باری تعالیٰ کے قول "وارکعوا واسجدو" کی وجہ سے نفسِ رکوع اور سجدہ فرض ہے اور شافعیہ کے نزدیک رکوع اور سجدہ کی طرح تعدیلِ ارکان بھی فرض ہے۔

"خاص" بیانِ تقریر، بیانِ تفسیر، بیانِ تغیر اور بیانِ تبدیل کا احتمال رکھتا ہے یا نہیں؟

شافعیہ کے نزدیک "خاص" بیانِ تقریر، بیانِ تغیر اور بیانِ تبدیل کا تو احتمال نہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

رکھتا البتہ بیانِ تفسیر کا احتمال رکھتا ہے۔

حنفیہ کے نزدیک "خاص" بیانِ تفسیر کا تو احتمال نہیں رکھتا البتہ باقی کا احتمال رکھتا ہے۔

❀❀❀

نور الانوار ص:۱۳۰ / س:۲۰

وَبَطَلَ شَرْطُ الْوَلَاءِ وَالتَّرْتِيْبِ وَالتَّسْمِيَةِ وَالنِّيَّةِ فِيْ آيَةِ الْوُضُوءِ يَعْنِيْ إِذَا كَانَ الْخَاصُّ لَايَحْتَمِلُ الْبَيَانَ فَبَطَلَ شَرْطُ الْوَلَاءِ كَمَا شَرَطَهُ مَالِكٌ وَشَرْطُ التَّرْتِيْبِ وَالنِّيَّةِ كَمَا شَرَطَهُمَا الشَّافِعِيُّ وَشَرْطُ التَّسْمِيَةِ كَمَا شَرَطَهُ أَصْحَابُ الظَّوَاهِرِ فِيْ آيَةِ الْوُضُوْءِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔ (ب) خاص کی تعریف اور اس کے دونوں حکم قلم بند کیجیے۔ (ج) نیز مذکورہ عبارت کو حل کرتے ہوئے ہر ایک مسئلہ کی تشریح کیجیے۔

جواب:- (الف): ترجمہ۔

اور آیتِ وضوء میں ولاء، ترتیب، تسمیہ اور نیت کی شرط باطل ہو جائے گی، یعنی جب خاص بیان کا احتمال نہیں رکھتا ہے تو آیتِ وضوء میں ولاء کی شرط لگانا جیسا کہ امام مالک نے اس کو شرط قرار دیا ہے اور ترتیب اور نیت کی شرط لگانا جیسا کہ امام شافعیؒ نے ان کو شرط قرار دیا ہے اور تسمیہ کی شرط لگانا جیسا اصحابِ ظواہر نے اس کو شرط قرار دیا ہے۔ باطل ہے۔

جواب:- (ب): خاص کی تعریف اور اس کے دونوں حکم ملاحظہ کیجیے۔

خاص کی تعریف: خاص ہر وہ لفظ ہے جو انفراد کے طور پر کسی ایک معنی معلوم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

حکم:-(۱): یہ ہے کہ خاص اپنے مخصوص یعنی اپنے مدلول کو قطعی اور یقینی طور پر اس طرح شامل ہوتا ہے کہ اس میں غیر کا احتمال بالکل نہیں ہوتا۔

(۲): یہ ہے کہ خاص بذاتِ خود واضح ہونے کی وجہ سے کسی تفسیری اور توضیحی بیان کا احتمال نہیں رکھتا ہے۔

جواب:-(ج): نیز مذکورہ عبارت میں ذکر کردہ ہر ایک مسئلہ کی وضاحت ملاحظہ کیجئے۔

اس عبارت میں مصنف علیہ الرحمہ نے خاص کے حکم پر تفریع پیش کی ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک وضو میں "ولاء" یعنی پے در پے مسلسل ایسے طریقہ پر اعضاء کو دھونا کہ پہلا عضو خشک نہ ہو پائے شرط ہے، دلیل یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر مداومت فرمائی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وضوء میں ترتیب اور نیت فرض ہیں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے ترتیب کے فرض ہونے پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے "لا یقبل اللہ صلاۃ إمرء حتی یضع الطهور فی موضعه فیغسل وجهه ثم یدیه" اور نیت کے فرض ہونے پر "إنما الا عمال بالنیات" سے استدلال کیا ہے اور اصحابِ ظواہر کے نزدیک وضوء میں بسم اللہ کہنا فرض ہے، دلیل یہ حدیث ہے "لا وضوء لمن لم یسم" یعنی بغیر تسمیہ کے وضو نہیں ہوگا۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ آیتِ وضو" اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوهكم الخ" میں "ولاء، تسمیہ، ترتیب اور نیت" کی شرط لگانا باطل ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کیونکہ آیتِ وضو میں اللہ تعالیٰ نے ہم کو دو باتوں کا حکم فرمایا ہے ایک غسل کا، دوم مسح اور یہ دونوں خاص ہیں معنیٰ معلوم کے لئے وضع کئے گئے ہیں اس لئے کہ غسل کے معنیٰ پانی بہانے کے ہیں اور مسح کے معنیٰ تر ہاتھ پھیرنے کے ہیں پس مذکورہ چیزوں یعنی ولاء وغیرہ کے شرط اور فرض ہونے کو ثابت کرنے کے لئے مخالفین حضرات (یعنی امام شافعی، امام مالک اور اصحابِ ظواہر رحمہم اللہ) کی طرف سے پیش کردہ احادیث کو خاصِ کتاب یعنی آیتِ وضو کے لئے بیانِ تفسیر قرار نہیں دیا جاسکتا ہے کیونکہ خاص بذاتِ خود واضح ہونے کی وجہ سے بیان کا احتمال نہیں رکھتا ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ ان احادیث کو آیتِ وضوء کے لئے ناسخ مان لیا جائے یہ بھی ممکن نہیں ہے کیونکہ کتاب اللہ کو اخبارِ آحاد کے ذریعہ منسوخ کرنا درست نہیں ہے، اب آخری بات شارح رحمہ اللہ نے یہ بیان کی ہے کہ کتاب وسنت میں سے ہر ایک کے مرتبہ کی رعایت کی جائے اور جس چیز کا ثبوت کتاب اللہ سے ہو (غسل اور مسح) اس کو فرض قرار دیا جائے کیونکہ کتاب اللہ قطعی دلیل ہے اور قطعی دلیل سے فرض ثابت ہوتا ہے اور جس چیز کا ثبوت احادیث اور اخبارِ آحاد سے ہو (والاء، تسمیہ، ترتیب اور نیت) مناسب تو یہ تھا کہ وضوء میں ان کو واجب قرار دیا جائے مگر چونکہ وضو میں بالاتفاق کوئی واجب نہیں ہے اس لئے ہم وجوب سے اتر کر مذکورہ چیزوں کے مسنون ہونے کے قائل ہو گئے۔

اخبارِ آحاد سے کیا مراد ہے؟

اخبارِ آحاد سے مراد وہ روایتیں ہیں جن کو ہر زمانے میں ایک راوی نے روایت کیا ہو اور اس میں خبرِ مشہور کی شرط نہ پائی جاتی ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نور الانوار ص:۱۴۰/ س:۲۳

وَ مَحَلِّيَّةُ الزَّوْجِ الثَّانِيْ بِحَدِيْثِ الْعُسَيْلَةِ لَا بِقَوْلِهٖ (حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ) وَ بَيَانُهٗ أَنَّ اِمْرَأَةَ رِفَاعَةَ جَاءَتْ إِلَى الرَّسُوْلِ (عليه السلام) فَقَالَتْ: إِنَّ رِفَاعَةَ طَلَّقَنِيْ ثَلَاثًا فَنَكَحْتُ بِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الزَّبِيْرِ فَمَا وَجَدْتُهٗ إِلَّا كَهُدْبَةِ ثَوْبِيْ هٰذَا تَعْنِيْ وَجَدْتُّهٗ عِنِّيْنًا. فَقَالَ (عليه السلام) أَتُرِيْدِيْنَ أَنْ تَعُوْدِيْ إِلٰى رِفَاعَةَ؟ فَقَالَتْ: نَعَمْ، فَقَالَ لَا حَتّٰى لَا تَذُوْقِيْ مِنْ عُسَيْلَتِهٖ وَ يَذُوْقُ مِنْ عُسَيْلَتِكِ "الحديث" وَ هٰذَا الْحَدِيْثُ كَمَا أَنَّهٗ يَدُلُّ عَلَى اشْتِرَاطِ الْوَطْيِ بِعِبَارَةِ النَّصِّ فَكَذَا يَدُلُّ عَلٰى مَحَلِّيَّةِ الزَّوْجِ الثَّانِيْ بِإِشَارَةِ النَّصِّ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب) مذکورہ عبارت خاص کے حکم پر وارد ہونے والے ایک اعتراض کے جواب سے متعلق ہے آپ خاص کی تعریف اور حکم لکھ کر معترض کی تعیین کے ساتھ اعتراض و جواب دونوں کی مکمل وضاحت کیجئے۔

جواب:- (الف): ترجمہ۔

اور زوج ثانی کا محلل ہونا حدیث عسیلہ سے ثابت ہے نہ کہ باری تعالیٰ کے قول "حتی تنکح" الخ سے اس کی تفصیل یہ ہے کہ رفاعہ قرظی کی بیوی رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ رفاعہ نے مجھ کو تین طلاق دے دیں تو میں نے عبد الرحمان بن الزبیر سے نکاح کر لیا، پس میں نے ان کو نہیں پایا مگر اس کپڑے کی جھالر کی طرح یعنی میں نے ان کو نامرد پایا پس رسول اللہ ﷺ نے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فرمایا: کیا تم رفاعہ کے پاس لوٹنا چاہتی ہو، تو انہوں نے کہا: ہاں، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ تم رفاعہ کے پاس نہیں لوٹ سکتی ہو جب تک کہ تم عبدالرحمٰن کے شہد کا مزہ نہ چکھ لو اور وہ تیرے شہد کا مزہ نہ چکھ لے اور یہ حدیث جس طرح عبارۃ النص سے وطی کے شرط ہونے پر دلالت کرتی ہے اسی طرح اشارۃ النص سے زوج ثانی کے محلل ہونے پر بھی دلالت کرتی ہے۔

جواب:-(ب): خاص کی تعریف اور اس کی وضاحت سوال نمبر: ۱۳ میں آچکی ہے۔

معترض کی تعیین کے ساتھ اعتراض و جواب کی مکمل وضاحت ملاحظہ کیجئے۔

شیخین رحمہما اللہ کے قول پر حضرت امام شافعیؒ نے اعتراض کیا ہے۔

اعتراض:- وارد کردہ اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ شیخینؒ کا یہ کہنا ہے کہ دوسرا شوہر عورت کو پہلے شوہر کیلئے حل جدید کے ساتھ حلال کرتا ہے یعنی پہلے شوہر کے لئے از سر نو حلت پیدا کرتا ہے غلط اور باطل ہے کیونکہ عورت کو حلال کرنے کے سلسلہ میں یہ آیت مستدل ہے "فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح الخ" اس آیت میں تیسری طلاق کا بیان ہے اور مطلب ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تیسری طلاق دے ڈالے تو یہ عورت تیسری طلاق کے بعد اس شوہر کے لئے حلال نہیں رہے گی یعنی حرمت غلیظہ ثابت ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ وہ عورت دوسرے شوہر سے نکاح کرے یعنی دوسرے شوہر سے نکاح کرنے کے بعد حرمت غلیظہ ختم ہو جائے گی، دیکھئے اس آیت میں کلمۂ حتی ایک لفظ خاص ہے جو غایت اور نہایت کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

معنی کے لئے وضع کیا گیا ہے یعنی لفظ حتی کا مدلول یہ ہے کہ حتی سے پہلے جو چیز ثابت ہوتی ہے حتی کے بعد وہ چیز منتہی اور ختم ہو جاتی ہے پس لفظ حتی کے معنی کی روشنی میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ پہلے شوہر کے تین طلاق دینے کی وجہ سے جو حرمت غلیظہ ثابت ہوگئی تھی دورے شوہر کے ساتھ نکاح کرنے کی وجہ سے وہ حرمت ختم ہوگئی ہے کلمۂ حتی صرف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح تین طلاقوں کی وجہ سے ثابت شدہ حرمت غلیظہ کو ختم کر دیتا ہے، اس پر قطعاً دلالت نہیں کرتا کہ دوسرا شوہر پہلے شوہر کے لئے جدید اور از سر نو حلت پیدا کرتا ہے پس شیخین کا یہ کہنا کہ زوج ثانی، زوج اول کے لئے حل جدید پیدا کرتا ہے خاص یعنی کلمۂ حتی کے موجب اور مقتضی کو باطل کرتا ہے لہذا ثابت ہو گیا کہ شیخین کا قول باطل ہے۔

<u>جواب:</u> ماتن علیہ الرحمہ نے شیخین کی طرف سے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم زوج اول کے لئے زوج ثانی کے محلل ہونے کو حدیث عسیلہ سے ثابت کرتے ہیں نہ کہ باری تعالیٰ کے قول "حتی تنکح" سے۔ پس جب ہم "حتی" سے زوج ثانی کے محلل ہونے کو ثابت نہیں کرتے ہیں بلکہ حدیث عسیلہ سے ثابت کرتے ہیں تو آپ کا اعتراض کرنا درست نہ ہوگا۔

❁❁❁

نور الانوار ص:۱۵۱/ص ۲۴

وَ بُطْلَانُ الْعِصْمَةِ عَنِ الْمَسْرُوْقِ بِقَوْلِهٖ "جَزَاءً" لَا بِقَوْلِهٖ "فَاقْطَعُوْا" وَ هٰذَا اَيْضًا جَوَابُ سُوَالٍ مُقَدَّرٍ يَرِدُ عَلَيْنَا مِنْ جَانِبِ الشَّافِعِيِّ، وَ تَقْرِيْرُ السُّوَالِ هٰهُنَا اَيْضًا لَا بُدَّ فِيْهِ مِنْ تَمْهِيْدِ مُقَدَّمَةٍ وَ هِيَ :

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

أَنَّ السَّارِقَ إِذَا سَرِقَ شَيْئاً مِنْ أَحَدٍ وَ قُطِعَ يَدُهُ فِيْهَا فَإِنْ كَانَ الْمَسْرُوْقُ مَوْجُوْدًا فِيْ يَدِ السَّارِقِ يُرَدُّ إِلَى الْمَالِكِ بِالْاِتِّفَاقِ وَإِنْ كَانَ هَالِكاًفَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ يَجِبُ الضِّمَانُ عَلَيْهِ سَوَاءٌ هَلَكَ بِنَفْسِهِ أَوِ اسْتَهْلَكَهُ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔(ب) اور اصل مسئلہ تحریر کیجئے جس پر سوال وارد ہوا ہے۔(ج) پھر کتاب میں مذکورہ تمہید کے ساتھ سوال اور جواب دونوں کی تقریر سپرد قلم کریں۔

جواب:-(الف): ترجمہ۔

چوری کئے ہوئے مال سے عصمت اور حفاظت کا باطل ہونا باری تعالیٰ کے قول "جزاءً" سے ثابت ہے نہ کہ باری تعالیٰ کے قول "فاقطعوا" سے، یہ بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے جو امام شافعی کی طرف ہم پر وارد ہوتا ہے اور یہاں بھی تقریر سوال کے لئے بطور تمہید ایک مقدمہ ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ جب چور کسی شخص کی کوئی چیز چوری کرے اور اس چوری میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے پس اگر چوری کی گئی چیز چور کے پاس موجود ہے تو بالاتفاق مالک کی طرف لوٹائی جائے گی اور اگر وہ چیز ضائع ہوگئی تو امام شافعی کے نزدیک چور پر ضمان واجب ہوگا برابر ہے کہ وہ چیز خود بخود ضائع ہوئی ہو یا اس کو چور نے ضائع کردیا ہو۔

جواب:-(ب): وہ اصل مسئلہ ملاحظہ کیجئے جس پر سوال وارد ہوا ہے۔

وہ اصل مسئلہ خاص کا حکم ہے جس پر سوال وارد ہوتا ہے۔

مسئلہ: خلاصہ یہ ہے کہ خاص اپنے مخصوص یعنی مدلول کو قطعی طور پر شامل ہوتا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے اس میں کمی اور زیادتی کا احتمال نہیں ہوتا ہے احناف کے نزدیک۔

سوال وجواب سے پہلے مذکورہ تمہید ملاحظہ کیجئے۔

تمہید یہ ہے کہ اگر چور نے کسی شخص کا کوئی مال چوری کیا اور اس چوری کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا، پس اگر وہ مال چور کے پاس موجود ہو تو بالاتفاق اس کو مالک کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر چور نے اس کو فروخت کر دیا ہو یا ہبہ کر دیا ہو تو بھی چور مشتری یا موہوب لہ سے واپس لے کر اس کو مالک کی طرف لوٹائے گا اور اگر وہ مال چور کے پاس سے ضائع ہو گیا تو امام شافعیؒ کے نزدیک چور پر مال مسروقہ کا تاوان واجب ہوگا خواہ وہ مال خود بخود ضائع ہوا ہو یا اس کو چور نے ضائع کیا ہو اور ظاہر الروایہ کے مطابق حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بالکل ضمان واجب نہ ہوگا خواہ مال خود بخود ضائع ہوا ہو یا چور نے اس کو ضائع کیا ہو۔

سوال اور جواب کی تقریر ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض حضرت امام شافعیؒ کے وارد کردہ اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ چوری کے سلسلہ میں منصوص علیہ باری تعالیٰ کا یہ قول ہے: "والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما جزاءً بما كسبا" اس آیت میں "قطع" ایک خاص لفظ ہے جو معنی معلوم کے لئے وضع کیا گیا ہے اور وہ معنی کلائی سے ہاتھ کا جدا کرنا ہے اور سابق میں گذر چکا ہے کہ خاص کا حکم یہ ہے کہ خاص اپنے مخصوص یعنی مدلول کو قطعی طور پر شامل ہوتا ہے اس میں کمی وزیادتی کا احتمال نہیں ہوتا ہے حاصل یہ ہے کہ لفظ "قطع" اس پر قطعاً دلالت نہیں کرتا ہے کہ مال مسروق کی عصمت اور حفاظت مالک سے ہٹ کر اللہ کی طرف منتقل ہو گئی ہے پس احناف کا یہ کہنا کہ مال مسروق کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حفاظت وذمہ داری مالک سے ہٹ کر اللہ کی طرف منتقل ہوگئی ہے، کتاب اللہ کے حکم خاص پر زیادتی کرنا ہے حالانکہ احناف رحمہم اللہ کے نزدیک خاص کے حکم میں کمی زیادتی کرنا جائز نہیں ہے۔

جواب: ماتن علیہ الرحمہ نے امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے مذکورہ سوال کا جواب یہ دیا ہے کہ مال مسروق سے حفاظت کی ذمہ داری کا مالک سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منتقل ہونا ہم اس کو باری تعالیٰ کے قول "جزاءً بما کسبا" سے ثابت کرتے ہیں اور باری تعالیٰ کے قول "فاقطعوا" سے ثابت نہیں کرتے، جیسا کہ امام شافعی نے خیال کیا ہے جب ایسا ہے تو اعتراض ہی واقع نہیں ہوگا۔

❀❀❀

نور الانوار ص:۱۶۰/ص:۲۱۷

وَعِنْدَ أَبِیْ حَنِیْفَۃَ لَا یَجِبُ الضِّمَانُ قَطُّ إِلَّا عِنْدَ الْاِسْتِھْلَاکِ فِیْ رِوَایَۃٍ،وَذٰلِکَ لِأَنَّہٗ حِیْنَ أَرَادَ السَّارِقُ السَّرِقَۃَ یَبْطُلُ قُبَیْلَ السَّرِقَۃِ عِصْمَۃُ الْمَالِ الْمَسْرُوْقِ مِنْ یَدِ الْمَالِکِ حَتّٰی یَصِیْرُ فِیْ حَقِّہٖ مِنْ جُمْلَۃِ مَا لَا یَتَقَوَّمُ وَ تَتَحَوَّلُ عِصْمَتُہٗ إِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی وَ ھُوَ مُسْتَغْنٍ عَنْ ضِمَانِ الْمَالِ وَ إِنَّمَا یَجِبُ الرَّدُّ إِذَا کَانَ مَوْجُوْدًا لِأَنَّہٗ لَمْ یَبْطُلْ مِلْکُہٗ وَإِنْ زَالَتْ عِصْمَتُہٗ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): عبارت کی ایسی تشریح کیجئے کہ زیر بحث مسئلہ کے تمام پہلو واضح ہوجائیں۔ (ج): نیز عصمت اور ملکیت میں فرق بیان کیجئے۔

جواب:- (الف): ترجمہ۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام ابوحنیفہ کے نزدیک ضمان بالکل واجب نہ ہوگا ایک روایت میں ضائع کردینے کی صورت میں واجب ہوگا اور یہ اس لئے کہ جس وقت چور چوری کرتا ہے تو چوری کے وقت سے کچھ پہلے مالِ مسروق کی عصمت وحفاظت مالک کے ہاتھ سے باطل ہوجاتی ہے یہاں تک کہ وہ چیز مالک کے حق میں غیر متقوم چیزوں میں سے ہوجاتی ہے اور اس مال کی عصمت اللہ تعالیٰ کی طرف منتقل ہوجاتی ہے، اور اللہ تعالیٰ مال کے ضمان سے مستغنی ہیں البتہ چوری کئے ہوئے مال کو واپس کرنا اس وقت واجب ہوگا جبکہ وہ مال موجود ہو کیونکہ مال کی ملکیت باطل نہیں ہوئی ہے اگرچہ اس کی حفاظت زائل ہوگئی ہے۔

جواب:-(ب):عبارت کی تشریح ملاحظہ کیجئے۔

شارح علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے کہ جب چور کسی شخص کی کوئی چیز چوری کرلے اور اس چوری میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے پس اگر چوری کی ہوئی چیز چور کے پاس موجود ہو تو بالاتفاق مالک کی طرف لوٹادی جائے گی اور اگر وہ ضائع ہوگئی تو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک چور پہ ضمان واجب ہوگا ظاہر کے مطابق امام ابوحنیفہ کے نزدیک بالکل ضمان واجب نہ ہوگا خواہ وہ مال خود بخود ضائع ہوا ہو، خواہ چور نے ضائع کیا ہو اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے حسن بن زیاد کی ایک روایت یہ ہے کہ اگر مال خود بخود ضائع ہوا ہو تو چور پر ضمان واجب نہ ہوگا لیکن اگر چور نے اس کو ضائع کیا ہو تو اس پر ضمان واجب ہوگا۔

وذلک لأنہ سے شارح نے ظاہر الروایہ کی دلیل بیان کی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ جب چور نے چوری کا ارادہ کیا تو چوری سے کچھ پہلے مالِ مسروق کی عصمت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور حفاظت کی ذمہ داری مالک کے ہاتھ سے باطل ہو جاتی ہے حتیٰ کہ یہ مال اس کے حق میں غیر متقوم چیزوں کے قبیل سے ہو جاتا ہے اور اس مال کی عصمت اور حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی طرف منتقل ہو جاتی ہے گویا چوری سے کچھ پہلے یہ مال اللہ کے حق کی وجہ سے محترم ہو گیا ہے اور چوری کی جنایت اللہ کے حق پائی گئی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ مالی تاوان سے مستغنی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ اس بات سے بے نیاز ہے اس کے لئے کسی پر مال کا تاوان واجب کیا جائے پس مالِ مسروق کے ہلاک ہونے یا ہلاک کرنے کے بعد چور پر اللہ کے لئے تاوان اس لئے واجب نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مال کے تاوان سے بے نیاز ہیں اور بندوں کے لئے اس لئے واجب نہیں ہوگا کہ مال بندے کے حق میں غیر متقوم ہو گیا ہے اور غیر متقوم چیزوں کا تاوان واجب نہیں ہوتا، لہٰذا چور پر تاوان بالکل واجب نہیں ہوگا۔

<u>و انما یجب الخ سے شارح رحمہ اللہ نے ایک سوال کا جواب دیا ہے۔</u>

<u>سوال:</u> یہ ہے کہ مالِ مسروق جب مالک کے حق میں غیر متقوم ہو گیا اور اس کی عصمت اور حفاظت کی ذمہ داری مالک سے اللہ کی طرف منتقل ہو گئی ہے تو جس وقت چور کے پاس مال موجود ہو اس وقت بھی مالک کی طرف اس مال کا واپس کرنا واجب نہ ہونا چاہئے تھا حالانکہ اس وقت آپ واپس کرنے کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

<u>جواب:</u> یہ ہے کہ مالِ مسروق سے اگر چہ مالک کی عصمت اور حفاظت کی ذمہ داری زائل ہو گئی ہے لیکن اس کی ملک باطل نہیں ہوئی ہے پس ہم نے مالک کی مِلک کا لحاظ کر کے کہا کہ اگر مال موجود ہو تو اس کا واپس کرنا ضروری ہے اور اللہ کی طرف

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عصمت اور حفاظت کے منتقل ہونے کی وجہ سے ہم نے کہا کہ اگر مال ضائع ہو گیا یا چور نے ضائع کر دیا تو اس پر ضمان واجب نہ ہوگا۔

جواب:۔(ج): عصمت اور ملکیت میں فرق ملاحظہ کیجئے۔

عصمت: یہ۔ہے کہ وہ مال ایسے طریقہ پر محترم ہو کہ غیر مالک کے لئے اس میں تصرف کرنا حرام اور ناجائز ہو۔

ملکیت: آدمی کے لئے مال میں حق تصرف کا حاصل ہونا، جب چاہے اور جہاں چاہے اور جیسے چاہے تصرف کرے۔

❀❀❀

نور الانوار ص:۱۷۰/ ص:۲۵

وَلِذٰلِکَ صَحَّ اِیْقَاعُ الطَّلَاقِ بَعْدَ الْخُلْعِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔(ب): خاص کی تعریف اور حکم تحریر کیجئے۔
(ج): پھر مذکورہ تفریع کو اس طرح واضح کیجئے کہ خلع کے فسخِ نکاح یا طلاق ہونے کے بارے میں احناف وشوافع کا اختلاف مدلل ہو کر سامنے آجائے۔

جواب:۔(الف): ترجمہ۔

اور اسی وجہ سے خلع کے بعد طلاق دینا صحیح ہے۔

جواب:۔(ب): خاص کی تعریف اور اس کے حکم کی وضاحت۔

سوال نمبر:۱۳۰ میں گذر چکی ہے۔

جواب:۔(ج): تفریع ملاحظہ کیجئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس عبارت میں ماتن علیہ الرحمہ نے خاص کے حکم پر تفریع پیش کی ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ "خلع" ہمارے نزدیک طلاق ہے یعنی عورت سے خلع کا معاملہ کرنے کے بعد عورت پر ہمارے نزدیک طلاق واقع ہوجاتی ہے امام شافعیؒ اختلاف کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ "خلع نکاح کو فسخ کرتا ہے لہٰذا خلع کے بعد نکاح باقی نہیں رہے گا اور خلع طلاق نہیں ہے لہٰذا اس کے بعد طلاق واقع کرنا صحیح نہیں ہے اور ہمارے نزدیک خلع طلاق ہے لہٰذا اس کے بعد طلاق واقع کرنا صحیح ہے۔

دونوں فریقوں کے مستدل کی تفصیل: یہ ہے کہ مسئلہ طلاق میں باری تعالیٰ نے اولاً فرمایا "الطلاق مرتن فإمساک بمعروف الخ" یعنی طلاق رجعی دو بار تک ہے ایسا نہیں ہے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں طلاق دیتے رہتے تھے اور رجعت کرتے رہتے تھے یا طلاق شرعی دو بار الگ الگ کرکے ہے نہ ایک ساتھ۔

بہر حال پھر اس کے بعد خلع کا مسئلہ ذکر فرمایا چنانچہ فرمایا "فإن خفتم أن لا تقیم حدود الله فلا جناح علیهما فیما افتدت به" اگر تم لوگ ڈرو اس بات سے کہ وہ دونوں قائم نہ رکھ سکیں گے اللہ کے حدود کو (حقوق زوجیت) تو کچھ گناہ نہیں دونوں پر اس میں کہ عورت بدلہ دیکر چھٹکارہ پالے اور شوہر مال لے کر اس طلاق دیدے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورت کا فعل فدیہ دینا ہے اور شوہر کا فعل مال لے کر طلاق دینا ہے فسخ کرنا شوہر کا فعل نہیں ہے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح" الخ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ آیت "فإن طلقها" "الطلاق مرتن" کے ساتھ مربوط ہے" اور "فإن طلقها" میں تیسری طلاق کا ذکر ہے اور رہا خلع تو وہ جملہ معترضہ کے طور پر دو اور ایک طلاق کے درمیان مذکور ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کیونکہ خلع فسخ نکاح ہوتا ہے اور فسخ نکاح کے بعد طلاق صحیح نہیں ہوتی اس لئے "فإن طلقها" کو "الطلاق مرتن" کے ساتھ مربوط قرار دے کر "خلع" کو جملہ معترضہ قرار دیا گیا ہے۔

لیکن ہم کہتے ہیں کہ "فإن طلقها" میں "فا" ایک خاص لفظ ہے جو معنی معلوم یعنی تعقیب کے لئے وضع کیا گیا ہے اور تعقیب کہتے ہیں مابعد کا ماقبل پر مرتب ہونا پس "فا" کا مابعد بغیر کسی فصل کے اپنے ماقبل پر مرتب ہوگا اور اس "فا" کا ماقبل خلع ہے تو گویا تیسری طلاق خلع پر مرتب ہوئی اور خلع کے بعد اسی وقت طلاق مرتب ہوسکتی ہے جبکہ خلع بھی طلاق ہو کیونکہ طلاق کہ بعد ہی طلاق واقع ہوسکتی ہے فسخ کے بعد طلاق واقع نہیں ہوسکتی۔ اس تفصیل سے ثابت ہوگیا کہ خلع طلاق ہے نہ کے فسخ۔

❀❀❀

نور الانوار س:۱۹ ص:۲۷

وَوَجَبَ مَهْرُ الْمِثْلِ بِنَفْسِ الْعَقْدِ فِي الْمُفَوَّضَةِ، عَطْفٌ عَلٰى قَوْلِهٖ "صَحَّ إِيْقَاعُ الطَّلَاقِ" وَ تَفْرِيْعٌ عَلٰى حُكْمِ الْخَاصِّ وَ لٰكِنْ يُشْتَرَطُ أَنْ يَكُوْنَ الْإِبْتِغَاءُ صَحِيْحًا حَتّٰى لَوْ كَانَ بِالنِّكَاحِ الْفَاسِدِ يَجِبُ التَّرَاخِي إِلَى الْوَطْيِ بِالْإِجْمَاعِ، وَ كَذَا لَوْ كَانَ هٰذَا الْاِبْتِغَاءُ لَا بِطَرِيْقِ النِّكَاحِ بَلْ بِطَرِيْقِ الْإِجَارَةِ أَوِ الْمُتْعَةِ أَوْ بِطَرِيْقِ الزِّنَا لَا يَحِلُّ ذٰلِكَ الْفِعْلُ وَ لَا يَجِبُ الْمَالُ أَصْلًا وَإِلَيْهِ يُشِيْرُ قَوْلُهٗ تَعَالٰى "مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ".

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب) خاص کا حکم تحریر کرنے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے بعد صرف مذکورہ متن کی وضاحت شرح کی روشنی میں کیجئے۔(ج) بعدہ باقی عبارت کا مطلب تحریر کیجئے۔

جواب:-(الف) ترجمہ۔

اور مفوضہ میں نفس عقد ہی سے مہر مثل واجب ہے یہ ماتن کے قول "صح ایقاع الطلاق" پر معطوف ہے اور خاص کے حکم پر تفریع ہے، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ طلب کرنا صحیح ہوحتی کہ اگر نکاح فاسد کے ذریعہ طلب ہو تو بالا جماع وطی تک مؤخر کرنا واجب ہے اور اسی طرح اگر یہ طلب بطریق نکاح نہ ہو بلکہ بطریق اجارہ یا متعہ یا زنا ہو تو یہ فعل حلال نہ ہوگا اور نہ کبھی مال واجب ہوگا اور اسی کی طرف باری تعالیٰ کا قول "محصنین غیر مسافحین" مشیر ہے۔

جواب:-(ب): خاص کا حکم ملاحظہ فرمانے کے بعد متن کی وضاحت شرح کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

خاص کا حکم سوال نمبر:۱۳ میں گذر چکا ہے۔

ماتن علیہ الرحمہ نے مذکورہ عبارت میں مطلقا خاص کے حکم پر تفریع پیش کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ متن میں لفظ مفوضہ بکسر واو اور بفتح واو دونوں ہوسکتا ہے، بکسر واو کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ وہ عورت جس نے اپنے آپ کو بلا مہر سپرد کر دیا ہے اور بفتح الواو کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ وہ عورت جس کو اس کے ولی نے بلا مہر سپرد کر دیا ہے شارحؒ فرماتے ہیں کہ اس جگہ دوسرا احتمال زیادہ صحیح ہے کیونکہ پہلی صورت محل اختلاف بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے اس لئے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک بغیر کے چونکہ نکاح درست نہیں ہوتا اس لئے مہر بھی واجب نہ ہوگا۔باقی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسئلہ کی تحقیق آئندہ سوال نمبر: ۲۰ پر آرہی ہے۔

جواب:- (ج): باقی عبارت کا مطلب ملاحظہ فرمائیں۔

”و لکن تشترط الخ“ سے شارحؒ نے یہ بیان کیا ہے کہ مفوضہ کے حق میں شوہر پر نفس عقد سے مہر مثل کا وجوب اس وقت ہوتا ہے جب کہ نکاح صحیح ہو لیکن اگر نکاح فاسد کے ذریعہ بضعہ کو طلب کیا گیا ہو تو وجوب مہر بالا جماع وطی تک مؤخر ہوگا اور اگر یہ طلب بضعہ نکاح کے طور پر نہ ہو بلکہ اجارہ یا زنا یا متعہ کے طور پر ہو تو نہ یہ فعل حلال ہوگا اور نہ کبھی مال واجب ہوگا اور ”طلب“ صحیح ہونے کی طرف باری تعالیٰ کا یہ قول ”محصنین غیر مسافحین“ اشارہ کرتا ہے۔ بایں طور کہ احصان کے معنی ہیں نفس کو فعل حرام میں واقع ہونے سے بچانا پس احصان کی قید سے نکاح فاسد خارج ہوگیا کیونکہ نکاح فاسد شرعاً ممنوع ہے اور مسافح کے معنی زانی کے ہیں پس غیر مسافحین کی قید سے اجارہ یا متعہ یا زنا کے طور پر بضع کو طلب کرنا بھی خارج ہوگیا۔

❁❁❁

نور الانوار ص: ۲۰/ س ۲۷

وَ تَحْقِيقُهُ أَنَّ الْمَرْأَةَ الَّتِيْ فَوَّضَهَا وَلِيُّهَا بِلَا مَهْرٍ أَوْ عَلٰى أَنْ لَا مَهْرَ لَهَا لَا يَجِبُ الْمَهْرُ لَهَا عِنْدَ الشَّافِعِيِّ إِلَّا بِالْوَطْيِ فَلَوْ مَاتَ أَحَدُهُمَا قَبْلَ بِالْوَطْيِ لَا يَجِبُ الْمَهْرُ لَهَا عِنْدَ الشَّافِعِيِّ وَعِنْدَ نَا يَجِبُ كَمَالُ مَهْرِ الْمِثْلِ عِنْدَ الْعَقْدِ فِي الذِّمَّةِ وَ يَجِبُ أَدَاءُهُ عِنْدَ الْوَطْيِ، وَ الْمَوْتُ عَمَلاً بِقَوْلِهِ تَعَالٰى : وَ أُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوْا بِأَمْوَالِكُمْ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب) مطلب لکھتے ہوئے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

"مفوضہ" "مہر المثل" اور "وجوب فی الذمہ" کا مفہوم واضح کیجئے۔ (ج):
اور بتائیے کہ آیتِ کریمہ سے احناف کس طرح استدلال کرتے ہیں؟

جواب:- (الف): ترجمہ۔

اور اس مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ وہ عورت جس کو اس کے ولی نے بغیر مہر کے سپرد کر دیا یا اس شرط پر سپرد کیا کہ اس کا کوئی مہر نہیں، اس عورت کے لئے امام شافعیؒ کے نزدیک مہر واجب نہیں ہوگا مگر وطی کے ساتھ پس اگر زوجین میں سے کوئی ایک وطی سے پہلے مر گیا تو امام شافعیؒ کے نزدیک اس کے لئے مہر واجب نہیں ہوگا اور ہمارے نزدیک عقد ہی کے وقت پورا مہر مثل شوہر کے ذمہ واجب ہو جاتا ہے، وطی اور موت کے وقت اس کا ادا کرنا واجب ہوتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "وَاُحِلَ الخ" پر عمل ہو جائے۔

جواب:- (ب): عبارت کا مطلب ملاحظہ فرمائیں۔

اس عبارت میں مصنف علیہ الرحمہ نے ایک مسئلہ کی تحقیق کو بیان کیا ہے وضاحت اس کی یہ ہے کہ وہ عورت جس کے ولی نے بغیر مہر کے نکاح کیا یا اس شرط پر نکاح کیا کہ اس کا کوئی مہر نہیں ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ایسی عورت کا مہر بغیر وطی کے واجب نہیں ہوتا ہے یعنی امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نفسِ عقد سے مہر واجب نہیں ہوتا بلکہ وطی سے واجب ہوتا ہے چنانچہ اگر زوجین میں سے کوئی ایک وطی سے پہلے مر گیا تو حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مہر واجب نہ ہوگا اور ہمارے نزدیک عقد ہی کے وقت پورا مہر مثل شوہر کے ذمہ واجب ہو جاتا ہے مگر اس کا اداء کرنا وطی اور موت کے وقت واجب ہوگا یعنی نفسِ وجوب تو عقدِ نکاح ہی سے ہو جاتا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے مگراس کی ادائیگی وطی سے واجب ہوگی یا احدالزوجین کی موت سے واجب ہوگی۔

"مفوضه"، "مهر المثل" اور "وجوب في الذمه" کا مفہوم ملاحظہ کیجئے۔

مفوضه: بکسر الواؤ کی صورت میں مفہوم یہ ہوگا کہ وہ عورت جس نے اپنے آپ کو بغیر مہر کے سپرد کردیا یا بغیر شرطِ مہر کے سپرد کردیا ہو اور بفتح الواؤ کی صورت میں مفہوم یہ ہوگا کہ وہ عورت جس کو اس کی ولی نے بغیر مہر کے سپرد کردیا یا عدمِ شرطِ مہر کے سپرد کیا ہو۔ شارح علیہ الرحمہ نے دوسرا احتمال زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔

مہر المثل: سے مراد اس کے باپ کے خاندان کی ان عورتوں میں سے کسی ایک کا مہر جو اس کے ہمسر اور مشابہ فی المال والعمر ہو۔ جیسے پھوپھی، چچی۔

وجوب فی الذمہ: اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہمارے نزدیک نفسِ وجوب تو عقدِ نکاح ہی سے ہوجاتا ہے مگر اس کی ادائیگی وطی سے واجب ہوگی یا احدالزوجین کی موت سے واجب ہوگی۔ اس لئے کہ ان دونوں کے وجود میں آنے کی وجہ سے نکاح قطعی طریقہ پر ثابت ہوکر اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔

جواب:- (ج): نیز آیت کریمہ سے احناف نے کس طرح استدلال کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ کے ارشاد "واحل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم" سے احناف نے اس طرح استدلال کیا ہے کہ آیت کریمہ میں "باموالکم" کا "باء" ایک خاص لفظ ہے جو معنی معلوم "الصاق" کے لئے وضع کیا گیا ہے تو باء کے معنی کی رعایت کرتے ہوئے مطلب یہ ہوگا کہ عورت کی شرم گاہ کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طلب کرنا یعنی عقد نکاح، زبانی گفتگو میں ''مال'' یعنی مہر کے ساتھ ملا ہوا ہو اور اگر زبانی گفتگو میں مہر کا ذکر نہ آسکے تو کم از کم شوہر کے ذمہ واجب ہونے میں ہی ''طلب بضعہ'' مہر کے ساتھ ملا ہوا ہوتا کہ '' باء'' کے مدلول یعنی الصاق پر قطعی طور پر عمل ہو سکے ہماری مذکورہ تقریر سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ مفوضہ (بفتح الواؤ) کے حق میں شوہر پر نفس عقد ہی سے مہر مثل واجب ہو جاتا ہے۔

❀❀❀

نور الانوار ص: ۲۱/ص: ۲۷

(وَكَانَ الْمَهْرُ مُقَدَّرًا شَرْعًا غَيْرَ مُضَافٍ إِلَى الْعَبْدِ) عَطْفٌ عَلٰى مَا سَبَقَ وَتَفْرِيعٌ عَلٰى حُكْمِ الْخَاصِّ أَیْ وَلِأَجْلِ أَنَّ الْحَمْلَ بِالْخَاصِّ وَاجِبٌ وَلَا يَحْتَمِلُ الْبَيَانَ كَانَ الْمَهْرُ مُقَدَّرًا مِنْ جَانِبِ الشَّارِعِ غَيْرَ مُضَافٍ تَقْدِيْرِهِ إِلَى الْعِبَادِ...... عَمَلًا بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ''قَدْ عَلِمْنَا مَافَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِیْ أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ''.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): عبارت کی تشریح کیجئے اور بیان تفسیر بیانِ تغیر اور بیان تقریر کی تعریف کیجئے اور بتائیے کہ خاص کس بیان کا احتمال نہیں رکھتا ہے۔ (ج): نیز تقدیر مہر کے بارے میں امام اعظم رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے اختلاف کو قلم بند کرتے ہوئے بتائیے کہ مذکورہ دلیل میں لفظ خاص کیا کیا ہیں؟ ان کو متعین کرنے کے بعد حنفیہ کی دلیل کو وضاحت کے ساتھ لکھیں اور امام شافعی رحمہ اللہ اس آیت کا کیا مطلب بیان کرتے ہیں اور احناف اس کا کیا جواب دیتے ہیں واضح کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب:-(الف): ترجمہ۔

اور مہر شرعی طور پر مقدر ہے بندے کی طرف منسوب نہیں ہے (یہ) سابقہ جملہ پر معلوم ہے اور خاص کے حکم پر تفریع ہے یعنی اس وجہ سے کہ خاص پر عمل کرنا واجب ہے اور بیان کا احتمال نہیں رکھتا ہے شارع کی طرف سے مقدر ہوگا بندوں کی جانب اس کا مقدر کرنا منسوب نہ ہوگا۔

جواب:-(ب): عبارت کی تشریح ملاحظہ فرمائیں۔

مصنف علیہ الرحمہ نے مذکورہ عبارت میں خاص کے حکم تفریع پیش کی ہے اسی کو شارح علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ عبارت سابقہ جملہ " صح إيقاع الطلاق" پر معطوف ہے اور خاص کے حکم پر تفریع یعنی خاص چونکہ اپنے مدلول کو قطعی طور پر شامل ہوتا ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے اس لئے مہر کی مقدار شارع یعنی اللہ تعالیٰ کی جانب سے مقرر ہے اس کی تقدیر و تعیین میں بندوں کو کوئی دخل نہیں ہے یہی امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا مذہب ہے لیکن امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مہر کی مقدار بندوں کی رائے پر موقوف ہے بندے جو مقدار مقرر کریں گے وہی مہر ہوگا شریعتِ اسلامیہ میں مہر کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے۔

بیانِ تفسیر، بیانِ تقریر اور بیانِ تقریر کی تعریف ملاحظہ فرمائیں۔

بیانِ تفسیر: وہ لفظ ہے جس کے ذریعہ متکلم اپنے کلام کے اس لفظ کی مراد کو ظاہر اور واضح کردے جو لفظ پہلے غیر ظاہر المراد اور غیر مکشوف المراد تھا۔

بیانِ تغییر: اس چیز کو ذکر کرنا جو حکمِ سابق کو متغیر کردے۔

بیانِ تقریر: کلام کو ایسی چیز کے ساتھ مؤکدہ کرنا جو مجاز یا خصوص وغیرہ کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

احتمال کو ختم کردے۔

خاص کس بیان کا احتمال نہیں رکھتا؟

مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ خاص بیانِ تفسیر کا احتمال نہیں رکھتا۔

جواب :۔(ب): تقدیرِ مہر کے سلسلے میں اختلاف مطلب کے تحت گذر چکا ہے۔

مذکورہ دلیل میں لفظ خاص کیا ہے؟

مذکورہ دلیل یعنی" قد علمنا ما فرضنا الخ" میں لفظ"فرض" ایک خاص لفظ ہے جو تقدیر و تعیین کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

حنفیہ کی دلیل کی وضاحت۔

حنفیہ کی دلیل: اللہ تعالیٰ کا ارشاد قد علمنا ما فرضنا علیهم الخ ہے یعنی" ہم کو معلوم ہے جو ہم نے ان مردوں پر ان کی بیویوں کے حق میں اور ان کی باندیوں کے حق میں مقرر کیا ہے" اس آیت سے وجہ استدلال اس طرح ہے کہ "فرض" ایک خاص لفظ ہے جو تقدیر اور تعیین کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے مردوں پر ان کی بیویوں کے حق میں جو مقرر کیا یعنی "مہر" ہم کو معلوم ہے اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مہر اللہ تعالیٰ کے علم میں مقدر اور مقرر ہے۔

لیکن یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ کیا ہے گویا "فرض" بمعنی تقدیر تو خاص ہے مگر مقدر کی ہوئی مقدار مجمل ہے اور مجمل چونکہ محتاجِ بیان ہوتا ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اس کی وضاحت اور تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: "لا مهر أقل من عشرة

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دراھم" کہ مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہو۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ اس آیت کا کیا مطلب بیان کرتے ہیں؟

امام شافعی رحمہ اللہ اس آیت کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ آیتِ مذکورہ "قد علمنا ما فرضنا الخ" میں فرض کے معنی ایجاب کے ہیں اور اس پر دو قرینے موجود ہیں ایک تو لفظ "فرضنا" کا "علی" کے ساتھ متعدی ہونا، دوم "ماملکت ایمانھم" کا "ازواجھم" پر عطف کیونکہ لفظ "فرض" جب "علی" کے ساتھ متعدی ہوتا ہے تو اس کے معنی ایجاب کے ہوتے ہیں اور جب "ماملکت ایمانھم" "ازواجھم" پر معطوف ہے تو "مافرضنا" سے مراد مہر نہیں ہوگا کیونکہ مہر باندیوں کے حق میں ان کے آقاؤں پر مقدر اور مقرر نہیں ہوتا لہٰذا اس سے مراد نفقہ اور کسوہ ہوگا پس جب "ماملکت ایمانھم" کے "ازواجھم" پر عطف کی وجہ سے "ما فرضنا" سے مراد نفقہ اور کسوہ ہے تو فرض بمعنی ایجاب نفقہ ہوگا۔ بہر حال فرض جب ایجاب کے معنی میں ہے تو آیت نفقہ اور کسوہ کے بیان میں ہوگی نہ کہ تقدیرِ مہر کے بیان میں اور جب یہ آیت تقدیرِ مہر کے بیان میں نہیں ہے تو اقل مقدار مہر کو مقرر کرنے میں یہ آیت حنفیہ کے لئے مستدل بھی نہ ہوگی۔

احناف کی طرف سے جواب: یہ ہے کہ لفظ "فرضنا" کا "علی" کے ساتھ متعدی ہونا ایجاب کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے ہے تضمین کے بعد تقدیری عبارت ہوگی "مافرضنا موجبا علیھم" اور "ماملکت ایمانھم" کا "ازواجھم" پر عطف دوسرا "فرضنا" مقدر مان کر ہے تقدیری عبارت یہ ہوگی "قد علمنا ما فرضنا علیھم فی ازواجھم وما فرضنا علیھم فیما ملکت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ایمانھم“” پہلا ”فرضنا“ ”قدرنا“ کے معنی میں ہے اور دوسرا ’فرضنا“ اوجبنا کے معنی میں ہے یعنی ہم کو معلوم ہے جو مہر ہم نے شوہروں پر ان کی بیویوں کے حق میں مقرر کیا ہے اور جو نفقہ وکسوہ ان پر ان کی باندیوں کے حق میں واجب کیا ہے۔

❀❀❀

نور الانوار درس:۲۲ ص:۲۸

وَمِنْهُ الْأَمْرُ: وَهُوَ قَوْلُ الْقَائِلِ لِغَيْرِهِ عَلىٰ سَبِيْلِ الْاِسْتِعْلَاءِ إِفْعَلْ أَيْ مِنَ الْخَاصِّ الْأَمْرُ يَعْنِي مُسَمَّى الْأَمْرِ لَا لَفْظُهُ لِأَنَّهُ يَصْدُقُ عَلَيْهِ أَنَّهُ لَفْظٌ وُضِعَ لِمَعْنًى مَعْلُوْمٍ وَهُوَ الطَّلَبُ عَلَى الْوُجُوْبِ وَالْقَوْلُ مَصْدَرٌ يُرَادُ بِهِ الْمَقُوْلُ، لِأَنَّ الْأَمْرَ مِنْ أَقْسَامِ الْأَلْفَاظِ وَهُوَ جِنْسٌ يَشْمَلُ كُلَّ لَفْظٍ وَقَوْلُهُ ”عَلىٰ سَبِيْلِ الْاِسْتِعْلَاءِ“ يَخْرُجُ بِهِ الْاِلْتِمَاسُ وَالدُّعَاءُ وَبَقِيَ فِيْهِ النَّهْيُ دَاخِلًا فَخَرَجَ بِقَوْلِهِ إِفْعَلْ.

(الف): اعراب لگا کر منہ کی ضمیر کا مرجع متعین کر کے ترجمہ کیجئے ۔(ب): امر کی جامع مانع تعریف مع فوائد قیود تحریر کریں۔(ج): نیز بتایئے کہ مذکورہ تعریف اصطلاحِ عربیت کے مطابق ہے یا اصطلاحِ اصول کے مطابق ہے۔

جواب:-(الف) ترجمہ۔

”منہ“ کی ضمیر کا مرجع خاص کے اقسام ہیں اور خاص کے اقسام میں سے ایک امر ہے اور وہ قائل کا اپنے غیر سے اپنے کو بلند مرتبہ سمجھ کر ” افعل “کہنا یعنی خاص کے قبیل سے امر ہے اس سے مراد مسمی امر ہے نہ کہ لفظ امر، اس لئے کہ وہ مسمی امر پر صادق آتا ہے کہ وہ ایک ایسا لفظ ہے جو معنی معلوم اور وہ بطور وجوب کے کسی چیز کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طلب کے لئے وضع کیا گیا ہے اور ”قول“ مصدر ہے جس سے مراد مقول ہے کیونکہ امر الفاظ کے اقسام میں سے ہے اور لفظِ قول جنس ہے تمام الفاظ کو شامل ہے اور اس کے قول ” علیٰ سبیل الا ستعلاء“ سے التماس اور دعاء خارج ہو جاتے ہیں اور اس میں نہی داخل رہ جاتی ہے پس وہ ماتن کے قول افعل سے خارج ہو گئی۔

جواب:- (ب) امر کی جامع مانع تعریف مع فوائدِ قیود ملاحظہ کیجئے۔

امر کی جامع مانع تعریف: یہ ہے کہ ایک شخص اپنے کو بلند مرتبہ اور بزرگ سمجھ کر کسی دوسرے شخص کو ”افعل“ یعنی ”کام کر“ یہ کہے۔

فوائدِ قیود ملاحظہ فرمائیں۔

امر: وھو قول القائل لغیرہ علیٰ الا ستعدالاء افعل، صاحب نورالانوار نے تعریف امر کے فوائدِ قیود ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ قول القائل، یہ جنس درجہ میں ہے جو تمام الفاظ کو شامل ہے اور علیٰ سبیل الاستعلاء: فصل اول ہے جس سے التماس اور دعاء پر مشتمل الفاظ امر کی تعریف خارج ہو جائیں گے کیونکہ التماس میں طلب فعل مع التساوی ہوتا ہے اور دعاء میں طلب فعل مع الخضوع ہوتا ہے۔ اور امر میں طلب فعل مع الاستعلاء ہوتا ہے پس چونکہ استعلاء کی قید صرف امر میں ملحوظ ہوتی ہے التماس اور دعاء میں ملحوظ نہیں ہوتی اس لئے استعلاء کی قید کے ذریعہ امر کی تعریف سے التماس اور دعا دونوں خارج ہو جائیں گے البتہ ”نہی“ تعریفِ امر میں داخل رہ جاتی ہے کیونکہ نہی بھی قائل کا قول اپنے غیر کے لئے ”علیٰ سبیل الاستعلاء“ ہوتا ہے لیکن ماتن کے قول ”افعل“ کی قید سے نہی بھی امر کی تعریف سے خارج ہو جاتی ہے اس لئے کہ نہی میں قائل اپنے غیر سے علیٰ سبیل الاستعلاء لاتفعل کہتا ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نہ کہ افعل بہر حال ماتن کا قول افعل فصل ثانی ہے جس سے ''نہی'' امر کی تعریف سے خارج ہو جائے گی۔

جواب:-(ج) نیز مذکورہ تعریف اصطلاحِ عربیت کے مطابق ہے یا اصطلاحِ اصول کے مطابق؟

امر کی مذکورہ تعریف اصطلاحِ اصول کے مطابق ہے شارح علیہ الرحمہ نے فرمایا ہم اصولیین کی اصطلاح پر کلام کر رہے ہیں۔

❀❀❀

نور الانوار ص:۲۲۳/ص:۴۹

وَيَخْتَصُّ مُرَادُهُ بِصِيْغَةٍ لَا زِمَةٍ بَيَانٌ لِكَوْنِ الْأَمْرِ خَاصًّا يَعْنِي يُخْتَصُّ مُرَادُالْأَمْرِ وَهُوَ الْوُجُوْبُ بِصِيْغَةٍ لَازِمَةٍ لِلْمُرَادِ وَالْغَرَضُ مِنْهُ الْاِخْتِصَاصِ مِنَ الْجَانِبَيْنِ ،أَىْ لَا يَكُوْنُ الْأَمْرُ إِلَّا لِلْوُجُوْبِ وَلَا يَثْبُتُ الْوُجُوْبُ إِلَّا مِنَ الْأَمْرِ دُوْنَ الْفِعْلِ فَيَكُوْنُ نَفِيًا لِلْاِشْتِرَاكِ وَالتَّرَادُفِ جَمِيْعًا وَذٰلِكَ بِأَنْ يُقَالُ إِنْ دُخُوْلُ الْبَاءِ هٰهُنَا عَلَى الْمُخْتَصِّ عَلٰى طَرِيْقَةِ قَوْلِهِمْ خَصَّصْتُ فُلَانًا بِالذِّكْرِ فَتَكُوْنَ الصِّيْغَةِ مُخْتَصَّةً بِالْوُجُوْبِ دُوْنَ الْإِبَاحَةِ وَالنُّدْبِ وَهٰذَا نَفْيُ الْاِشْتِرَاكِ وَيَكُوْنَ مَعْنٰى قَوْلِهِ لَازِمَةٍ أَنَّ الصِّيْغَةَ لَازِمَةٌ لِلْمُرَادِ وَلَا تَنْفَكُّ عَنْهُ وَلَا يَكُوْنَ الْمُرَادُ مَفْهُوْمًا مِنْ غَيْرِ الصِّيْغَةِ وَهُوَ الْفِعْلُ وَهٰذَا نَفْيُ التَّرَادُفِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔(ب) عبارت میں ذکر کردہ دونوں مدعا کو شارح کے بیان کے مطابق مدلل کریں اس سلسلہ میں دیگر ائمہ کرام کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

رائے بھی مدلل تحریر کر کے ان کا جواب بھی قلم بند کریں ۔(ج) نیز یہاں اختصاص، ترادف اور اشتراک کا کیا مطلب ہے اور متن کی عبارت سے اشتراک اور ترادف کی نفی کیسے ہو رہی ہے؟

جواب:۔(الف): ترجمہ۔

اور امر کی مراد صیغہ لازمہ "فعل" کے ساتھ مختص ہوتی ہے (یہ) عبارت امر کے خاص ہونے کا بیان ہے یعنی امر کی مراد اور وہ وجوب ہے ایسے صیغہ کے ساتھ مختص ہوتی ہے جو مراد کے لئے لازم ہے اس قول سے مصنف کا مقصد طرفین کے اختصاص کو بیان کرنا ہے یعنی امر صرف وجوب کے لئے ہوتا ہے اور وجوب صرف امر سے ثابت ہوتا ہے نہ کہ فعل سے پس یہ اشتراک اور ترادف دونوں کی نفی ہوگی اور یہ اس طور پر کہا جائے گا کہ یہاں "با" ان کے قول "خصصت فلاناً بالذکر" کے طریقہ مختص پر داخل ہے پس صیغہ امر وجوب کے ساتھ مختص ہوگا اباحت اور ندب کے ساتھ نہیں اور یہی اشتراک کی نفی ہے اور مصنف کے قول "لازمۃ" کے معنی یہ ہوں گے کہ صیغہ امر مراد کے لئے لازم ہے اور مراد سے جدا نہیں ہوتا ہے اور مراد صیغہ کے علاوہ یعنی فعل سے مفہوم نہ ہوگی اور یہی ترادف ہے۔

جواب:۔(ب): عبارت میں ذکر کردہ دونوں مدعا کو شارح کے بیان کے مطابق مدلل ملاحظہ کیجئے۔

مصنف علیہ الرحمہ کا مقصد صیغہ امر اور اس کی مراد یعنی وجوب کے درمیان جانبین سے اختصاص کو ثابت کرنا ہے یعنی اس بات کو ثابت کرنا ہے کہ "صیغہ امر" صرف وجوب کے لئے ہوگا۔ اباحت اور ندب کے لئے نہیں ہوگا اور وجوب صرف

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صیغہ امر سے ثابت ہوگا فعل نبی علیہ السلام سے ثابت نہ ہوگا، اور اختصاص کو ثابت کرنے کا مقصد اشتراک اور ترادف کے مذاہب کی نفی کرنا ہے یعنی اس مذہب کی نفی کرنا ہے کہ صیغہ امر وجوب، اباحت، ورندب کے درمیان مشترک ہے اور اس مذہب کی نفی کرنا ہے کہ وجوب صیغہ امر اور فعل نبی علیہ السلام دونوں سے ثابت ہوتا ہے۔

اس مدعا کی دلیل شارحؒ نے یہ بیان کی ہے کہ متن کی عبارت "و یختص مراده بصیغه" میں "با" مختص پر داخل ہے جیسے "خصصت فلانا بالذکر" میں 'با' مختص پر داخل ہے یعنی صیغۂ امر مختص اور مراد امر "وجوب" مختص بہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ صیغۂ امر وجوب کے ساتھ مختص ہے یعنی صیغۂ امر صرف وجوب پر دلالت کرتا ہے اباحت اور ندب پر دلالت نہیں کرتا پس جب صیغۂ امر صرف وجوب پر دلالت کرتا ہے، اباحت اور ندب پر دلالت نہیں کرتا تو اشتراک کی نفی ہوگئی اور ترادف کی نفی اس معنی کر ہے کہ مراد امر یعنی وجوب یہ مختص ہے اور صیغۂ امر یہ مختص بہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وجوب صیغۂ امر کے علاوہ کسی اور چیز مثلاً فعل نبی سے ثابت نہ ہوگا، جب وجوب فعل نبی سے ثابت نہیں ہوگا تو صیغۂ امر اور فعل نبی ایک نہیں ہوسکتے اس طرح ترادف کی نفی ہوگئی، اس مدعے کی دلیل اور مسلک ائمہ کرام مع دلائل سوال نمبر: ۲۴ کے تحت پوری تفصیل کے ساتھ آرہے ہیں۔

<u>جواب:-(ج): نیز اختصاص، ترادف اور اشتراک کا کیا مطلب ہے؟</u>

مراد الاختصاص الوجوب، و الترادف بین صیغه الأمر و فعل النبی ﷺ و الاشتراک بین الوجوب و الإباحة و الندب.

متن کی عبارت سے اشتراک اور ترادف کی نفی کیسے ہورہی ہے یہ بات

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مطالب کے تحت گزر چکی ہے۔

❁❁❁

نور الانوار ص:۲۴/ص:۲۹

وَيُخْتَصُّ مُرَادُهُ......ثُمَّ قَوْلُهُ لَازِمَةٌ إِنْ حَمَلَ عَلَى اللَّازِمِ الْأَعَمِّ فَيَكُوْنُ هُوَ أَيْضًا نَفْيًا لِلتَّرَادُفِ لِأَنَّ الْمَلْزُوْمَ لَا يُوْجَدُ بِدُوْنِ اللَّازِمِ فَلَا يُفْهَمُ نَفْيُ الْاشْتِرَاكِ قَطُّ، فَيَنْبَغِيْ أَنْ يُحْمَلَ اللَّازِمُ عَلَى اللَّازِمِ الْمُسَاوِيْ، أَيْ لَا يُوْجَدُ الْمُرَادُ بِدُوْنِ الصِّيْغَةِ وَلَا الصِّيْغَةُ بِدُوْنِ الْمُرَادِ فَقَدْ فُهِمَ حِيْنَئِذٍ نَفْيُ التَّرَادُفِ وَالْاشْتِرَاكِ جَمِيْعًا كِنَايَةً حَتّٰى لَا يَكُوْنَ الْفِعْلُ مُوْجِبًا خِلَافًا لِبَعْضِ أَصْحَابِ الشَّافِعِيِّ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): امر کی مراد اور "لازم اعم" اور لازم مساوی کی مراد واضح کریں۔ (ج): نیز مطلب تحریر کرنے کے بعد بتایئے کہ "دون الفعل" میں فعل سے کیا مراد ہے؟

جواب:- (الف): ترجمہ۔

اور امر کی مراد...... پھر مصنف کا قول "لازمة" اگر لازم اعم پر محمول ہو تو یہ بھی ترادف کی نفی ہوگی کیونکہ ملزم بغیر لازم کے نہیں پایا جاتا ہے پس اشتراک کی نفی بالکل مفہوم نہ ہوگی۔ چنانچہ مناسب ہے کہ لازم کو لازم مساوی پر محمول کیا جائے یعنی مراد بغیر صیغہ کے نہیں پائے جائے گی اور صیغہ بغیر مراد کے نہیں پایا جائے گا پس اس وقت ترادف اور اشتراک دونوں کی نفی کنایۃً مفہوم ہوگی حتی کہ فعل موجب نہ ہوگا برخلاف بعض اصحاب شافعی کے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب :-(ب): امر کی مراد لازمِ اعم اور لازمِ مساوی کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

امر کی مراد: وجوب ہے۔

نیز لازمِ اعم: اس سے صیغہ امر "افعل" مراد ہے۔

لازمِ مساوی: اس سے "صیغہ لازم" اور "وجوب" ملزوم مراد ہے۔

جواب :-(ج): مطلب ملاحظہ کیجئے۔

ماتن علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ امر کی مراد صیغہ لازم یعنی افعل کے ساتھ مختص ہوتی ہے۔ شارح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ عبارت کے خاص ہونے کا بیان ہے یعنی امر کی مراد وہ وجوب ہے جو ایسے صیغہ کے ساتھ مختص ہوتی ہے جو مراد کے لئے لازم ہے۔

ثم قولہ: سے شارح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ماتن کا قول "لازمۃ" اگر اس سے مراد لازمِ اعم ہو یعنی صیغہ امر لازمِ عام ہو اور وجوب ملزوم ہو تو اس سے بھی ترادف کی نفی ہوگی، کیونکہ لازمِ عام بغیر ملزوم کے پایا جاسکتا ہے مگر ملزوم بغیر لازمِ عام کے نہیں پایا جاسکتا ہے جیسے حیوان انسان کا لازمِ عام ہے تو حیوان بغیر انسان کے پایا جاسکتا ہے لیکن انسان بغیر حیوان کے نہیں پایا جاسکتا پس وجوب جو ملزوم ہے بغیر لازمِ عام یعنی بغیر صیغہ امر کے نہیں پایا جاسکتا ہے اگر چہ "صیغہ" لازمِ عام ہونے کی وجہ سے بغیر وجوب یعنی بغیر ملزوم کے پایا جاسکتا ہے پس ثابت ہوا کہ وجوب بغیر صیغہ کے یعنی فعل نبی علیہ السلام سے مفہوم نہ ہوگا اور جب وجوب فعل نبی علیہ السلام سے مفہوم نہ ہوگا تو ترادف کی تو نفی ہوگی لیکن اشتراک کی نفی بالکل نہیں ہوگی۔ اور اگر لازم سے مراد لازمِ مساوی ہو یعنی "صیغہ" لازم اور "وجوب" ملزوم ہو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور دونوں میں مساوات ہو تو ترادف اور اشتراک دونوں کی کنایۃً نفی ہو جائے گی اس طور پر لازم مساوی کے بغیر ملزوم کے نہیں پایا جاتا اور ملزوم بغیر لازمِ مساوی کے نہیں پایا جاتا ہے جیسے ناطق انسان کا لازمِ مساوی ہے تو ناطق بغیر انسان کے نہیں پایا جاسکتا اور انسان بغیر ناطق کے نہیں پایا جاسکتا، اسی طرح وجوب بغیر صیغہ امر کے نہیں پایا جائے گا اور صیغہ امر بغیر وجوب کے نہیں پایا جائے گا پس جب "وجوب" بغیر صیغہ امر کے نہیں پایا جاتا یعنی فعل نبی علیہ السلام سے وجوب ثابت نہیں ہوتا تو ترادف کی نفی ہوگئی اور جب صیغۂ امر بغیر وجوب کے پایا نہیں جائے گا یعنی صیغہ امر سے صرف وجوب مفہوم ہوتا ہے، اباحت، ندب وغیرہ مفہوم نہیں ہوتے تو اشتراک کی نفی ہوگئی۔

بحر حال جب لازمِ عام مراد لینے کی صورت میں صرف ترادف کی نفی ہوتی ہے اور اشتراک کی نفی نہیں ہوتی اور لازم مساوی مراد لینے کی صورت میں ترادف اور اشتراک دونوں کی نفی ہو جاتی ہے تو لازم سے لازمِ مساوی مراد لینا زیادہ بہتر ہے۔

لیکن اصحابِ شافعی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ صیغہ امر کی طرح رسول ﷺ کے فعل سے بھی وجوب ثابت ہوتا ہے۔

"دون الفعل" میں فعل سے مراد فعل نبی ہے۔

❁❁❁

نور الانوار ص:۲۵/ ص:۲۹

حَتّٰی لَایَکُوْنَ الْفِعْلُ مُوْجِبًا أَيْ إِذَاکَانَ الْمُرَادُ مَخْصُوْصًا بِالصِّیْغَةِ لَا یَکُوْنُ فِعْلُ النَّبِیِّ (علیہ السلام) مُوْجِبًا عَلَی الْأُمَّةِ مِنْ غَیْرِ مُوَاظَبَتِہٖ (علیہ السلام) خِلَافًا لِبَعْضِ أَصْحَابِ الشَّافِعِيِّ، فَإِنَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ: إِنَّ فِعْلَ النَّبِیِّ (علیہ السلام) أَیْضًا مُوْجِبٌ إِمَّا لِأَنَّہٗ أَمْرٌ، وَکُلُّ أَمْرٍ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لِلْوُجُوْبِ وَإِمَّا لِأَنَّهُ مُشَارِكٌ لِلْأَمْرِ فِيْ حُكْمِ الْوُجُوْبِ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): فعل نبی کریم ﷺ کے موجب حکم ہونے میں مذاہب ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔ (ج) نیز یہ بھی تحریر کریں کہ یہ مسئلہ کس اصل پر متفرع ہے۔

جواب:- (الف): ترجمہ۔

حتی کہ فعل موجب نہ ہوگا یعنی جب مراد (وجوب) صیغہ کے ساتھ مخصوص ہے تو بغیر مواظبت کے نبی علیہ السلام کا فعل امت پر موجب نہ ہوگا برخلاف بعض اصحاب شافعی کے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کا فعل بھی موجب ہے یا تو اس لئے کہ آپ کا فعل امر ہے اور ہر امر وجوب کے لئے ہوتا ہے اور یا اس لئے کہ آپ کا فعل حکم وجوب میں امر قولی کا مشارک ہے۔

جواب:- (ب) فعل نبی ﷺ کے موجب حکم ہونے میں مذاہب ائمہ مع دلائل ملاحظہ کیجئے۔

فعل علیہ السلام کے موجب حکم ہونے میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔

امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: کہ صیغۂ امر سے وجوب ثابت ہوتا ہے لیکن فعل نبی ﷺ سے وجوب ثابت نہیں ہوتا ہے، شارح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب وجوب صیغۂ امر کے ساتھ مخصوص ہے تو بغیر مواظبت کے رسول اکرم ﷺ کے فعل سے وجوب ثابت نہ ہوگا شارحؒ کی مذکورہ بات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام کا فعل مواظبت کے ساتھ موجب ہوتا ہے حالانکہ یہ بات بھی درست نہیں ہے اس لئے کہ "اعتکاف" رسول اللہ ﷺ کے مواظبت کرنے کے باوجود

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سنت مؤکدہ ہے واجب نہیں ہے۔ ہاں! اگر نبی علیہ السلام مواظبت کے ساتھ جس فعل کے ترک پر انکار فرمادیں تو یہ فعل بلاشبہ موجب ہوگا، لیکن اس صورت میں بھی فعل سے وجوب ثابت نہ ہوگا بلکہ ترک پر انکار سے وجوب ثابت ہوگا لہٰذا ترک پر انکار کرنے سے بھی وجوب ثابت ہو جائے گا، بہر حال نبی علیہ السلام کے فعل سے وجوب ثابت نہیں ہوتا۔

امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ: فرماتے ہیں کہ صیغۂ امر کی طرح رسول اکرم ﷺ کا فعل بھی موجب ہوتا ہے یعنی جس طرح صیغۂ امر سے وجوب ثابت ہوتا ہے اسی طرح فعل نبی ﷺ سے بھی وجوب ثابت ہوتا ہے ان حضرات کی طرف سے شارحؒ نے دو دلیلیں ذکر کی ہیں۔

پہلی دلیل: یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فعل بھی امر ہے کیونکہ امر کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) قول (۲) فعل۔ اور ہر امر وجوب کے لئے ہوتا ہے لہٰذا قول نبی ﷺ کی طرح فعل نبی ﷺ سے بھی وجوب ثابت ہو جائے گا۔ مثال: اللہ تعالیٰ کا قول "وما امر فرعون برشید" آیت میں امر سے مراد فعل ہے اس لئے قول کی صفت رشید نہیں بلکہ سدید آتی ہے۔

دوسری دلیل: یہ ہے کہ "فعل" امر کی قسم تو نہیں ہے لیکن وجوب کا فائدہ دینے میں امر کے مانند ہے پس نبی ﷺ کا فعل مفید وجوب ہونے میں امر کے مانند اور اسکے مشارک ہے تو امرِ قولی کی طرح نبی ﷺ کے فعل سے بھی وجوب ثابت ہو جائے گا۔

امام صاحبؒ کی دلیل: امام صاحبؒ نے فرمایا کہ صیغۂ امر سے وجوب ثابت ہوتا ہے لیکن فعل نبی ﷺ سے وجوب ثابت نہیں ہوتا مصنفؒ امام

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صاحبؒ کی جانب سے مندرجہ ذیل دلائل ذکر فرمارہے ہیں۔

پہلی دلیل: یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بلا افطار مسلسل شب و روز روزے رکھے ہیں۔ آپ ﷺ کے اصحابؓ نے بھی اس قسم کے روزے رکھنے شروع کر دیئے پس آپ ﷺ نے اس سے منع فرمادیا اس پر ایک شخص نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ آپ تو بلا افطار مسلسل روزے رکھتے ہیں؟ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا تم میں مجھ جیسا کون ہے؟ مجھے تو خود اللہ تعالیٰ کھلاتے پلاتے ہیں اور مجھ کو اللہ تعالیٰ عبادت کرنے کی قدرت اور طاقت عطا فرماتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ تم میں بلا افطار مسلسل روزے رکھنے کی سکت نہیں ہے البتہ مجھے خدا کی جانب سے ایک روحانی قوت حاصل ہے قرب الٰہی میں مجھے روحانی غذا بھی عطا کی جاتی ہے اور محبت الٰہی کی شراب سے بھی سیراب کیا جاتا ہے۔

دوسری دلیل: یہ ہے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ ایک بار رسول ﷺ اپنے اصحابؓ کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک آپ ﷺ نے اپنے نعلین مبارک اتار دیئے پس صحابہ نے بھی اپنے اپنے نعلین اتار لئے جب رسول ﷺ نماز سے فارغ ہو چکے تو آپ نے فرمایا کہ تم کو کس چیز نے اپنے نعلین اتارنے پر آمادہ کیا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ہم نے حضرت والا کو اپنے نعلین مبارک اُتارتے ہوئے دیکھا تھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے خبر دی تھی کہ نعلین میں نجاست ہے جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو اسے چاہئے کہ وہ دیکھے کہ اس کے جوتوں میں نجاست ہو تو اسے پونچھ لے اور جوتوں میں نماز ادا کرے مذکورہ دونوں دلیلوں میں غور کیجئے کہ آپ ﷺ نے جو عمل خود کیا ہے صحابہ کو اس کے کرنے سے منع فرمایا ہے اگر رسول کا فعل موجب ہوتا تو آپ ﷺ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صحابہ رضی اللہ عنہم کو پیروی کرنے سے منع نہ فرماتے، پس اس سے بھی معلوم ہوا کہ رسول ﷺ کے فعل سے وجوب ثابت نہیں ہوتا۔

یہ مسئلہ کس اصل پر متفرع ہے؟

یہ مسئلہ اس اصل پر متفرع ہے کہ صیغۂ امر، صرف وجوب کے لئے ہوگا اجاحت اور ندب وغیرہ کے لئے نہیں ہوگا اور وجوب صرف صیغہ امر سے ثابت ہوگا فعل نبی علیہ والسلام سے ثابت نہیں ہوگا۔

❁❁❁

نور الانوار س: ۲۶ رص: ۳۰

أَمَّا الشَّافِعِيُّ فَقَالَ تَارَةً عَلٰى سَبِيْلِ التَّنَزُّلِ :إِنَّ الْفِعْلَ لِلْوُجُوْبِ كَالْأَمْرِ .لِأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ شُغِلَ عَنْ أَرْبَعِ صَلَوَاتٍ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَقَضَاهُنَّ مُرَتَّبَةً وَقَالَ:صَلُّوْا كَمَارَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ فَجَعَلَ مُتَابَعَةَ أَفْعَالِهٖ لَازِمَةً لِأُمَّتِهٖ،فَأَجَابَ عَنْهُ الْمُصَنِّفُ بِقَوْلِهٖ وَالْوُجُوْبُ اسْتُفِيْدَ بِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ لَا بِالْفِعْلِ.

(الف):اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔(ب):امر مطلق کے بارے میں حنفیہ کا مسلک دلیل کے ساتھ لکھئے۔(ج):اور امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک لکھ کر عبارت میں ذکر کردہ ان کی دلیل اور حنفیہ کی طرف سے اس کا جواب تفصیل کے ساتھ تحریر کریں۔

جواب:-(الف):ترجمہ۔

امام شافعی نے کبھی تنزل کے طریقہ پر یہ کہا کہ فعل، امر کی طرح وجوب کے لئے ہے اس لئے کہ رسول اللہ خندق کے دن چار نمازیں وقت پر ادا نہ کرسکے، پھر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاروں نمازوں کی بالترتیب قضا کی اور فرمایا کہ تم لوگ بھی نمازیں اسی طرح پڑھا کرو جس طرح تم نے مجھے پڑھتے دیکھا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے افعال کی متابعت کو اپنی امت کے لئے لازم قرار دیدیا، پھر امام شافعی کے استدلال کا جواب مصنف نے اپنے اس قول سے دیا ہے کہ وجوب، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "صلوا کما رأیتمونی اصلی" سے مستفادہ ہے نہ کہ آپ کے فعل سے۔

جواب:-(ب) امر مطلق کے سلسلہ میں حنفیہ کا مسلک مدلل ملاحظہ کیجئے۔

امر مطلق کے بارے میں محققینِ حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ جو "امر" قرینۂ لزوم وعدمِ لزوم سے خالی ہو تو وہ وجوب کے لئے ہوتا ہے اِلّا یہ کہ اس کے خلاف کوئی قرینہ ہو، لہٰذا اگر کوئی قرینہ ہو مثلاً ڈانٹ، اور تنبیہ مقصود ہو تو پھر امر برائے وجوب نہ ہوگا۔

دلیل: محققین حنفیہ کی طرف سے امر کے برائے وجوب ہونے پر دلیل باری تعالیٰ کا قول "واذقلنا للملٰئکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس" ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو سجدہ کرنے کا حکم دیا مگر ابلیس نے سجدہ نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "مامنعک الا تسجدوا اذامرتک" یعنی میرے حکم دینے کے بعد تجھ کو سجدہ نہ کرنے کا کیا اختیار ہے اس آیت میں اللہ نے ابلیس کی مذمت کی اور اس پر زجر وتوبیخ کی اور جنت سے اس کا اخراج کر دیا معلوم ہوا کہ "اسجدو" صیغۂ امر برائے وجوب ہے اگر امرِ سجدہ برائے وجوب نہ ہوتا تو شیطان ابلیس کو یہ سزا نہ بھگتنی پڑتی اسی طرح قرآن کی بہت سی آیتیں ہیں۔

جواب:-(ج) نیز امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک اور عبارت میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ذکر کردہ ان کی دلیل اور حنفیہ کی طرف سے جواب اس کا تفصیل کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صیغہ امر کی طرح رسول اکرم ﷺ کا فعل بھی موجب ہے یعنی جس طرح صیغہ صیغہ امر سے وجوب ثابت ہوجاتا ہے اسی طرح فعل نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی وجوب ثابت ہوجائے گا۔

عبارت میں ذکر کردہ دلیل: خلاصہ اس کا یہ ہے کہ فعل نبی علیہ السلام امر تو نہیں ہے لیکن امر کی طرح مفید وجوب ہے کیونکہ نبی علیہ السلام جب غزوہ خندق کے موقع پر مشرکین کے ساتھ جنگ اور خندق کھودنے میں مشغول ہونے کی وجہ سے چار نمازیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء وقت پر ادا نہ کرسکے تو اس کے بعد آپ نے بالترتیب چاروں نمازوں کی قضا فرمائی اور صحابہ سے فرمایا کہ تم بھی نمازیں اسی طرح قضاء کیا کرو جس طرح تم نے مجھے قضاء کرتے دیکھا ہے یعنی قضا نمازوں میں بھی ترتیب ملحوظ رکھا کرو، غور کیجئے کہ آپ ﷺ نے اس فرمان سے اپنے افعال کی متابعت کو اپنی امت کے لئے لازم قرار دیا ہے۔

اگر فعلِ نبی موجب نہ ہوتا تو آپ ﷺ اپنے فعل کی متابعت کو اپنی امت کے لئے لازم قرار نہ دیتے، پس آپ کا اپنے فعل کی متابعت کو اپنی امت کے لئے لازم قرار دینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ کا فعل بھی موجب ہے۔

حنفیہ کی طرف سے مذکورہ دلیل کا جواب تفصیل کے ساتھ ملاحظہ کیجئے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے حنفیہ کی طرف سے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ قضاء نمازوں میں ترتیب کا وجوب حضور ﷺ کے فعل سے ثابت نہیں ہوا بلکہ آپ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ﷺ کے قول "صلوا کما رأیتمونی اصلی" سے ثابت ہوا ہے کیونکہ اگر فعل نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام موجب ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محض آپ ﷺ کا فعل دیکھ کر آپ کا اتباع کر لیتے اور سرے سے اس فرمان کے محتاج ہی نہ ہوتے، پس فعل کے بعد آپ ﷺ کا "صلوا کما رأیتمونی اصلی" فرمانا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ فعل سے وجوب ثابت نہیں ہوتا بلکہ قول سے ثابت ہوتا ہے۔

❁❁❁

نور الانوار س: ۲۷ / ص: ۳۲

وَلٰكِنْ يَرِدُ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَوْقُوْفٌ عَلٰى أَنْ يَكُوْنَ هٰذَا الْأَمْرُ أَيْضًا لِلْوُجُوْبِ وَهُوَ مَمْنُوْعٌ، وَأَنَّهُ لِمَ لَا يَجُوْزُ أَنْ يَكُوْنَ الْمُخَالَفَةُ عَلٰى وَجْهِ الْإِنْكَارِ دُوْنَ التَّرْكِ، وَالْجَوَابُ أَنَّ سِيَاقَ الْكَلَامِ دَالٌّ عَلٰى أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ لِلْوُجُوْبِ بِدُوْنِ احْتِيَاجٍ إِلٰى بُرْهَانٍ وَمُصَادَرَةٍ عَلَى الْمَطْلُوْبِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): سیاق الکلام اور مصادرة علی المطلوب کسے کہتے ہیں؟ (ج) یہاں پر شارح نے دو اعتراض نقل کئے ہیں آپ ماقبل سے ربط بیان کرتے ہوئے اعتراض کی مع جواب وضاحت کریں۔

جواب:- (الف) ترجمہ۔

لیکن اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ استدلال اس بات پر موقوف ہے کہ یہ امر بھی وجوب کے لئے ہو حالانکہ یہ ممنوع ہے اور یہ کیوں جائز نہیں کہ مخالفت انکار کے طور پر ہو نہ کہ ترک کے طور پر اور جواب یہ ہے کہ سیاق کلام اس پر دلالت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کرتا ہے کہ یہ امر وجوب کے لئے ہے (اس میں) نہ دلیل کی ضرورت ہے اور نہ مصادرہ علی المطلوب کی۔

جواب:-(ب) سیاق الکلام اور مصادرہ علی المطلوب کسے کہتے ہیں ملاحظہ کیجئے؟

سیاق کلام: کہتے ہیں کہ مابعد والی عبارت کا مضمون ماقبل والی عبارت سے سمجھ میں آجائے۔

مصادرہ علی المطلوب: کہتے ہیں دعوی کو دلیل بنا کر پیش کرنا یعنی دعوی اور دلیل دونوں ایک ہوں۔

جواب:-(ج) عبارت کا ماقبل سے ربط و اعتراض و جواب کی مکمل وضاحت ملاحظہ کیجئے۔

ماقبل میں ماتن علیہ الرحمہ نے احناف کا مذہب بیان کیا تھا کہ امر کا موجب فقط وجوب ہے۔"ولکن یرد الخ" سے شارح نے ماتن کے پیش کردہ استدلال پر دو اعتراض اور ان کے جواب ذکر فرمارہے ہیں۔

اعتراض (۱): پہلے اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ مذکورہ استدلال میں مصادرہ علی المطلوب لازم آتا ہے۔حالانکہ مصادرہ علی المطلوب ناجائز ہے، مذکورہ استدلال میں مصادرہ علی المطلوب اس طور پر لازم آتا ہے کہ احناف کا دعوی یہ ہے کہ امر وجوب کے لئے آتا ہے اور دلیل یہ ہے کہ "فلیحذر" صیغۂ امر وجوب کے لئے ہے یعنی تارک امر کے لئے ڈرنا واجب ہے، پس جس کو دلیل بنا یا گیا ہے یعنی "فلیحذر" صیغۂ امر کا وجوب کے لئے ہونا تسلیم نہیں ہے بلکہ یہ خود محتاج دلیل ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اعتراض (۲): دوسرے اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ آیت میں "یخالفون" مخالفت کا لفظ مذکور ہے اور مخالفت کا لفظ جس طرح ترک عمل پر بھی بولا جاتا ہے اسی طرح انکار پر بھی بولا جاتا ہے لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ آیت میں مخالفت علی وجہ انکار مراد ہے اور "وعید" رسول اللہ ﷺ کے حکم کا الانکار کرنے والوں کے حق میں ہے نہ کہ تارکین عمل کے حق میں۔ اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کا انکار کرنے والے بالیقین کافر ہیں تو گویا یہ وعید کفار کے حق میں ہے اور جب یہ وعید منکرین اور کفار کے حق میں ہوئی اور تارکین عمل کے حق میں نہ ہوئی تو اس آیت سے یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ امر کا موجب وجوب ہے۔

پہلے اعتراض کا جواب: یہ ہے کہ احناف اور غیر احناف کے درمیان اختلاف اس بات میں ہے کہ امر کا موجب وجوب ہے یا وجوب کے علاوہ ہے اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ امر وجوب کے لئے مستعمل ہوتا ہے چنانچہ جو حضرات غیر وجوب کو امر کا موجب قرار دیتے ہیں وہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ قرینہ کی وجہ سے امر وجوب کے لئے استعمال ہوتا ہے پس مذکورہ آیت میں سیاق کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ "فلیحذر" صیغۂ امر وجوب کے لئے ہے یعنی سیاق کلام کے قرینہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ "فلیحذر" صیغۂ امر وجوب کے لئے مستعمل ہے بایں طور کے ناگوار اور تکلیف دہ چیز سے ڈرنا نہ مندوب ہوتا ہے اور نہ مباح ہوتا ہے بلکہ واجب ہوتا ہے پس "فلیحذر" صیغۂ امر کا وجوب کے لئے ہونا نہ کسی دلیل پر موقوف ہے نہ دعوی پر موقوف ہے اور جب "فلیحذر" صیغۂ امر کا وجوب کے لئے ہونا نہ کسی دلیل پر موقوف ہے اور نہ کسی دعوی پر تو مصادر علی المطلوب بھی لازم نہ آئے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دوسرے اعتراض کا جواب: یہ ہے کہ لفظ مخالفت اہل عرب کے یہاں ترک عمل پر بولا جاتا ہے نہ کہ انکار پر کیونکہ مخالفت، موافقت کی ضد ہے اور موافقت کہتے ہیں مامور بہ کو بجالانا اور اس پر عمل کرنا پس جب موافقت مامور بہ پر عمل کرنے کو کہتے ہیں تو مخالفت اس پر ترک عمل کو کہیں گے اور جب مخالفت ترک عمل کو کہتے ہیں تو وعید ترک پر ہوگی نہ کہ انکار پر لہٰذا معترض کا یہ کہنا کہ آیت میں وعید امر رسول کے منکرین کے حق میں ہے درست نہیں ہے۔

❁❁❁

نور الانوار ص: ۲۸ ص ۳۳

وَإِذَا أُرِيْدَتْ بِهِ الْإِبَاحَةُ أَوِالنُّدْبُ فَقِيْلَ إِنَّهُ حَقِيْقَةٌ لِأَنَّهُ بَعْضُهُ وَقِيْلَ: لَا، لِأَنَّهُ جَاوَزَ أَصْلَهُ فَالْحَاصِلُ أَنَّ مَنْ نَظَرَ إِلَى الْجِنْسِ الَّذِيْ هُوَ جَوَازُ الْفِعْلِ فَقَطْ ظَنَّ أَنَّهُ مُسْتَعْمَلٌ فِيْ بَعْضِ مَعْنَاهُ فَيَكُوْنَ حَقِيْقَةً قَاصِرَةً وَمَنْ نَظَرَ إِلَى الْجِنْسِ وَ الْفَصْلِ جَمِيْعًا ظَنَّ أَنْ كُلًّا مِنْهُمَا مَعَانٍ مُتَبَايِنَةٌ وَأَنْوَاعٌ عَلَى حِدَةٍ فَلَا يَكُوْنُ إِلَّا مَجَازًا.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ضمائر کے مراجع کی تعیین کرتے ہوئے ترجمہ کریں۔ (ب) اباحت، ندب اور وجوب کی تعریفات لکھیں اور جنس اور فصل کی تعیین کریں۔ (ج) عبارت کو اس طرح حل کریں کہ حقیقت قاصرہ اور مجاز کا مفہوم بھی واضح ہو جائے۔

جواب:۔ (الف) ترجمہ۔

اور جب امر سے مراد اباحت یا ندب ہو چنانچہ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امر حقیقت ہے کیونکہ اباحت اور ندب میں سے ہر ایک وجوب کا حصہ ہے۔ اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ امر، اباحت اور ندب میں حقیقت نہیں ہے اس لئے کہ اباحت اور ندب میں سے ہر ایک اصل امر سے متجاوز ہو چکا ہے پس حاصل یہ ہے کہ جس نے صرف جنس یعنی جواز فعل پر نظر ڈالی تو اس نے یہ خیال کیا کہ اباحت اور ندب میں سے ہر ایک چونکہ وجوب کے بعض معنی میں مستعمل ہے اس لئے یہ حقیقت قاصرہ ہے اور جس نے جنس اور فصل دونوں کے مجموعہ پر نظر ڈالی ہے اس نے یہ خیال کیا کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا متباین معنی اور الگ الگ قسم ہے لہٰذا یہ فقط مجاز ہوگا۔

جواب:-(ب) اباحت، ندب اور وجوب کی تعریفات اور جنس و فصل کی تعیین ملاحظہ کیجئے۔

اباحت: جواز فعل مع جواز ترک کا نام ہے۔

ندب: جواز فعل مع رجحان فعل کا نام ہے۔

وجوب: جواز فعل مع حرمت ترک کا نام ہے۔

جنس اور فصل کی تعیین ملاحظہ فرمائیں۔

جنس سے مراد جواز فعل ہے۔

فصل سے مراد حرمت ترک ہے۔

جواب:-(ج) عبارت کا مطلب۔

مصنف علیہ الرحمہ نے ماقبل میں یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ امر کا موجب اصل تو وجوب ہے لیکن مذکورہ عبارت میں یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر امر سے وجوب مراد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نہ ہو بلکہ اباحت، یا ندب، مراد ہو تو اس صورت میں امر کا کیا حکم ہوگا یعنی اباحت اور ندب مراد لینے کی صورت میں امر کا استعمال حقیقت ہوگا یا مجاز ہوگا اس بارے میں اختلاف ہے۔

فقیل الخ: سے علامہ فخر الاسلام کا مذہب بیان فرماتے ہیں کہ امر کا استعمال اس وقت بھی حقیقت ہوگا لیکن حقیقت قاصرہ ہوگا نہ کہ حقیقت کاملہ، اس لئے کہ اباحت اور ندب میں سے ہر ایک وجوب کے معنی کا ایک جز ہے کیونکہ وجوب کے معنی ہیں "جواز فعل مع حرمت الترک" اور ندب کے معنی ہیں "جواز فعل مع رجحان فعل" حاصل یہ ہے کہ وجوب کے معنی کے دو جز ہیں (۱) جواز فعل (۲) حرمت ترک اور "جواز فعل" اباحت اور ندب کے معنی میں بھی پایا جاتا ہے لیکن حرمت ترک ان دونوں کے معنی میں نہیں پایا جاتا گویا اباحت اور ندب دونوں میں سے ہر ایک وجوب کے معنی کے ایک جز میں مستعمل ہیں اور شی کا جز اس لفظ کی حقیقت قاصرہ ہوتا ہے جو لفظ اس شی پر دلالت کرتا ہے پس "وجوب" صیغہ امر کی حقیقت کاملہ ہوگا اور اباحت اور ندب اس کی حقیقت قاصرہ ہوں گے۔ اگر لفظ پورے موضوع لہ میں مستعمل ہے تو حقیقت کاملہ ہے اور اگر لفظ موضوع لہ کے ایک جز پر بولا جائے تو یہ حقیقت قاصرہ ہے اور اگر لفظ کسی مناسبت کی وجہ سے خارج موضوع لہ پر بولا جائے تو یہ مجاز ہے۔

و قیل لا الخ: سے شیخ ابوالحسن کرخی، شیخ ابوبکر حصاص اور عامۃ الفقہاء کا مذہب بیان کیا ہے یہ حضرات فرماتے ہیں کہ جب امر کا صیغہ اباحت یا ندب میں استعمال ہوگا تو وہ حقیقت نہ ہوگا بلکہ مجاز ہوگا کیونکہ اباحت اور ندب میں سے ہر ایک امر کے اصل معنی یعنی وجوب سے متجاوز ہے۔

صاحب نور الانوار دونوں اقوال کا خلاصہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علامہ فخر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الاسلام نے چونکہ وجوب کی مذکورہ تعریف کی صرف جنس یعنی جواز فعل پر نظر ڈالی ہے اس لئے انہوں نے یہ خیال کیا کہ اباحت اور ندب میں سے ہر ایک وجوب کے بعض معنی یعنی جواز فعل میں مستعمل ہے لہٰذا اباحت اور ندب میں امر کا استعمال حقیقت قاصرہ ہوگا۔

ابوالحسن کرخی وغیرہ نے چونکہ وجوب کی مذکورہ تعریف کی جنس اور فصل کے مجموعہ پر نظر ڈالی ہے اس لئے انہوں نے یہ خیال کیا ہے کہ اباحت اور ندب میں سے ہر ایک کے معنی وجوب کے معنی کے مباین اور متغایر ہیں اور جب اباحت اور ندب میں سے ہر ایک کا معنی وجوب کے معنی کا غیر ہے تو اباحت اور ندب میں امر کا استعمال حقیقت نہ ہوگا بلکہ مجاز ہوگا۔

❁❁❁

نور الانوار س: ۲۹ ر ص: ۳۴

وَلَا يَقْتَضِي التَّكْرَارَ وَلَا يَحْتَمِلُهُ أَيْ لَا يَقْتَضِي الْأَمْرُ التَّكْرَارَ كَمَا ذَهَبَ إِلَيْهِ قَوْمٌ ،وَلَا يَحْتَمِلُهُ كَمَا ذَهَبَ إِلَيْهِ الشَّافِعِيُّ يَعْنِي إِذَا قِيلَ مَثَلًا صَلُّوْا كَانَ مَعْنَاهُ إِفْعَلُوْا الصَّلَاةَ مَرَّةً وَلَا يَدُلُّ عَلَى التَّكْرَارِ أَصْلًا وَذَهَبَ قَوْمٌ إِلَى أَنَّ مُوْجَبَهُ التَّكْرَارُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب) عبارت کا مطلب تحریر کیجئے۔ (ج) مسئلہ مذکورہ میں امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کے اختلاف مع دلائل تحریر کریں۔

جواب:- (الف) ترجمہ

امر نہ تکرار کا تقاضہ کرتا ہے اور نہ اس کا احتمال رکھتا ہے یعنی امر نہ تکرار کا تقاضہ کرتا ہے جیسا کہ ایک قوم کا مذہب ہے اور اس کا احتمال رکھتا ہے جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے یعنی مثلاً جب "صلوا" نماز پڑھو کہا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کا عمل ایک بار کرو اور تکرار پر قطعاً دلالت نہیں کرتا ہے اور ایک قوم اس طرف گئی ہے کہ امر کا موجب تکرار ہے۔

جواب:۔(ب) عبارت کا مطلب ملاحظہ کیجئے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے مذکورہ عبارت میں یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ امر مطلق تکرار کا احتمال رکھتا ہے یا تکرار کا احتمال نہیں رکھتا ہے تو اس بارے میں مذکورہ عبارت میں تین مذہب بیان کئے ہیں۔

پہلا مذہب: احناف کا ہے احناف فرماتے ہیں کہ امر مطلق نہ تکرار کا تقاضہ کرتا ہے اور نہ تکرار کا احتمال رکھتا ہے مثلاً اگر "صلوا" نماز پڑھو کہا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ فعل صلاۃ ایک دفعہ بجالاؤ۔

دوسرا مذہب: ابو اسحاق اسفرائی وغیرہ حضرات کا ہے فرماتے ہیں کہ امر کا موجب ہی تکرار ہے یعنی امر تکرار کا تقاضہ کرتا ہے اور اس پر دلالت بھی کرتا ہے۔

تیسرا مذہب: امام شافعی رحمہ اللہ کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ "امر" تکرار کا تقاضہ تو نہیں کرتا البتہ تکرار کا احتمال رکھتا ہے۔

جواب:۔(ج) مسئلہ مذکورہ میں امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کا اختلاف مع دلائل سوال نمبر:۳۰ میں آرہا ہے۔

نور الانوار رس:۳۰ رص:۳۵

فَقَالَ : لِأَنَّ صِيْغَةَ الْأَمْرِ مُخْتَصَرَةٌ مِنْ طَلَبِ الْفِعْلِ بِالْمَصْدَرِ الَّذِيْ هُوَ فَرْدٌ وَ مَعْنَى التَّوْحِيْدِ مَرْعِيٌّ فِيْ أَلْفَاظِ الْوُحْدَانِ وَذٰلِكَ بِالْفَرْدِيَّةِ وَ الْجِنْسِيَّةِ وَ الْمُثَنّٰى بِمَعْزِلٍ عَنْهُمَا، بَيَانٌ لِلْمِثَالِ الْمُخْتَصِّ، أَعْنِيْ قَوْلَهُ : طَلِّقِيْ نَفْسَكِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب) عبارت کی تشریح کرتے ہوئے بتائے کہ "کأن صیغة الأمر الخ" کس قاعدہ کی دلیل ہے؟ قاعدہ اور دلیل بوضاحت تحریر کریں اور اس سلسلہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ مع دلیل تحریر کریں۔ (ج) "مثال مختص" کی مراد بتا کر مذکورہ قاعدہ پر منطبق کیجئے۔

جواب:۔ (الف) ترجمہ۔

اس لئے کہ صیغہ امر فعل کو ایسے مصدر کے ذریعہ طلب کرنے سے مختصر ہے جو فرد ہو، حالانکہ واحد لفظوں میں توحد (فرد) ہونے کے معنی کیا جاتے ہیں اور توحد، فردیت اور جنسیت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور تثنیہ ان دونوں سے بالکل الگ ہے (اس عبارت سے) ایک خاص مثال کا بیان ہے یعنی "طلقی نفسک" کی وضاحت مقصود ہے۔

جواب:۔ (ب) عبارت کی تشریح ملاحظہ فرمائیں۔

مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے احناف کے مذہب کی دلیل پیش کی ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ امر تکرار کا تقاضہ نہیں کرتا (یہی قاعدہ ہے) اور اس قاعدے کی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ "صیغۂ امر" فعل کو مصدر کے ذریعہ طلب کرنے سے مختصر ہے مثلا "إضرب" امر کا صیغہ "اطلب منک الضرب" سے مختصر کیا گیا ہے یعنی "اضرب" ای "اطلب منک الضرب" کی مختصر عبارت ہے لہٰذا صیغۂ امر مختصر اور مصدر، مختصر منہ ہوا، اور مختصر منہ یعنی عدد فرد ہے اور فرد مصدر کا احتمال نہیں رکھتا ہے اور "مصدر" عدد کا احتمال کیسے رکھ سکتا ہے حالانکہ مصدر جو فرد ہے، لفظ واحد ہے اور واحد لفظوں میں توحد یعنی فرد ہونے کے معنی ملحوظ ہوتے ہیں پس جب مصدر عدد کا احتمال

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نہیں رکھتا ہے تو فعل امر جو مصدر سے مختصر کیا گیا ہے بدرجہ اولی عدد کا احتمال نہیں رکھے گا۔

اس سلسلہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کا نظریہ مع دلیل ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ امر تکرار کا تقاضہ تو نہیں کرتا البتہ تکرار کا احتمال رکھتا ہے۔

دلیل: یہ ہے کہ صیغۂ امر مثلاً "إضرب" اطلب منک ضربا سے مختصر کیا گیا ہے یعنی اضرب کہا جاتا ہے اور اطلب منک ضربا مراد ہوتا ہے اور اطلب منک ضربا میں ضربا نکرہ ہے، پس اس جملہ کا جو مختصر یعنی اضرب ہے وہ بھی نکرہ کو شامل ہوگا۔ اور "نکرہ" کلام مثبت میں اگرچہ خاص ہو جاتا ہے لیکن عموم کا احتمال رکھتا ہے لہٰذا "اضرب" صیغۂ امر میں عموم اور تکرار کا احتمال ثابت ہو گیا اور جب صیغۂ امر میں عموم اور تکرار کا احتمال ہے تو صیغہ امر کو تکرار پر محمول کیا جاتا ہے۔

جواب:- (ج) "مثال مختص" سے کیا مراد ہے؟

مثال مختص سے مراد ماتن کا قول "طلقي نفسک" ہے۔

تطبیق ملاحظہ فرمائیں۔

وضاحت اس کی یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی عورت کو "طلقي نفسک" کہا تو عورت اپنے اوپر طلاق (فرد حقیقی) واقع کرنے کی بھی مجاز ہے اور تین طلاقیں (فرد حکمی) واقع کرنے کی بھی مجاز ہے بشرطیکہ شوہر نے تین طلاقوں کی نیت کی ہو اور رہا دو طلاقوں کا معاملہ تو عورت کو یہ حق نہیں کہ اپنے اوپر دو طلاقیں واقع کرلے اس لئے کہ دو طلاقیں نہ فرد حقیقی ہیں اور نہ فرد حکمی ہیں اور عورت کو یہ حق بھی نہیں ہے کہ تین

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طلاقیں ایک ایک کرکے اپنے اوپر واقع کرلے اگر ایسا کریگی تو امر میں تکرار کیا جائے گا حالانکہ قاعدہ یہ بیان کیا ہے کہ امر تکرار کا تقاضہ نہیں کرتا۔

بہر حال احناف کے نزدیک مذکورہ مسئلہ میں تین طلاقوں کو ایک ایک کرکے واقع کرنا بھی مجاز نہ ہوگا اور دو طلاقوں کو واقع کرنا بھی مجاز نہ ہوگا۔

❁❁❁

نور الانوار س:۱۴۳۱ھ ص:۳۵

وَمَا تَكَرَّرَ مِنَ الْعِبَادَاتِ فَبِأَسْبَابِهَا لَا بِالْأَوَامِرِ، لَا يُقَالُ: إِنَّ الْوَقْتَ سَبَبٌ لِنَفْسِ الْوُجُوْبِ وَالْأَمْرُ إِنَّمَا هُوَ سَبَبٌ لِوُجُوْبِ الْأَدَاءِ. فَكَيْفَ يَكُوْنُ السَّبَبُ مُغْنِيًا عَنِ الْأَمْرِ؟ لِأَنَّا نَقُوْلُ إِنَّ عِنْدَ وُجُوْدِ كُلِّ سَبَبٍ يَتَكَرَّرُ الْأَمْرُ تَقْدِيْرًا مِنْ جَانِبِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَكَانَ تَكْرَارُ الْعِبَادَاتِ بِتَكَرُّرِ الْأَوَامِرِ الْمُتَجَدِّدَةِ حُكْمًا.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): مطلب لکھتے ہوئے اعتراض وجواب کے انداز پر عبارت کو حل کریں۔ (ج): نیز امر کی تعریف اور حکم کو قلم بند کیجئے۔

جواب:- (الف) ترجمہ۔

اور جتنی عبادتیں مکرر ہوتی ہیں وہ اسباب کے مکرر ہونے سے ہوتی ہیں اوامر کی وجہ سے نہیں، یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ "وقت" نفسِ وجوب کا سبب اور "امر" وجوب اداء کا سبب ہے لہٰذا "سبب" امر سے کس طرح بے نیاز کرسکتا ہے اس لئے کہ ہم جواب دیں گے کہ ہر سبب کے وجود کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے "امر" تقدیراً مکرر ہوتا ہے، پس عبادات کا مکرر ہونا حکماً نئے نئے اوامر کے مکرر ہونے سے ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب:-(ب): مطلب لکھتے ہوئے اعتراض وجواب کے انداز پر عبارت کو حل کریں۔

ماقبل میں مصنف نے بیان کیا تھا کہ احناف کے نزدیک "امر" نہ تکرار کا تقاضہ کرتا ہے اور نہ تکرار کا احتمال رکھتا ہے۔اس پر ایک اعتراض ہے جس کا جواب مصنف علیہ الرحمہ نے اپنی عبارت وما تکرر من العبادات الخ سے دیا ہے۔

اعتراض: کا حاصل یہ ہے کہ جب "امر" احناف کے نزدیک نہ تکرار کا تقاضہ کرتا ہے اور نہ تکرار کا احتمال رکھتا ہے تو عبادات مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ میں تکرار کس وجہ سے پیدا ہوا۔یعنی صیغہ امر "اقیموا الصلوٰۃ" سے نماز کو "اتوا الزکوٰۃ" سے زکوٰۃ کو اور "کتب علیکم الصیام الخ" سے روزہ کو فرض کیا گیا ہے اور بقول آپ کے امر نہ تکرار کا تقاضہ کرتا ہے نہ اس کا احتمال رکھتا ہے تو پھر نماز، روزہ اور زکوٰۃ میں تکرار کہاں سے آیا یعنی ہر روز نماز پڑھنا اور ہر سال ماہِ رمضان کے روزے رکھنا اور ہر سال زکوٰۃ دینا کیوں واجب ہوا۔عدمِ تکرار کا تقاضہ تو یہ تھا کہ زندگی میں ایک بار نماز فرض ہوتی، ایک بار روزے فرض ہوتے اور ایک بار زکوٰۃ دینا واجب ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

جواب: چھونا ہے کہ عبادات نماز، روزہ، زکوٰۃ میں امر کے صیغوں کی وجہ سے تکرار پیدا نہیں ہوا بلکہ ان کے اسباب کے مقرر ہونے کی وجہ سے تکرار پیدا ہوا ہے کیونکہ سبب کا تکرار مسبب کے تکرار پر دلالت کرتا ہے چنانچہ "وقت" نماز کا سبب ہے لہٰذا جب بھی وقت پایا جائے گا نماز واجب ہوگی۔اور ماہِ رمضان کی آمد روزہ کا سبب ہے لہٰذا جب بھی ماہِ رمضان آئے گا روزہ واجب ہوگا اور نصاب زکوٰۃ کا سبب ہے لہٰذا جب بھی بقدر نصابِ زکوٰۃ مال کا مالک ہوگا زکوٰۃ واجب ہوگی یہی وجہ ہے کہ حج زندگی میں صرف ایک بار واجب ہوتا ہے کیونکہ حج کا سبب بیت اللہ ہے اور بیت اللہ ایک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے اس میں کوئی تکرار نہیں ہے۔

بہر حال عبادات کا تکرار جب اسباب کے مقرر ہونے کی وجہ سے ہے اور امر کے صیغوں کی وجہ سے نہیں ہے تو عبادات کے مکرر ہونے سے یہ ثابت نہ ہوگا کہ امر تکرار کا تقاضہ کرتا ہے۔

لایقال سے ماقبل کے جواب پر ایک اعتراض کیا گیا ہے۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ "وقت" صرف وجوب عبادت کا سبب ہے اور امر کا صیغہ وجوبِ اداء کا سبب ہے تو "سبب" امر سے کس طرح بے نیاز ہوسکتا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ وقت (سبب) کے مکرر ہونے سے نفسِ وجوب مکرر ہوگا مگر وجوب اداء چونکہ امر سے ثابت ہے **اس لئے** وجوب اداء کا تکرار بھی امر سے ثابت ہوگا، اور جب وجوب اداء کا **تکرار امر** ثابت ہوا تو یہ بھی ثابت ہوگا کہ امر تکرار کا تقاضہ کرتا ہے۔

لأنا نقول الخ سے شارح علیہ الرحمہ اسی اعتراض کا جواب دے رہے ہیں

جواب: کا حاصل یہ ہے کہ ہر سبب کے وجود کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے "امر" تقدیراً مکرر ہوتا ہے یعنی جب بھی نماز کا وقت آتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "صلوا" نماز پڑھو، اور جب زکوٰۃ کا وقت آتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اٰتوا الزکوٰۃ" زکوٰۃ ادا کرو۔ پس جب ہر سبب کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقدیراً عبادات کا "امر" ہوتا ہے تو عبادات میں تکرار ان نئے نئے اوامر کی وجہ سے ہوگا یعنی ایک امر سے ایک ہی نماز واجب ہوگی مگر چونکہ ہر روز نماز کے وقت اللہ کی طرف سے امر ہوتا ہے اس لئے ہر روز ہر وقت کی نماز کا ادا کرنا واجب ہوگا یہی حال روزے اور زکوٰۃ کا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب:-(ج) امر کی تعریف اور حکم ملاحظہ کیجئے۔

امر کی تعریف: یہ ہے کہ ایک شخص اپنے آپ کو بلند مرتبہ اور بزرگ سمجھ کر کسی دوسرے شخص کو "افعل" کہے۔

حکم: محققینِ حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ جو امر قرینہ لزوم وعدم سے خالی ہو وہ وجوب کے لئے ہوتا ہے اِلّا یہ کہ اس کے خلاف کوئی عدمِ وجوب کا قرینہ ہو تو پھر وہ امر برائے وجوب نہ ہوگا مثلاً عدمِ لزوم کا قرینہ ہو جیسے ڈانٹ، اور تنبیہ وغیرہ۔

❀❀❀

نور الانوار س:۳۲/ص:۳۶

وَكَذَا اسْمُ الْفَاعِلِ يَدُلُّ عَلَى الْمَصْدَرِ لُغَةً وَلَا يَحْتَمِلُ الْعَدَدَ فَقَوْلُهُ يَدُلُّ بَيَانٌ لِوَجْهِ التَّشْبِيهِ "وَلَا يَحْتَمِلُ" عَطْفٌ عَلَيْهِ وَفِي بَعْضِ النُّسَخِ لَا يَحْتَمِلُ بِدُوْنِ الْوَاوِ فَيَكُوْنُ هُوَ بَيَانَ وَجْهِ التَّشْبِيهِ وَقَوْلُهُ يَدُلُّ وَقَعَ حَالًا أَيْ كَذَا اسْمُ الْفَاعِلِ لَا يَحْتَمِلُ الْعَدَدَ حَالَ كَوْنِهِ يَدُلُّ عَلَى الْمَصْدَرِ لُغَةً، فَهُوَ احْتِرَازٌ عَنِ اسْمِ الْفَاعِلِ الَّذِي يَدُلُّ عَلَيْهِ اقْتِضَاءً.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): عبارت کی واضح تشریح کیجئے جس سے امر کی بحث میں اسم فاعل کے ذکر کا مقصد بھی سمجھ میں آجائے۔ (ج): نیز اس اسم فاعل کی مثال ذکر کیجئے جو مصدر پر اقتضاءً دلالت کرتا ہے" فهو احتراز الخ" کو مثال دے کر سمجھائیے۔

جواب:-(الف): ترجمہ۔

اور اسی طرح "اسم فاعل" لغت کے اعتبار سے مصدر پر دلالت کرتا ہے اور عدد کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

احتمال نہیں رکھتا ہے۔ پس مصنف کا قول "یدل" وجہ تشبیہ کا بیان ہے اور "لا یحتمل" اس پر معطوف ہے اور بعض نسخوں میں " لا یحتمل" بغیر واو کے ہے پس یہ وجہ تشبیہ کا بیان ہوگا اور مصنفؒ کا قول "یدل" حال واقع ہوگا یعنی اسی طرح اسم فاعل عدد کا احتمال نہیں رکھتا ہے اس حال میں کہ وہ لغت کے اعتبار سے مصدر پر دلالت کرتا ہو پس یہ قید اُس اسم فاعل سے احتراز ہے جو مصدر پر اقتضاءً دلالت کرتا ہے۔

جواب:- (ب) عبارت کی واضح تشریح ملاحظہ کیجئے جس سے امر کی بحث میں اسم فاعل کا مقصد واضح ہو جائے۔

مصنف علیہ الرحمہ بیانِ امر کو قریب الی الفہم کرنے کے لئے اسم فاعل کا بیان لائے ہیں کیونکہ امر اور اسم فاعل دونوں تکرار کا احتمال نہ رکھنے میں مشترک ہیں، چنانچہ فرمایا کہ امر کی طرح اسم فاعل بھی لغت کے اعتبار سے مصدر پر دلالت کرتا ہے اور تکرار عدد کا احتمال نہیں رکھتا ہے حاصل یہ ہے کہ اسم فاعل مشبہ ہے اور امر کا صیغہ مشبہ بہ ہے اور "یدل علی المصدر لغۃ" معطوف علیہ اور "لا یحتمل العدد" معطوف دونوں مل کر وجہ تشبیہ ہیں یعنی اسم فاعل، امر کے دو چیزوں میں مشابہ ہے ایک لغۃً مصدر پر دلالت کرنے میں، دوسرے تکرار کا احتمال نہ رکھنے میں۔ بعض نسخوں میں لا یحتمل "بغیر واؤ کے ہے اس صورت میں لفظ وجہ تشبیہ کو بیان کرنے کے لئے ہوگا اور "یدل علی المصدر لغۃ" "لا یحتمل" کی ضمیر فاعل سے حال واقع ہوگا۔ اور پوری عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ اسی طرح اسم فاعل عدد کا احتمال نہیں رکھتا ہے اس حال میں کہ وہ لغت کے اعتبار سے مصدر پر دلالت کرتا ہو۔

جواب:- (ج) نیز اسم فاعل کی مثال ملاحظہ کیجئے جو مصدر پر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اقتضاءً دلالت کرتا ہے۔

صاحب نور الانوار فرماتے ہیں کہ متن میں ”لغة“ کی قید کے ذریعہ اس اسم فاعل سے احتراز کیا گیا ہے جو اسم فاعل مصدر پر اقتضاءً دلالت کرتا ہے مثلاً: ”أنت طالق“ میں ”طالق“ اسم فاعل اس طلاق پر لغۃً دلالت کرتا ہے جو طلاق عورت کی صفت ہے۔ شارح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں لیکن یہ ہماری بحث سے خارج ہے۔

”فهو احتراز الخ“ کو مع مثال ملاحظہ کیجیے۔

فهو احتراز الخ سے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اُس عبارت کے ذریعہ اسم فاعل سے احتراز کیا گیا ہے جو اسم فاعل مصدر پر اقتضاءً دلالت کرتا ہے مثلاً ”أنت طالق“ میں ”طالق“ اسم فاعل اس طلاق پر لغۃً دلالت کرتا ہے جو طلاق عورت کی صفت ہے اور اس کی تفصیل ماقبل میں بھی گذر چکی ہے۔

❁❁❁

نور الانوار س: ۳۳/ ص: ۳۸

وَالْقَضَاءُ يَجِبُ بِمَا يَجِبُ بِهِ الْأَدَاءُ عِنْدَ الْمُحَقِّقِيْنَ خِلَافًا لِلْبَعْضِ أَيِ الْقَضَاءُ يَجِبُ بِالسَّبَبِ الَّذِي يَجِبُ بِهِ الْأَدَاءُ عِنْدَ الْمُحَقِّقِيْنَ مِنْ عَامَّةِ الْحَنَفِيَّةِ خِلَافًا لِلْعِرَاقِيِّيْنَ مِنْ مَشَائِخِنَا وَعَامَّةِ أَصْحَابِ الشَّافِعِيِّ؛ فَإِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ: لَا بُدَّ لِلْقَضَاءِ مِنْ سَبَبٍ جَدِيْدٍ سِوَى سَبَبِ الْأَدَاءِ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔ (ب): اداء اور قضاء کی اصطلاحی تعریف تحریر کریں۔ (ج): محققین اور بعض سے کون مراد ہے؟ سببِ اداء اور سببِ قضاء کے بارے میں ائمہ کا اختلاف تحریر کیجیے نیز فریق مخالف کے دلائل کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب تحریر کیجئے اور راجح مسلک کی تعیین کیجئے۔ نیز اداء بہ نیت قضاء اور قضاء بہ نیت اداء کی مثال پیش کیجئے۔

جواب:۔(الف) ترجمہ۔

محققین کے نزدیک قضاء اسی سبب سے واجب ہوتی ہے جس سبب سے اداء واجب ہوتی ہے برخلاف بعض علماء کے یعنی عام احناف میں سے محققین کے نزدیک قضاء اسی سبب سے واجب ہوتی ہے جس سے اداء واجب ہوتی ہے برخلاف ہمارے عراقی مشائخ اور عام اصحابِ شافعی کے کیونکہ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ قضاء کے لئے اداء کے سبب کے سواء ایک نئے سبب کو ہونا ضروری ہے۔

جواب:۔(ب) اداء اور قضاء کی اصطلاحی تعریف ملاحظہ کیجئے۔

اداء کی تعریف: جو چیز امر سے واجب ہوتی ہے بعینہ اس کو سپرد کرنے کا نام اداء ہے۔

قضاء کی تعریف: قضاء واجب بالامر کے مثل کو سپرد کرنے کا نام یعنی جو شئی اولاً واجب ہوتی ہے اس کو اس کے مقرر وقت کے علاوہ میں اس کے مستحق کی طرف سپرد کرنے کا نام قضاء ہے۔

جواب:۔(ج) محققین اور بعض سے کون مراد ہیں ملاحظہ فرمائیں؟

محققین سے مراد شمس الائمہ اور فخر الاسلام رحمہما اللہ ہیں۔ (حاشیہ) اور بعض سے مراد عراقی مشائخ، عام اصحاب شافعی رحمہم اللہ اور معتزلہ وغیرہ ہیں۔

سببِ اداء اور سببِ قضاء کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ملاحظہ کیجئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

علماء اصول کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا قضاء کا سبب وہی ہے جو اداء کا سبب ہے یا قضاء کے لئے کسی نئے سبب کا ہونا ضروری ہے سو اس کے بارے میں علماء احناف میں سے محققین کا اور حنابلہ اور بعض شوافع کا مذہب یہ ہے کہ قضاء کے لئے اداء کے سبب کے علاوہ ایک نئے سبب کا ہونا ضروری ہے۔

اختلاف کا حاصل: یہ ہے کہ ہماری نزدیک جو نص اداء کو واجب کرتی ہے بعینہ وہی نص قضاء کو بھی واجب کرتی ہے قضاء کو واجب کرنے کیلئے کسی نصِ جدید کی ضرورت نہیں ہے، ایک ''نص'' اداء اور قضاء دونوں کے لئے کافی ہے۔

ہمارے دلائل یہ ہیں: کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے '' أقیمو الصلوٰۃ'' آیت جس طرح ادائے صلاۃ کو واجب کرتی ہے بعینہٖ اسی طرح قضاء صلاۃ کو بھی واجب کرتی ہے، قضائے صلاۃ کو واجب کرنے کے لئے کسی نئی نص کی ضرورت نہیں ہے، اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے '' کتب علیکم الصیام'' آیت جس طرح ادائے صوم کو واجب کرتی ہے بعینہٖ اسی طرح قضائے صوم کو بھی واجب کرتی ہے قضائے صوم کو واجب کرنے کے لئے کسی مستقل نئی نص کی ضرورت نہیں ہے۔

لیکن شوافع کے نزدیک قضائے واجب کرنے کے لئے مستقل نئی نص کا ہونا ضروری ہے ایک ''نص'' اداء اور قضاء دونوں کے لئے کافی نہ ہوگی۔

دلائل: یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اداء صلوٰۃ کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''اقیموا الصلوٰۃ'' سے واجب کیا گیا ہے اور قضائے صلوٰۃ کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث '' من نام عن صلوٰۃ او نسیھا فلیصلھا الخ'' سے کہ جو شخص نماز کے وقت میں سو گیا یا نماز کو بھول گیا تو جس وقت اس کو نماز یاد آئے اس وقت پڑھ لے، یہی اس کی نماز کا وقت ہے اسی طرح روزہ کے لئے موجب للاداء '' کتب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

علیکم الصیام " ہے اور موجب للقضاء "فمن کان منکم مریضا او علیٰ سفر فعدۃ من ایام اخر" ہے۔

فریقِ مخالف کے دلائل کا جواب ملاحظہ کیجئے۔

جواب (۱): یہ کہ نص اثباتِ مثل کے لئے ہے نہ کہ وجوب قضاء کے لئے۔

جواب (۲): یہ ہے کہ دونوں " من نام الخ " ، "فمن کان منکم "نص نماز اور روزے کی قضاء کو واجب کرنے کے لئے وارد نہیں ہوئی ہیں بلکہ اس بات پر تنبیہ کرنے کے لئے وارد ہوئی ہیں کہ نماز اور روزہ کی "اداء" سابقہ دونوں نصوں " اقیمو الصلوٰۃ " اور "کتب علیکم الصیام" کی وجہ سے تمہارے ذمہ باقی ہے، وقت گذر جانے کی وجہ سے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی ہے گویا نماز اور روزہ کی قضاء تو انہی نصوص کی وجہ سے واجب ہوئی ہے جن نصوص کی وجہ سے اداء ہوئی تھی۔

نیز ہمارا مذہب ہی راجح ہے (یعنی محققین وغیرہ کا)۔

نیز اداء بہ نیت قضاء اور قضاء بہ نیت اداء کی مثال ملاحظہ فرمائیں۔

اداء بہ نیت قضاء: اگر کسی نے آج کی ظہر اداء کرتے وقت یہ کہا کہ میں آج کی ظہر کی قضاء کرنے کی نیت کرتا ہوں تو بقرینۂ آج یہ مراد ہوگا کہ میں آج کی ظہر اداء کرنے کی نیت کرتا ہوں۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اگر ظہر کے آخری وقت میں یہ گمان کیا کہ ظہر کا وقت نکل گیا اور قضاء کی نیت کرکے ظہر کی نمام پڑھلی حالانکہ فی الحقیقت ظہر کا وقت نہیں نکلا تھا تو یہ قضاء کی نیت سے اداء نماز ہوگی۔

قضاء بہ نیت اداء: اگر کسی نے کہا کہ میں کل گذشتہ کی ظہر اداء کرنے کی نیت کرتا ہوں تو بقرینۂ کل گذشت یہ مراد ہوگا کہ میں کل گذشتہ کی ظہر کی قضاء کرنے کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نیت کرتا ہوں۔اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اگر کسی نے یہ گمان کیا کہ ظہر کا وقت باقی ہے اور اداء کی نیت کر کے ظہر پڑھ لی حالانکہ واقعتاً ظہر کا وقت ختم ہو گیا تھا تو یہ اداء کی نیت سے قضاء نماز ہو گی۔

❁❁❁

نور الانوار رس:۳۴،ص:۳۹

فَعِنْدَنَا يَجِبُ فِي الْكُلِّ بِالنَّصِّ السَّابِقِ وَعِنْدَهُ يَجِبُ بِالنَّصِّ الْجَدِيْدِ أَوْ بِالْفَوَاتِ أَوْ بِالتَّفْوِيْتِ، وَقَضَاءُ الْحَضَرِ فِي السَّفَرِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، وَقَضَاءُ السَّفَرِ فِي الْحَضَرِ رَكْعَتَيْنِ، وَقَضَاءُ الْجَهْرِ فِي النَّهَارِ جَهْرًا وَقَضَاءُ السِّرِّ فِي اللَّيْلِ سِرًّا يُؤَيِّدُ مَا ذَكَرْنَا، وَقَضَاءُ الصَّحِيْحِ صَلَاةَ الْمَرَضِ بِعُنْوَانِ الصِّحَّةِ وَقَضَاءُ الْمَرَضِ صَلَاةَ الصِّحَّةِ بِعُنْوَانِ الْمَرَضِ يُؤَيِّدُ مَاذَكَرْنَا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔(ب) موجب قضاء کے سلسلے میں اختلاف ائمہ کی وضاحت کیجئے۔(ج) نیز عبارت کا مطلب تحریر کریں۔

جواب:-(الف):ترجمہ۔

پس ہمارے نزدیک تمام صورتوں میں قضاء سابقہ نص سے واجب ہوتی ہے اور امام شافعی کے نزدیک جدید نص سے یا فوات سے یا تفویت سے واجب ہوتی ہے اور حضر کی قضاء سفر میں چار رکعتیں اور سفر کی قضاء حضر میں دو رکعتیں اور دن میں جہری نمازوں کی قضاء جہراً اور رات میں سراً نمازوں کی قضاء سراً (یہ مسائل) اس کی تائید کرتے ہیں جو ہم نے ذکر کیا ہے اور تندرست آدمی کا قضاء کرنا بیماری کی نماز کو حالت صحت کے طریقہ پر اور بیمار آدمی کا قضاء کرنا تندرستی کے زمانہ کی نماز کو بیماری

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے طریقہ پر اس کی تائید کرتا ہے جو امام شافعیؒ نے ذکر کیا ہے۔

جواب:-(ب) موجب قضاء کے سلسلہ میں اختلاف ائمہ کی وضاحت۔

سوال نمبر:۳۳ میں آچکی ہے ملاحظہ فرمالیں۔

جواب:-(ج) نیز عبارت کا مطلب ملاحظہ فرمائیں۔

صاحب نور الانوار مذکورہ عبارت میں ایک اختلاف کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔اختلاف یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قضاء کے لئے نص جدید ہو یا تفویت یا فوات ہو تمام صورتوں میں سابقہ نص سے ہی قضاء واجب ہوتی ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر قضاء کے لئے نص جدید ہو تو قضاء کا سبب نص جدید ہوگا ورنہ تفویت یا فوات سبب ہوگا۔

قضاء الحضر الخ سے صاحب نورالانوار فریقین کے مؤیدات ذکر فرمارہے ہیں چنانچہ دو مسئلہ احناف کے مذہب کی تائید میں ذکر فرماتے ہیں۔

پہلا مسئلہ: یہ ہے کہ اگر کسی کی حضر کے زمانہ میں رباعی نماز فوت ہوگئی ہو اور وہ اس کی قضاء سفر کی حالت میں کرنا چاہتا ہے تو چار رکعت قضاء کرے گا حالانکہ سفر میں رباعی نماز ثنائی ہوجاتی ہے پس اگر قضاء سبب جدید کی وجہ سے واجب ہوتی تو سفر میں دو رکعت نماز واجب ہوتی حالانکہ دو رکعت واجب نہیں ہوتی بلکہ چار واجب ہوتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ سفر کی حالت میں قضاء کا سبب وہی ہے جو حضر کی حالت میں ادا کا سبب تھا اسی طرح اگر کسی کی سفر میں رباعی نماز فوت ہوگئی ہو اور وہ اس کی قضاء حضر کی حالت میں کرنا چاہتا ہے تو دو ہی رکعت قضاء کرے گا اس سے بھی معلوم ہوا کہ قضاء کسی سبب جدید کی وجہ سے واجب نہیں ہوتی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دوسرا مسئلہ: یہ ہے کہ اگر کسی کی جہری نماز مثلاً مغرب یا عشاء فوت ہوگئی ہو اور وہ اس کی قضاء دن میں کرنا چاہتا ہو تو قراءت جہراً کریگا۔ اسی طرح اگر کسی کی سری نماز مثلاً ظہر اور عصر فوت ہوگئی ہو اور وہ ان کو رات میں قضاء کرنا چاہتا ہو تو قراءت سرا کریگا یہ مسئلہ بھی اس بات کی تائید کرتا ہے کہ قضاء کا سبب وہی ہے جو ادا کا سبب ہے۔

دو مسئلہ حضرت امام شافعیؒ کے مذہب کی تائید میں ذکر فرمائے ہیں۔

پہلا مسئلہ: یہ ہے کہ ایک شخص جو قیام رکوع سجدہ پر قادر نہیں تھا اس کی نماز فوت ہوگئی اب اگر وہ اس کو تندرستی کے زمانہ میں قضاء کرنا چاہتا ہے تو صحت اور تندرستی کے طریقہ پر قضاء کریگا یعنی قیام، رکوع، سجدے کے ساتھ نماز قضاء کرے گا۔

دوسرا مسئلہ: یہ ہے کہ اگر کوئی بیمار شخص قیام وغیرہ پر قادر نہ ہو اور اس حالت میں تندرستی کے زمانہ کی نمازیں قضاء کرنا چاہتا ہو تو بیماری کی نماز کے طریقہ پر بغیر قیام وغیرہ کے قضاء کریگا اور ان دونوں مسئلوں میں اداء اور قضاء دونوں متفاوت ہیں اس سے معلوم ہوا کہ قضاء کا سبب اداء کے سبب کا غیر ہے۔

❀❀❀

نور الانوار ص: ۳۵ / ص: ۳۹

وَفِيمَا نَذَرَ أَن يَّعْتَكِفَ شَهْرَ رَمْضَانَ فَصَامَ وَلَمْ يَعْتَكِفْ إِنَّمَا وَجَبَ الْقَضَاءُ بِصَوْمٍ مَقْصُوْدٍ لِعَوْدِ شَرْطِهِ إِلَى الْكَمَالِ وَ إِنَّمَا قَالَ: فَاصَامَ وَلَمْ يَعْتَكِفْ لِأَنَّهُ إِذَا لَمْ يَصِمْ لِمَرَضٍ مَنَعَ مِنَ الصَّوْمِ فَحِينَئِذٍ يَجُوْزُ الْاِعْتِكَافُ فِيْ قَضَاءِ رَمَضَانَ أَلْبَتَّة.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔ (ب) اس کے بعد عبارت کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تشریح اس طرح سے کریں کہ اس کا ماقبل سے ربط اور اعتراض و جواب مکمل واضح ہو جائے۔ (ج) نیز صوم مقصود کی مراد واضح کریں۔

جواب: (الف): ترجمہ۔

اور اس صورت میں جب کہ کسی شخص نے رمضان کے مہینہ میں اعتکاف کی نذر کی لیکن اس نے روزہ رکھا اور اعتکاف نہیں کیا تو اس اعتکاف نہیں کیا تو اس اعتکاف کی قضاء صوم مقصود کے ساتھ واجب ہے کیونکہ اعتکاف کی شرط لوٹے گی، مصنف نے فرمایا اس نے روزہ رکھا اور اعتکاف نہیں کیا، اس لئے کہ جب اس نے ایسے مرض کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا جو روزہ سے مانع ہو تو اس وقت رمضان کی قضاء میں اعتکاف جائز ہوگا۔

جواب: -(ب) مذکورہ عبارت کی تشریح۔

ماقبل میں مصنف نے ایک اختلافی مسئلہ بیان کیا تھا کہ ہمارے نزدیک قضاء کا سبب وہی ہے جو ادا کا سبب ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک قضاء کا سبب ایک نئی نص ہوتی ہے۔

مذکورہ عبارت "وفیما نذر الخ" میں ماتنؒ علیہ الرحمہ نے شوافع کی جانب سے ہم پر وارد کردہ ایک اعتراض کا جواب ہے۔

اعتراض: کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے ایک معینہ رمضان کے اعتکاف نذر کی پھر اس نے مذکورہ رمضان کا روزہ تو رکھ لیا لیکن کسی عذر کی وجہ سے اعتکاف نہ کرسکا تو اس کا حکم یہ ہے کہ یہ شخص دوسرے رمضان میں اپنے اعتکاف کی قضاء نہ کرے بلکہ رمضان کے علاوہ دنوں میں صوم مقصود یعنی نفل روزوں کے ضمن میں اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کی قضاء کرلے۔ غور کیجئے اگر نذر کے اعتکاف کی قضاء کا سبب وہی ہوتا جو اداء کا سبب ہے یعنی "ولیوفوا نذورھم" جیسا کہ حنفیہ کہتے ہیں تو آئندہ رمضان یعنی ۱۴۳۶ھ کے رمضان میں قضاء کرنا درست ہونا چاہئے تھا جیسا کہ پہلے رمضان یعنی ۱۴۳۵ھ میں اداء کرنا صحیح ہے۔ بہر حال علمائے احناف میں سے محققین کے نزدیک اعتکاف کی قضاء نہ تو ساقط ہوتی ہے اور نہ دوسرے رمضان میں درست ہے تو معلوم ہو گیا کہ قضاء کا سبب تفویت ہے اور "تفویت" وجوبِ قضاء کا سبب "مطلق عن الوقت" ہے یعنی اس کا کوئی وقت متعین نہیں ہے اور جب تفویت کا سبب مطلق عن الوقت ہے تو فردِ کامل یعنی صومِ مقصود (نفلی روزے) کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ پس ثابت ہوا کہ قضاء کا سبب ایک نئی نص ہوتی ہے۔

جواب: یہ ہے کہ اگر کسی نے متعینہ رمضان کے اعتکاف کی نذر کی، اور اس کے روزے رکھ لئے مگر اعتکاف نہیں کیا، تو اعتکاف کی "قضاء" نفلی روزوں کے ساتھ اس لئے واجب ہوتی ہے کہ اعتکاف کی شرط یعنی روزہ اپنے کمال کی طرف یعنی نفل کی طرف لوٹ آیا۔ یہ بات نہیں ہے کہ قضاء کسی اور سبب سے واجب ہوئی جیسا کہ معترض کا خیال ہے۔ تفصیل شارح نے اس کی یہ بیان کی ہے کہ اعتکاف بغیر روزے کے درست نہیں ہوتا ہے مگر یہاں اعتکاف سے اعتکاف واجب مراد ہے تو حاصل یہ ہوا کہ اعتکافِ واجب کے لئے روزہ شرط ہے، اب اگر کوئی شخص اعتکاف کی نذر کرے گا تو مطلب ہوگا کہ اس نے روزہ کی بھی نذر کی کیونکہ مشروط کو اپنے اوپر واجب کرنے سے شرط بھی واجب ہو جاتی ہے پس جب مشروط کو واجب کرنے سے شرط واجب ہو جاتی ہے تو اعتکاف کی نذر کرنے سے شرط (روزہ) بھی لازم ہو جائے گی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بہر حال اعتکاف کی نذر کرنے سے مناسب تو یہ تھا کہ ابتداءً ہی صوم مقصود یعنی نفل روزہ واجب ہوتا لیکن موجودہ رمضان جس میں اعتکاف کی نذر کی گئی تھی اس کی شرافت اور فضیلت نفلی روزے کے معارض ہوگئی یعنی اس پر غالب آگئی کیونکہ رمضان کی عبادت غیر رمضان کی عبادت سے افضل اور اشرف ہے بہر حال رمضان کی عبادت غیر رمضان سے افضل اور اشرف ہے پس اسی عارضی شرف کی وجہ سے ہم صومِ مقصود یعنی نفل روزے سے رمضان کے روزوں کی طرف منتقل ہوگئے یعنی اعتکاف منذور کے زمانے میں نفلی روزوں کی جگہ رمضان کے روزوں کا حکم دیا گیا مگر جب رمضان کے روزے رکھنے اور اعتکاف نہ کرنے کی وجہ سے رمضان کی شرافت اور فضیلت فوت ہوگئی تو روزہ اپنے کمال کی طرف لوٹے گا اور کمالِ صوم، صومِ مقصود یعنی نفل روزہ ہے پس رمضان گذرنے کے بعد گویا اللہ کی طرف سے یہ حکم صادر ہوا کہ نفلی روزہ رکھو اور اس میں اعتکاف کرو حاصل یہ کہ ابتداءً بھی نفل روزہ واجب ہوا تھا اور اعتکاف کی قضاء کا بھی نفل روزوں میں واجب ہوئی ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ جو سبب اعتکاف کی اداء کا تھا وہی سبب اس کی قضاء کا ہے اور جب اعتکافِ اداء کا سبب ہی اس کی قضاء کا سبب ہے تو معترض کا یہ اعتراض دفع ہوجاتا ہے کہ سبب قضاء سبب اداء کا غیر ہے۔

(ج) صومِ مقصود کی مراد اعتراض وجواب کے تحت واضح ہو چکی ہے۔

نور الانوار س:۳۶ / ص:۴۰

اَلْأَدَاءُ أَنْوَاعٌ كَامِلٌ وَقَاصِرٌ وَمَا هُوَ شَبِيْهٌ بِالْقَضَاءِ كَالصَّلَاةِ بِجَمَاعَةٍ وَالصَّلَاةِ مُنْفَرِدًا وَفِعْلِ اللَّاحِقِ بَعْدَ فَرَاغِ الْإِمَامِ حَتّٰى لَا يَتَغَيَّرَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فَرْضُهُ بِنِيَّةِ الْإِقَامَةِ، وَمِنْهَا رَدُّ عَيْنِ الْمَغْضُوبِ، وَرَدُّهُ مَشْغُوْلًا بِالْجِنَايَةِ وَإِمْهَارُ عَبْدِ غَيْرِهِ وَتَسْلِيمُهُ بَعْدَ الشِّرَاءِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): حسب بیانِ شارح ہر ایک مثال کی تشریح کرتے ہوئے بتائیے کہ کونسی مثال کس قسم کی ہے؟ (ج): نیز بتائیے کہ کیا تبدّلِ ملک سے ذات بدل جاتی ہے؟ جو بھی تحریر کریں دلیل کے ساتھ کیجئے اور اس کی کوئی مثال بھی دیجئے۔

جواب:- (الف): ترجمہ۔

اداء کی چند قسمیں ہیں کامل، قاصر اور مشابہ بالقضاء، جیسے نماز باجماعت اور تنہا نماز پڑھنا اور امام کی فراغت کے بعد لاحق مقتدی کا فعل، حتی کہ لاحق کا فرض اقامت کی نیت سے متغیر نہیں ہوتا ہے، اور اداء کے اقسام سے عینِ مغصوب کو واپس کر دیتا ہے، اور شئی مغصوب کو جنابت کے ساتھ مشغول ہونے کی حالت میں واپس کرنا، اور دوسرے کے غلام کو مہر قرار دینا، اور خریدنے کے بعد اس کو سپرد کر دینا۔

جواب:- (ب) حسب بیانِ شارح ہر ایک مثال کی تشریح ملاحظہ کیجئے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے مذکورہ عبارت میں اداء کی تقسیم بیان کی ہے فرمایا کہ اداء کی تین قسمیں ہیں: (۱) ادائے کامل، (۲) ادائے قاصر، (۳) ادائے مشابہ بالقضاء۔ مصنف رحمہ اللہ نے مذکورہ قسموں کی مثالیں بیان کی ہیں، چنانچہ فرمایا کہ پانچوں نمازوں کو جماعت کے ساتھ اداء کرنا اداء کامل کی مثال ہے اس لئے کہ یہ مشروع طریقہ پر ادا کرنا ہے، اور تنہا نماز پڑھنا ادائے قاصر کی مثال ہے کیونکہ یہ مشروط طریقہ کے خلاف ہے، اور امام کی فراغت کے بعد لاحق مقتدی کا فعل اداء

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مشابہ بالقضاء کی مثال ہے حتیٰ کہ لاحق اگر مسافر ہو تو اقامت کی نیت سے اس کا فرض متغیر نہیں ہوتا ہے۔

شارح علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اداء کی مذکورہ تین قسمیں جس کی طرح حقوق اللہ میں جاری ہوتی ہیں اسی طرح حقوق العباد میں بھی جاری ہوتی ہیں۔ حقوق اللہ کی مثال تو ماقبل میں بیان کر چکے ہیں۔ مصنف رحمہ اللہ "و منھا ر د الخ" سے حقوق العباد کی مثال بیان فرماتے ہیں کہ اگر غاصب نے شئی مغصوب کو مالک کی طرف بعینہ واپس کر دیا یعنی جس وصف کے ساتھ غصب کیا تھا اسی وصف کے ساتھ واپس کر دیا تو یہ ادائے کامل ہے، اور شئی مغصوب کو جنایت کے ساتھ مشغول ہونے کی حالت میں واپس کیا تو یہ ادائے قاصر کی نظیر ہے۔

اور دوسرے کے غلام کو مہر قرار دینا اور خریدنے کے بعد اس کو سپرد کر دینا یہ اداء مشابہ بالقضاء کی نظیر ہیں۔

(ج) نیز کیا تبدلِ ملک سے ذات بدل جاتی ہے دلیل اور مثال ملاحظہ کیجئے۔

تبدّلِ ملک سے ذات بدل جاتی ہے دلیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں چھوہارے پیش کئے حالانکہ گوشت کی ہانڈی جوش مار رہی تھی پس حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم ہمارے لئے کچھ گوشت نہ دوگی؟ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے اللہ کے رسول یہ گوشت میرے پاس صدقہ کے طور پر آیا ہے پس حضور ﷺ نے فرمایا تمہارے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے یعنی جب تم نے اسے مالک سے لیا تھا تو وہ تم پر صدقہ تھا اور تم اسے ہمیں دیدوگی تو یہ ہمارے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لئے ہدیہ ہو جائے گا پس معلوم ہوا کہ ملک کی تبدیلی سے ذات بدل جاتی ہے۔

❁❁❁

نور الانوار ص: ۳۷، ص: ۴۱

وَإِمْهَارُ عَبْدِ غَيْرِهِ وَتَسْلِيْمُهُ بَعْدَالشِّرَاءِ نَظِيْرُ لِلْاَدَاءِ الشَّبِيْهِ بِالْقَضَاءِ حَتّٰى تُجْبَرُ عَلَى الْقُبُوْلِ وَيَنْفُذُ إِعْتَاقُهُ فِيْهِ دُوْنَ اعْتَاقِهَا وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَ عَبْدًا وَاسْتُحِقَّ الْعَبْدُ ثُمَّ اشْتَرَاهُ الْبَائِعُ مِنَ الْمُسْتَحِقِّ حَيْثُ لَايُجْبَرُ عَلٰى تَسْلِيْمِهِ إِلَى الْمُشْتَرِيْ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔(ب): مطلب تحریر کرنے کے بعد یہ واضح کیجئے کہ مثال مذکورہ میں اداء مشابہ بالقضاء کس طرح پائی جارہی ہے؟(ج): ''وھذا بخلاف'' سے کیا کہنا چاہتے ہیں پوری وضاحت کے ساتھ تحریر کریں اور استحاقِ عبد کا مفہوم الگ سے تحریر کیجئے۔

جواب:-(الف): ترجمہ۔

اور دوسرے کے غلام کو مہر قرار دینا اور خریدنے کے بعد اس کو سپرد کر دینا (یہ) اداء مشابہ بالقضاء کی نظیر ہے حتی کہ عورت کو قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور اس صورت میں شوہر کا آزاد کرنا نافذ ہوگا نہ کہ بیوی کا آزاد کرنا، اور یہ اس کے خلاف ہے جب کسی شخص نے ایک غلام فروخت کیا اور غلام مستحق ہو گیا پھر بائع نے اس کو حقدار سے خرید لیا تو بائع کو اس غلام کو مشتری کے حوالے کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

جواب:-(ب) عبارت کا مطلب

ماتن علیہ الرحمہ نے مذکورہ عبارت میں حقوق العباد میں اداء کی تیسری قسم مشابہ بالقضاء کی نظیر بیان کی ہے وضاحت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص مثلاً حامد نے بوقتِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نکاح اپنی بیوی کا مہر دوسرے آدمی کے متعینہ غلام کو قرار دیا ہے پھر حامد نے خالد سے اس کو خرید کر اپنی بیوی کے حوالہ کر دیا تو حامد کا یہ فعل یعنی غلام خرید کر اپنی بیوی کے حوالہ کرنا اداء تو اس لئے ہے کہ اس نے بعینہٖ وہ غلام سپرد کیا ہے جس پر عقدِ نکاح ہوا تھا اور مشابہ بالقضاء اس لئے ہے کہ مِلک کی تبدیلی سے حکماً عینِ شئی بدل جاتی ہے چنانچہ مذکورہ غلام جب مالک یعنی خالد کا مملوک تھا تو اس وقت وہ اور شخص تھا لیکن جب اس کو شوہر یعنی حامد نے خرید لیا تو مِلک کی تبدیلی کی وجہ سے وہ اور وہ شخص ہو گیا۔ اور جب اس کو اپنی بیوی کے حوالہ کر دیا تو مِلک بدل جانے سے وہ اور شخص ہو گیا حاصل یہ کہ حامد نے جس غلام کو مہر قرار دیا تھا اس کو سپرد نہیں کیا ہے بلکہ حکماً دوسرا غلام اس کے مثل سپرد کیا ہے اور چونکہ واجب کے مثل کو سپرد کرنے کا نام ہی قضاء ہے اس لئے شوہر کا یہ سپرد کرنا قضاء کے مشابہ ہوگا۔

حتی تجبر الخ سے ماتن علیہ الرحمہ نے اس بات پر تفریع پیش کی ہے کہ مذکورہ تسلیمِ عبد اداء یعنی منکوحہ عورت کو تسلیم کے بعد وہ ''غلام'' قبول کرنے پر مجبور کیا جائے جس کو نکاح میں مہر بنا گیا ہے۔ اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ مذکورہ تسلیمِ عبد اداء ہے کیونکہ جب کوئی شخص کسی کا حق اداء کرتا ہے تو صاحب حق کو قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

وینفذ الخ سے اس بات پر تفریع ہے کہ مذکورہ تسلیمِ عبد (شوہر کا غلام کو عورت کے حوالہ کرنا) قضاء کے مشابہ ہے کیونکہ مہر کے غلام کو عورت کے حوالہ کرنے سے پہلے اگر شوہر نے آزاد کیا تو غلام آزاد ہو جائے گا اور اگر عورت نے آزاد کیا تو آزاد نہ ہوگا کیونکہ بیوی اس غلام کی مالک نہیں ہے مگر جب کہ اس کو اس کے حوالے کر دیا ہو پس غلام تسلیم سے پہلے شوہر کی ملک ہے جیسا کہ خریدنے سے پہلے دوسرے کی ملک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تھا اور چونکہ دونوں حالتوں میں غلام کی ذات موجود ہے اور مملوکیت کا وصف متغیر ہے اس لئے ذات اور اصل کی رعایت کرتے ہوئے اس کو اداء مشابہ بالقضاء قرار دیا گیا۔

جواب:- (ج) "وھذا بخلاف ما اذا الخ" سے کیا بیان کرنا چاہتے ہیں وضاحت سے ملاحظہ کیجئے۔

شارح علیہ الرحمہ یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک غلام فروخت کیا اور وہ غلام مستحق ہو گیا یعنی کسی نے اپنا استحقاق ثابت کر کے اس کو لے لیا پھر بائع نے اس حقدار سے یہ غلام خرید لیا تو بائع اپنے مشتری کی طرف اس غلام سپرد کرنے پر مجبور نہ ہوگا کیونکہ حقدار کے اپنا استحقاق ثابت کرنے سے واضح ہو گیا کہ یہ بیع مالک (حقدار) کی اجازت پر موقوف تھی اور بائع کا اس حقدار سے خریدنا اس بات کی علامت ہے کہ اس نے سابقہ بیع کی اجازت نہیں دی تھی پس جب مالک نے اجازت نہیں دی تھی تو بیع باطل اور فسخ ہو گئی اور جب سابقہ بیع باطل ہو گئی تو بائع کو مشتری کی طرف سپرد کرنے پر مجبور کرنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے برخلاف نکاح کے کیونکہ نہ تو مہر پر استحقاق ثابت کرنے سے نکاح فسخ ہوتا ہے اور نہ مہر کے معدوم ہونے سے نکاح فسخ ہوتا ہے تو بیع کی مذکورہ صورت کو نکاح پر قیاس کرنا بھی درست نہ ہوگا۔

اور "استحقاق عبد" کا مفہوم الگ سے بھی ملاحظہ کیجئے۔

استحقاقِ عبد: یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک غلام فروخت کیا اور وہ غلام مستحق ہو گیا یعنی کسی نے اپنا استحقاق ثابت کر کے اس کو لے لیا، یہی استحقاقِ عبد کا مفہوم ہے۔

❀❀❀

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نور الانوار رس:۳۸ رص:۲۳۰

وَقَضَاءُ تَكْبِيرَاتِ الْعِيْدِ فِي الرُّكُوعِ هٰذَا نَظِيرٌ لِلْقَضَاءِ الَّذِي هُوَ شَبِيهٌ بِالْأَدَاءِ يَعْنِي أَنَّ مَنْ أَدْرَكَ الْإِمَامَ فِي صَلٰوةِ الْعِيْدِ فِي الرُّكُوعِ وَفَاتَتْ عَنْهُ التَّكْبِيرَاتُ الْوَاجِبَةِ فَإِنَّهُ يُكَبِّرُ فِي الرُّكُوعِ عِنْدَنَا مِنْ غَيْرِ رَفْعِ يَدٍ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): عبارت کی ایسی تشریح کیجئے کہ اگر اس مسئلہ میں ائمہ احناف کا اختلاف ہو تو واضح ہو جائے۔ (ج): نیز قضاء کی تعریف کر کے اس کی اقسام تحریر کیجئے۔

جواب:- (الف) ترجمہ۔

اور عید کی تکبیرات کی قضاء رکوع میں یہ قضاء مشابہ بالاداء کی نظیر یعنی جس شخص نے عید کی نماز میں امام کو رکوع میں پایا اور اس کی واجب تکبیریں فوت ہو گئیں تو وہ ہمارے نزدیک بغیر ہاتھ اُٹھائے رکوع میں تکبیریں کہہ لے۔

جواب:- (ب): عبارت کی تشریح۔

مصنف علیہ الرحمہ نے مذکورہ عبارت میں قضاء مشابہ بالاداء کی نظیر کو بیان کیا ہے، خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ایک شخص نمازِ عید میں امام کے ساتھ حالتِ رکوع میں شریک ہوا اور اس کی واجب تکبیریں فوت ہو گئیں تو یہ شخص ہمارے نزدیک بغیر ہاتھ اُٹھائے رکوع کی حالت میں فوت شدہ تکبیریں کہہ لے بشرطیکہ اس کو یہ اندیشہ ہو کہ اگر کھڑے ہو کر تکبیریں کہے گا تو امام رکوع سے اپنا سر اُٹھا لے گا اور اگر یہ اندیشہ نہ ہو تو کھڑے ہو کر تکبیریں کہے پھر رکوع کی تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے بہر حال اگر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام کو رکوع سے سر اُٹھانے کا اندیشہ ہو تو یہ شخص رکوع میں تکبیریں کہے گا کیونکہ رکوع فرض ہے۔

جواب:۔(ج): قضاء کی تعریف اور اس کے احکام۔

نیز قضاء واجب بالامر کے مثل کو سپرد کرنے کا نام ہے یعنی جو شئی اولاً واجب ہوئی ہے اس کے مقررہ وقت کے علاوہ میں اس کے مستحق کی طرف سپرد کرنے کا نام قضاء ہے۔
قضاء کی تین قسمیں ہیں:(۱) قضاء بمثل معقول (۲) قضاء بمثل غیر معقول (۳) قضاء فی معنی الاداء۔

❁❁❁

نور الانوار رس:۳۹/ص:۲۴۳

وَوُجُوبُ الْفِدْيَةِ فِي الصَّلٰوةِ لِلْاِحْتِيَاطِ: جَوَابُ سُوَالٍ مُقَدَّرٍ، تَقْرِيرُهُ أَنَّ الْفِدْيَةَ فِي الصَّوْمِ لِلشَّيْخِ الْفَانِيْ لَمَّا كَانَتْ ثَابِتَةً بِنَصٍّ غَيْرِ مَعْقُوْلٍ يَنْبَغِي أَنْ تَقْتَصِرُوْا عَلَيْهِ وَلَمْ تُقِيسُوْا عَلَيْهِ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَلَاةٌ مَعَ أَنَّكُمْ قُلْتُمْ إِنَّهُ إِذَا مَاتَ وَعَلَيْهِ صَلَاةٌ وَأَوْصٰى بِالْفِدْيَةِ يَجِبُ عَلَى الْوَارِثِ أَنْ يُفْدِيَ بِعِوَضِ كُلِّ صَلَاةٍ مَايُفْدٰى لِكُلِّ صَوْمٍ عَلَى الْأَصَحِّ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔(ب): بتایئے کہ شیخ فانی کا فدیہ کس نص سے ثابت ہے اور وہ کیوں غیر معقول ہے؟ اور فدیہ کی مقدار کیا ہے؟ (ج): پھر عبارت میں مذکورہ سوال و جواب کی تقریر قلم بند کیجئے۔

جواب:۔(الف): ترجمہ۔

اور نماز میں فدیہ کا واجب ہونا احتیاط کی وجہ سے ہے یہ ایک سوالِ مقدار کا جواب ہے۔ اس کی تقریر یہ ہے کہ روزے میں فدیہ شیخ فانی کے لئے چونکہ نصِ غیر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

معقول سے ثابت ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ تم اسی پر منحصر کرو اور اس پر اس شخص کو قیاس نہ کرو جو اس حال میں مرا ہو کہ اس پر فریضۂ نماز ہو، حالانکہ تم نے یہ کہا ہے کہ جب کوئی شخص مر گیا اور اس پر نماز واجب ہو اور اس نے فدیہ کی وصیت کی ہو تو وارث پر واجب ہے کہ وہ اصح قول پر ہر نماز کے عوض وہ فدیہ دے جو ہر روزے کے لئے فدیہ دیا جاتا ہے۔

جواب:-(ب) شیخ فانی کا فدیہ کس نص سے ثابت ہے اور وہ کیوں غیر معقول ہے؟ ملاحظہ کیجئے۔

شیخ فانی کا فدیہ باری تعالیٰ کے ارشاد "وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين" سے ثابت ہے۔

اور وہ کیوں غیر معقول ہے؟

اس لئے ہے کہ آیت کریمہ میں دو احتمال ہیں۔

پہلا احتمال: یہ ہے کہ آیت کریمہ میں کلمہ "لا" مقدر ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے "لا يطيقونه" اس صورت میں ترجمہ ہوگا کہ جو لوگ روزہ کی طاقت نہیں رکھتے ہوں وہ مسکین کو فدیہ دیدیا کریں۔

دوسرا احتمال: یہ ہے کہ "يطيقونه" باب افعال سے ہو اور اطاقۃ مصدر میں ہمزہ سلب ماخذ کے لئے ہو یعنی وہ لوگ جن کی طاقت سلب کرلی گئی ہو وہ روزوں کا فدیہ دے دیا کریں۔ ان دونوں صورتوں میں آیت کا مصداق شیخ فانی ہوگا کیونکہ شیخ فانی روزہ رکھنے سے عاجز اور مجبور ہوتا ہے۔

نیز فدیہ کی مقدار کیا ہے؟ ملاحظہ فرمائیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فدیہ کی مقدار یہ ہے کہ ہر روز ایک مسکین کو آدھا ساع گندم یا اس کا آٹا یا ستو یا خشک انگور (کشمش) دے دیا جائے، یا ایک صاع چھوہارے یا جوں دے اللہ کے مذکورہ ارشاد کی وجہ سے۔

جواب:-(ج) نیز عبارت میں مذکورہ سوال و جواب کی تقریر ملاحظہ کیجئے۔

سوال: یہ ہے کہ شیخ فانی کے لئے روزہ کے عوض فدیہ خلاف عقل اور خلاف قیاس نص سے ثابت ہے اور جو چیز خلاف قیاس کسی نص سے ثابت ہوتی ہے اس پر دوسری چیزوں کو قیاس نہیں کیا جاتا لہٰذا روزہ کے فدیہ پر قیاس کر کے نماز کا فدیہ واجب کرنا درست نہ ہوگا حالانکہ تم حنفیوں کا یہ کہنا ہے اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کے ذمہ فرض نمازیں ہوں اور یہ شخص فدیہ دے نے کی وصیت کرجائے تو وارث پر واجب ہے کہ وہ میت کی طرف سے ہر نماز کے بدلے ایک فدیہ ادا کرے، یہی صحیح قول ہے۔

جواب: یہ ہے کہ قضاء نماز کا فدیہ احتیاط کی وجہ سے واجب کیا گیا ہے قیاس کی وجہ سے واجب نہیں کیا گیا ہے۔

❀❀❀

نور الانوار س:۴۰/ص:۴۴

ثُمَّ لَمَّا فَرَغَ الْمُصَنِّفُ مِنْ بَيَانِ أَنْوَاعِ الْقَضَاءِ فِي حُقُوقِ اللّٰهِ تَعَالٰى شَرَعَ فِيْ بَيَانِ أَنْوَاعِهِ فِيْ حُقُوْقِ الْعِبَادِ ، فَقَالَ :وَمِنْهَا ضِمَانُ الْمَغْصُوْبِ بِالْمِثْلِ وَهُوَ السَّابِقُ أَوْ بِالْقِيْمَةِ،وَضِمَانُ النَّفْسِ وَ الْأَطْرَافِ بِالْمَالِ ،وَأَدَاءُ الْقِيْمَةِ فِيْمَا إِذَا تَزَوَّجَ عَلٰى عَبْدٍ بِغَيْرِ عَيْنِهٖ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب) قضاء کی تعریف اور اس کی قسمیں تحریر کریں۔ (ج) حقوق العباد میں قضاء کی مذکورہ قسموں کی وضاحت کیجئے۔

جواب:- (الف): ترجمہ۔

پھر جب مصنف قضاء کے ان اقسام سے فارغ ہو گئے جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہے تو اسکے ان اقسام کو بیان کرنا شروع کیا جن کا تعلق حقوق العباد سے ہے چنانچہ فرمایا منجملہ اقسام قضاء میں سے شئی مغصوب کا تاوان اس کے مثل کے ساتھ ہے اور یہ مقدم ہے یا قیمت کے ساتھ ہے اور نفس اور اعضاء کا تاوان مال کے ساتھ ہے اور قیمت ادا کرنا اس صورت میں ہے جب کہ غیر معین غلام پر نکاح کیا ہو۔

جواب:- (ب) قضاء کی تعریف اور اس کی قسمیں سوال نمبر: ۸۳ میں گذر چکی ہیں۔

جواب:- (ج) حقوق العباد میں قضاء کی مذکورہ قسموں کی وضاحت ملاحظہ کیجئے۔

قضاء کی مذکورہ قسمیں جس طرح حقوق اللہ میں پائی جاتی ہیں اسی طرح حقوق العباد میں بھی پائی جاتی ہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے:

پہلی قسم قضاء بمثل معقول: کی مثال یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے ذوات الامثال میں سے کوئی چیز غصب کر کے اس کو ہلاک کر دیا ہے، اور وہ چیز بازار میں دستیاب ہو تو غاصب پر اس کے مثل کے ساتھ تاوان واجب ہوگا اور اگر شئی مغصوب ذوات القیم میں سے ہو یا ذوات الامثال میں سے ہو مگر اس کا مثل بازار میں دستیاب نہ ہو تو غاصب پر اس کی قیمت واجب ہوگی بہر حال پہلی صورت میں مثل اور دوسری

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صورت میں قیمت کا واجب ہونا حقوق العباد میں قضاء بمثل معقول کی مثال ہے۔

دوسری قسم قضاء بمثل غیر معقول: کی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نفس کو یا اعضاء کو خطاءً تلف کر دے تو تلف کی صورت میں مال کے ساتھ تاوان واجب ہوتا ہے اس لئے کے جو نفس خطاءً تلف کیا گیا ہو اس کا تاوان کل دیت کے ساتھ اور جو اعضاء خطاءً کاٹے گئے ہوں ان کا تاوان کل دیت یا دیت کے ایک حصہ کے ساتھ اداء کرنا خلاف عقل اور غیر معقول ہے۔

بہر حال نفس کو یا اعضاء کو خطاءً تلف کرنے کی صورت میں دیت یعنی مال کے ساتھ تاوان کا واجب ہونا حقوق العباد میں قضاء بمثل غیر معقول کی مثال ہے۔

تیسری قسم قضاء فی معنی الاداء: کی مثال یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے ایک غیر معین غلام کو بوقت نکاح اپنی بیوی کا مہر مقرر کیا مگر اس شخص نے اپنی بیوی کو غلام کی قیمت حوالہ کی تو یہ قیمت کا اداء کرنا اس قضاء کی دلیل ہے جو اداء کے معنی میں ہے۔

❁❁❁

نور الانوار رس: ۱۴۱ص: ۴۴

وَمِنْهَا ضِمَانُ الْمَغْصُوْبِ بِالْمِثْلِ وَهُوَ السَّابِقُ أَوْ بِالْقِيْمَةِ أَيْ مِنْ أَنْوَاعِ الْقَضَاءِ ،ضِمَانُ الشَّيْءِ الْمَغْصُوْبِ بِالْمِثْلِ فِيْمَا إِذَا غَصَبَ مِثْلِيًّا وَ اسْتَهْلَكَهُ وَوَجَدَ الْمِثْلَ فِيما بَيْنَ النَّاسِ أَوْ بِالْقِيْمَةِ فِيْمَا لَمْ يَكُنْ لَهُ مِثْلٌ أَوْ كَانَ لَهُ مِثْلٌ وَلٰكِنْ انْصِرَامَ عَنْ أَيْدِى النَّاسِ .فَهٰذَا نَظِيْرُ الْقَضَاءِ بِمِثْلٍ مَعْقُوْلٍ : لِأَنَّ الْمِثْلَ وَالْقِيْمَةَ كِلَاهُمَا مِثْلٌ مَعْقُوْلٌ .

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب) حقوق العباد میں قضاء کے اقسام بیان کیجئے۔ (ج) نیز عبارت کا مطلب لکھتے ہوئے مثل ثوری اور مثل معنوی کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فرق کو مثال سے سمجھائیے۔

جواب:-(الف):ترجمہ۔

منجملہ اقسام قضاء میں سے شیء مغصوب کا تاوان اس کے مثل کے ساتھ ہے اور یہ مقدم ہے یا قیمت کے ساتھ ہے یعنی قضاء کے اقسام میں سے شیٔ مغصوب کا تاوان اس کے مثل کے ساتھ ہے اس صورت میں جب کہ غاصب نے مثل چیز غصب کر کے اس کو ہلاک کر دیا ہو اور مثل لوگوں میں دستیاب بھی ہو یا شیٔ مغصوب کی قیمت کے ساتھ ہے اس صورت میں جب کہ اس کا مثل نہ ہو یا اس کا مثل ہو تو لیکن لوگوں کے ہاتھوں سے منقطع اور ناپید ہو پس یہ قضاء بمثل معقول کی مثال ہے اس لئے کے مثل اور قیمت دونوں مثل معقول ہیں۔

جواب:-(ب) حقوق العباد میں قضاء کے اقسام سوال نمبر:۴۰ میں گذر چکے ہیں۔

جواب:-(ج) عبارت کا مطلب ملاحظہ کیجئے۔

مذکورہ عبارت میں ماتن علیہ الرحمہ نے قضاء کے اقسام میں سے پہلی قسم یعنی قضاء بمثل معقول کو بیان کیا ہے پھر شارح علیہ الرحمہ نے اس کی ایک مثال کے ذریعہ وضاحت فرمائی ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ کسی شخص نے ذوات الامثال میں سے کوئی چیز غصب کر کے اس کو ہلاک کر دیا ہو، اور وہ چیز بازار میں دستیاب ہو تو غاصب پر اس کے مثل کے ساتھ تاوان واجب ہوگا۔ اور شیٔ مغصوب ذوات القیم میں سے ہو یا ذوات الامثال میں سے ہو مگر اس کا مثل بازار میں دستیاب نہ ہو تو غاصب پر اس کی قیمت واجب ہوگی، بہر حال پہلی صورت میں مثل اور دوسری

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صورت میں قیمت کا واجب ہونا حقوق العباد میں قضاء بمثل معقول کی مثال ہے اس لئے کہ مثل اور قیمت دونوں شی مغصوب کی مثل معقول ہیں۔

مثل صوری اور مثل معنوی کے فرق کو مثال سے ملاحظہ کیجئے۔

مثل صوری اور مثل معنوی کے فرق کو سمجھنے کے لئے اس بات کو ذہن میں رکھئے کہ مثل صوری اور مثل معنوی اگر چہ دونوں مثل معقول ہیں لیکن مثل صوری مماثلت میں کامل اور مثل معنوی مماثلت میں قاصر ہے، اسی فرق کی وجہ سے مصنفؒ نے عبارت میں ''ہو السابق'' فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مثل صوری مثل معنوی سے مقدم ہے۔ لہٰذا جب تک غاصب مثل صوری کے ساتھ تاوان ادا کرنے پر قادر ہوگا مثل معنوی کے ساتھ تاوان ادا کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ مثلاً غاصب نے کسی کی مرغی غصب کر لی تو چونکہ بازار میں مرغی کا مثل دستیاب ہوتا ہے تو اب غاصب کے لئے ضروری ہوگا کہ مرغی کا مثل معنوی یعنی قیمت دینے کے بجائے مثل صوری یعنی اسی جیسی مرغی دے۔

❀❀❀

نور الانوار رس:۴۲/ص:۴۵

(وَعَلٰى هٰذَا قَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ (رحمه الله) فِي الْقَطْعِ ثُمَّ الْقَتْلِ عَمَدًا لِلْوَلِيِّ فِعْلُهُمَا) قَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ فِيْ صُوْرَةِ قَطْعِ رَجُلٍ يَدَ رَجُلٍ عَمَدًا ثُمَّ قَتَلَهُ قَبْلَ أَنْ يَبْرَأَ يَنْبَغِي لِلْوَلِيِّ أَنْ يَفْعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ الْقَاتِلُ فَيَقْطَعَهُ أَوْ لَا ثُمَّ يَقْتُلُهُ لِيَكُوْنَ جَزَاءُ الْفِعْلِ بِالْفِعْلِ وَعِنْدَهُمَا لَا يَقْتَصُّ الْوَلِيُّ إِلَّا بِالْقَتْلِ؛ لِأَنَّ مُوْجَبَ الْقَطْعِ دَخَلَ فِيْ مُوْجَبِ الْقَتْلِ إِذَا أَفْضَى إِلَيْهِ وَلَمْ يَبْرَأْ بَيْنَهُمَا وَهٰذِهِ الْمَسْأَلَةُ عَلٰى ثَمَانِيَةِ أَوْجُهٍ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): "وعلی ھذا" میں "ھذا" کا مشار الیہ واضح کر کے مطلب تحریر کریں۔ (ج): مسئلہ کی آٹھوں صورتیں تحریر کیجئے۔

جواب:-(الف): ترجمہ۔

اسی بناء پر امام ابو حنیفہؒ نے عمداً قطع ید کے بعد قتل میں فرمایا کہ مقتول کے ولی کے لئے ان دونوں کو کرنا جائز ہے امام ابو حنیفہؒ نے اس صورت میں فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا ہاتھ عمداً کاٹ دیا پھر اچھا ہونے سے پہلے اس کو قتل کر دیا تو مقتول کے ولی کے لئے مناسب ہے کہ وہ اسی طرح کرے جس طرح قاتل نے کیا، پہلے اس کا ہاتھ کاٹے پھر اس کو قتل کرے تاکہ فعل کا بدلہ فعل سے ہو، اور صاحبین کے نزدیک ولی مقتول صرف قتل ہی سے قصاص لے گا کیونکہ قطع کا موجب قتل کے موجب میں داخل ہے جب کہ قطع قتل تک پہنچ جائے اور ان دونوں کے درمیان تندرستی حاصل نہ ہو سکے اور یہ مسئلہ آٹھ صورتوں پر ہے۔

جواب:-(ب)" وعلی ھذا" کا مشار الیہ ملاحظہ فرمانے کے بعد مطلب ملاحظہ کیجئے۔

"وعلی ھذا"، "ھذا" کا مشار الیہ "إن المثل الکامل سابق علی المثل القاصر" یعنی مثل صوری (مثل کامل) مثل معنوی (مثل قاصر) پر مقدم ہے یہی " ھذا " کا مشار الیہ ہے۔

تشریح: مصنف علیہ الرحمہ مذکورہ عبارت میں اسی مشار الیہ پر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک جزئی مسئلہ کو متفرع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کا عمداً ہاتھ کاٹ دیا اور پھر زخم اچھا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہونے سے پہلے اسی مقطوع الید کو اسی شخص نے قتل کر دیا تو اولیانے، مقتول کو چاہیے کہ وہ قاتل کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کریں جیسا کہ قاتل نے کیا ہے یعنی پہلے قاتل کا ہاتھ کاٹیں پھر اس کو قتل کریں تا کہ فعل کا بدلہ فعل سے ہو اور قاتل کی طرف سے چونکہ فعل متعددی ہیں یعنی قطع اور قتل اس لئے مثل صوری (مثل کامل) کا لحاظ کرتے ہوئے اولیائے مقتول کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیے لیکن اگر اولیائے مقتول نے قتل پر اکتفاء کیا یعنی قاتل کا ہاتھ نہ کاٹا بلکہ صرف قتل کر دیا تو یہ بھی جائز ہے۔

صاحبین رحمہما اللہ نے فرمایا کہ مذکورہ صورت میں قاتل کو صرف قتل کیا جائے گا اور اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا وجہ اس کی یہ ہے کہ جب ہاتھ کا زخم اچھا ہوئے بغیر "قطع" قتل تک پہنچ گیا یعنی قطع کے بعد قتل بھی کر دیا تو قطع کا موجب یعنی ہاتھ کا قصاص کے موجب یعنی نفس کے قصاص میں داخل ہو جائے گا اور ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔

<u>جواب:-(ج) مسئلہ کی آٹھ صورتیں ملاحظہ فرمائیں۔</u>

صاحب نور الانوار نے فرمایا کہ مذکورہ مسئلہ کی آٹھ صورتیں نکلتی ہیں اور متن میں ان میں سے صرف ایک مذکور ہے۔ صورتیں حسب ذیل ہیں۔

<u>پہلی صورت</u>: قطع اور قتل دونوں عمداً ہوں اور ان کے درمیان تندرستی حاصل ہوئی ہو۔

<u>دوسری صورت</u>: دونوں عمداً ہوں اور تندرستی حاصل نہ ہوئی ہو۔

<u>تیسری صورت</u>: دونوں خطاءً ہوں اور ان کے درمیان تندرستی حاصل ہوئی ہو۔

<u>چوتھی صورت</u>: دونوں خطاءً ہوں اور ان کے درمیان تندرستی حاصل نہ ہوئی ہو۔

<u>پانچویں صورت</u>: قطع ید عمداً ہو اور قتل خطاءً ہوں اور ان کے درمیان تندرستی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حاصل ہوئی ہو۔

چھٹی صورت: قطع ید عمداً اور قتل خطاءً ہو اور ان کے درمیان تندرستی حاصل نہ ہوئی ہو۔

ساتویں صورت: قطع ید خطاءً اور قتل عمداً ہو اور ان کے درمیان تندرستی حاصل ہوئی ہو۔

آٹھویں صورت: قطع ید خطاءً ہو اور قتل عمداً ہو اور ان کے درمیان تندرستی حاصل نہ ہوئی ہو۔

❁❁❁

نور الانوار س: ۱۴۳۳ھ/ص: ۴۷

وَقُلْنَا جَمِيْعًا الْمَنَافِعِ لَا تُضْمَنُ بِالْإِتْلَافِ، وَالْقِصَاصِ لَا يُضْمَنُ بِقَتْلِ الْقَاتِلِ، وَمِلْكُ النِّكَاحِ لَا يُضْمَنُ بِالشَّهَادَةِ بِالطَّلَاقِ بَعْدَ الدُّخُوْلِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): مطلب تحریر کیجئے۔ (ج): نیز ہر ہر مسئلہ کی مکمل تشریح کیجئے اور مثال دے کر سمجھائے۔

جواب:- (الف) ترجمہ۔

اور ہم سب لوگوں نے کہا کہ منافع کا تاوان ہلاک کرنے سے نہیں دیا جاتا ہے اور قاتل کو قتل کرنے سے قصاص کا تاوان نہیں دیا جائے گا۔ اور دخول کے بعد طلاق کی گواہی سے ملکِ نکاح کا تاوان نہیں دیا جائے گا۔

جواب:- (ب): مطلب ملاحظہ فرمائیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مصنف علیہ الرحمہ نے مذکورہ عبارت میں اپنے مذہب کے مطابق تین مسائل کو بیان کیا ہے۔

پہلا مسئلہ: یہ ہے کہ علمائے احناف کو نزدیک منافع کو ہلاک کرنے کی صورت میں ان کا تاوان واجب نہیں ہوتا اسی طرح ہلاک ہونے کی صورت میں ان کا تاوان واجب نہ ہوگا مثلاً ایک شخص نے کسی شخص کا گھوڑا غصب کیا اور چند منزل تک اس پر سوار ہوا یا غاصب نے اس گھوڑے کو اپنے گھر میں روک لیا اس پر نہ سوار ہوا اور نہ اس کو چھوڑا۔ تو اس صورت میں علماء احناف فرماتے ہیں کہ ان منافع کا تاوان کسی چیز کے ساتھ نہیں دیا جائے گا لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تاوان دیا جائے گا۔

دوسرا مسئلہ: یہ ہے کہ قاتل کو قتل کرنے سے قصاص کا تاوان نہیں دیا جائے گا مثلاً ایک شخص یعنی عامر نے زید کو عمداً قتل کر ڈالا پس اس قتلِ عمد کی وجہ سے قاتل یعنی عامر پر قصاص واجب ہوا لیکن مقتول یعنی زید کے ورثاء کے علاوہ کسی اجنبی آدمی نے مذکورہ قاتل یعنی عامر کو قتل کر دیا تو اس اجنبی پر مقتول اول یعنی زید کے ورثاء کے لئے دیت یا قصاص کسی طرح کا کوئی تاوان واجب نہ ہوگا البتہ اس اجنبی پر مقتولِ اول یعنی زید کے قاتل (عامر) جو مقتول ثانی ہے اس کے ورثاء کے لئے تاوان واجب ہوگا۔

تیسرا مسئلہ: یہ ہے کہ دخول کے بعد طلاق کی گواہی سے ملکِ نکاح کا تاوان نہیں دیا جائے گا مثلاً اگر دو آدمیوں نے یہ گواہی دی کہ احمد نے دخول اور جماع کے بعد اپنی رفیقۂ حیات کو طلاق دی ہے تو اس گواہی کے نتیجہ میں قاضی نے میاں بیوی کے درمیان تفریق کرا دی اور شوہر کو مہر ادا کرنے کا حکم دیا، پھر دونوں گواہوں نے اپنی شہادت سے رجوع کر لیا اور یہ کہا کہ ہم لوگوں نے جھوٹی گواہی دی ہے تو احناف کے نزدیک یہ دونوں گواہ شوہر کے لئے کسی چیز کے ضامن نہ ہوں گے اور نہ اس پر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کسی طرح کا کوئی تاوان واجب ہوگا۔

جواب:-(ج) ہر ہر مسئلے کی مکمل تشریح مع امثلہ مطلب کے تحت گذر چکی ہے۔

❁❁❁

نورالانوار س:۴۴، ص:۴۷

وَمِنْ أَجَلِ أَنَّ مَالَا يَعْقِلُ لَهُ مِثْلٌ لَا يُضْمَنُ شَرْعًاقُلْنَا جَمِيْعًا الْمَنَافِعُ لَا تُضْمَنُ بِالْإِتْلَافِ أَمَّا بِالْمَنَافِعِ فَظَاهِرٌ وَأَمَّا بِالْأَعْيَانِ وَالْمَالِ،فَلِأَنَّ الْمَنَافِعَ عَرْضٌ لَايَبْقٰى زَمَانَيْنِ وَغَيْرُ مُتَقَوِّمٍ بِخِلَافِ الْمَالِ فَلَا تَمَاثُلَ بَيْنَهُمَا وَإِنَّمَا ضَمَّنَّاهَا بِالْمَالِ فِي الْإِجَارَةِ، لِأَنَّ لِلرِّضَاءِ تَاثِيْرًا فِي إِيْجَابِ الْأُصُوْلِ وَالْفُضُوْلِ جَمِيْعًا وَلَا لِلْعُدْوَانِ فِيْهِ.

(الف):اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔(ب):ومن اجل الخ سے جس ضابطے کی طرف اشارہ ہے اس کی وضاحت کر کے پوری عبارت کی تشریح کیجئے۔(ج):بتائیے کہ اتلاف کی وجہ سے منافع کے قابلِ ضمان ہونے کیا صورت ہوسکتی ہے؟وإنما ضمنا ھا الخ سے شارح کیا کہنا چاہتے ہیں؟اصول اور فضول کیا ہیں؟اور زیر بحث مسئلہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کی کیا رائے ہے؟

جواب:-(الف) ترجمہ۔

اور اس وجہ سے کہ جن چیزوں کی مثل معقول ہے اس کا شرعاً تاوان نہیں دیا جاتا ہے۔ہم سب نے کہا کہ منافع کا تاوان ہلاک کرنے سے نہیں دیا جاتا ہے۔بہر حال منافع کے ساتھ تو ظاہر ہے اور اعیان اور مال کے ساتھ بھی تاوان (نہیں دیا جا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تا ہے) کیونکہ منافع مال کے برخلاف عرض ہیں دو زمانے باقی نہیں رہتے اور غیر متقوم ہیں لہٰذا ان دونوں کے درمیان مماثلت نہیں ہو سکتی۔ البتہ ہم نے اجارہ میں مال کے ساتھ تاوان دلایا ہے کیونکہ اصول وفضول سب کو واجب کرنے میں رضامندی کی تاثیر ہوتی ہے۔ اور ظلم کی اس میں تاثیر نہیں ہوتی۔

جواب:-(ب)"ومن اجل الخ" سے جس ضابطے کی طرف اشارہ ہے ملاحظہ کیجئے۔

ضابطہ یہ ہے کہ کسی شی کا تاوان اسی وقت واجب ہوگا جبکہ اس کا کوئی مماثل موجود ہو مماثل خواہ کامل ہو یا قاصر ہو، صورۃً ہو یا معنیً اگر کسی بھی طرح کی مماثلت موجود نہ ہو تو اس کا تاوان واجب نہ ہوگا۔

مذکورہ عبارت کی تشریح ملاحظہ فرمائیں۔

مصنف علیہ الرحمہ نے اسی ضابطہ پر متفرع کرتے ہوئے مذکورہ عبارت میں ایک مسئلہ بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ علمائے احناف کے نزدیک منافع کو ہلاک کرنے کی صورت میں ان کا تاوان واجب نہیں ہوتا اسی طرح ہلاک ہونے کی صورت میں ان کا تاوان واجب نہ ہوگا۔ منافع کا تاوان منافع کے ساتھ نہ دیا جانا تو ظاہر ہے اور اگر منافع کا تاوان منافع کے ساتھ دیا جائے تو اس کی صورت یہ ہوگی کہ مالک غاصب کے جانور پر اتنی ہی مقدار سوار ہوگا جتنی مقدار غاصب سوار ہوا تھا یا اتنی ہی مقدار غاصب کے جانور کو محبوس رکھے گا جتنی مقدار غاصب نے محبوس رکھا تھا اور یہ باطل ہے کیونکہ دو سواروں، دو رفتاروں، دو قیدوں کے درمیان واضح تفاوت ہوتا ہے۔ اور اعیان اور مال کے ساتھ بھی مالک کو تاوان نہیں دیا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

غاصب نے منافع کو ہلاک کیا ہے اور منافع عرض ہیں یعنی قائم بالغیر ہیں اور عرض دو زمانے میں باقی نہیں رہتے اور جو چیز دو زمانے میں باقی نہ رہتی ہو وہ مُحرز نہیں ہوتی یعنی اس کو وقتِ ضرورت کے لئے ذخیرہ نہیں کیا جا سکتا اور جو چیز غیر مُحرز ہوتی ہے وہ غیر متقوم ہوتی ہے پس نتیجہ یہ نکلا کہ منافع غیر متقوم ہیں اور مال اور اعیان متقوم ہیں اور متقوم اور غیر متقوم کے درمیان کوئی مماثلت نہیں ہوتی ہے لہٰذا منافع اور مال کے درمیان کوئی مماثلت نہیں ہوگی اور جب منافع اور مال کے درمیان مماثلت نہیں ہے تو غاصب نے جو منافع ہلاک کئے ہیں غاصب پر مال اور اعیان کے ساتھ ان کا تاوان بھی واجب نہ ہوگا۔

جواب:-(ج) اتلاف کی وجہ سے منافع کے قابلِ ضمان ہونے کی کیا صورت ہوگی ملاحظہ کیجئے۔

اس کی صورت یہ ہوگی کہ مالک یعنی مغصوب منہٗ غاصب کے گھوڑے پر اتنی ہی منزل سواری کرے جتنی منزل غاصب نے مالک کے گھوڑے پر سواری کی ہے یا مالک غاصب کے گھوڑے کو اتنی دیر محبوس کرے گا جتنی دیر تک غاصب نے مالک کے گھوڑے کو محبوس رکھا تھا۔

وانما ضمناها الخ سے شارح نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔

سوال: یہ ہے کہ منافع بلاشبہ اعراض ہیں اور غیر متقوم ہیں لیکن شریعت میں ان کے لئے اعیان باقیہ کا حکم حاصل ہے چنانچہ منافع پر عقدِ اجارہ وارد ہوتا یعنی اجارہ کی وجہ سے منافع مال کے ساتھ مضمون ہوتے ہیں حتیٰ کہ اگر کسی سے ایک آدمی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کا گھوڑا دس میل کی سواری کرنے کے لئے دس روپئے کے عوض اُجرت پر لے لیا تو مُستاجر جب دس میل کی سواری کرلے گا یعنی منافع وصول کرلے گا تو اس پر دس روپئے بطور عوض واجب ہوجائیں گے پس جس طرح اجارہ میں منافع مال کے ساتھ مضمون ہیں اسی طرح غصب کی صورت میں غاصب پر منافع کا تاوان مال کے ساتھ واجب ہونا چاہئے تھا۔

جواب: یہ ہے کہ اجارہ میں منافع خلافِ قیاس باہمی رضامندی سے متقوم ہیں۔مطلب یہ ہے کہ باہمی رضامندی سے اصل اور فضل (یعنی نفع) دونوں واجب ہوتے ہیں حاصل یہ ہے کہ اجارہ میں منافع چونکہ باہمی رضامندی سے خلافِ قیاس متقوم ہیں اور خلافِ قیاس پر کسی دوسری چیز کو قیاس نہیں کیا جاتا ہے۔

اصول اور فضول کیا ہیں: اصول مغصوب بنفسہٖ ہے اور فضول نفع ہے۔

زیرِ بحث مسئلہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کی رائے کیا ہے؟ ملاحظہ کیجئے۔

امام شافعی رحمہ اللہ مذکورہ مسئلہ میں اجارہ پر قیاس کرتے ہوئے اس قدر مال کے ساتھ منافع کے تاوان کے قائل ہیں جتنا کہ اس منزل تک جانور کے کرایہ میں لوگوں کا عرف ہوا۔

❁❁❁

نور الانوار ص:۲۴۵/ص:۴۸

وَلَا بُدَّ لِلْمَامُورِ بِهٖ مِنْ صِفَةِ الْحَسَنِ ضَرُوْرَةً أَنَّ الْآمِرَ حَكِيْمٌ، يَعْنِي لَا بُدَّ أَنْ يَكُوْنَ الْمَامُوْرُبِهٖ حَسَنًا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى قَبْلَ الْأَمْرِ وَلٰكِن يُعْرَفُ ذٰلِكَ بِالْأَمْرِ ضَرُوْرَةَ أَنَّ الْآمِرَ حَكِيْمٌ، وَالْحَكِيْمُ لَا يَأْمُرُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بِالْفَحْشَآءِ ،وَھٰذَا عِنْدَنَا.

(الف):عبارت پراعراب لگا کرترجمہ کیجئے۔(ب):مطلب تحریر کیجئے۔

(ج):اس مسئلہ میں معتزلہ اورابوالحسن الاشعری کا کیا مذہب ہےاورمیں احناف کا کیا مذہب ہے وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔

جواب:-(الف)ترجمہ۔

اور مامور بہ کے لئے صفتِ حسن اس لئے ضروری ہے کہ آمر حکیم ہےیعنی ماموبہ کا امر ہونے سے پہلے اللہ کے یہاں حسن ہونا ضروری ہےلیکن اس کی شناخت امر سے ہوگی کیونکہ آمر حکیم ہےاورحکیم بری باتوں کا امرنہیں کرتا ہےاوریہ ہمارا مذہب ہے۔

جواب:-(ب)عبارت کا مطلب ملاحظہ کیجئے۔

ماتن علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ مامور بہ کے لئے صفتِ حسن کا پایا جانا ضروری ہے جیسا کہ منہی عنہ کے لئے صفتِ قبح کا پایا جانا ضروری ہےاوراس کی دلیل یہ ہے کہ آمراور ناہی(اللہ)حکیم ہےاورحکیم اچھی چیزوں کا امر کرتا ہے اور بری چیزوں سے منع کرتا ہےپس حکیم جس چیز کا امر کرے گا وہ یقیناً حَسَن ہوگی اور جس چیز سے منع کرے گا وہ یقیناً قبیح ہوگی بہرحال فعل مامور بہ کا حَسَن ہونا اورفعل منہی عنہ کا قبیح ہونا ضروری ہے۔

جواب:-(ج)اس مسئلہ میں معتزلہ اورابوالحسن الاشعری کا مذہب ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: یہ ہے کہ حسن وقبح عقلی ہیں یا شرعی اس میں اختلاف ہے۔ہمارے یعنی ماتریدیہ اورمعتزلہ کے نزدیک حسن اور قبح دونوں عقلی ہیں یعنی واقعی ہیں،شریعت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پر موقوف نہیں ہیں چنانچہ شریعت وارد ہونے سے پہلے نفس الامر میں بعض افعال حسن ہیں ان کا کرنے والا ثواب کا مستحق ہوگا اور بعض افعال قبیح ہیں ان کا مرتکب عقاب کا مستحق ہوگا پس جو افعال نفس الامر میں حسن تھے شارع نے ان کا امر فرمایا اور جو قبیح تھے شارع نے ان سے منع فرما دیا ہے الغرض نہ شارع کے امر کرنے سے کسی فعل میں حسن پیدا ہوتا ہے اور نہ منع کرنے سے کسی فعل میں قبح پیدا ہوتا ہے بلکہ نفس الامر میں افعال کے لئے جو حسن وقبح ثابت تھا شارع نے اس پر سے پردہ اُٹھا دیا ہے نیز احناف اور معتزلہ کے درمیان اس بات پر تو اتفاق ہے کہ حسن اور قبح دونوں عقلی ہیں لیکن دونوں کے مذہب میں فرق ہے۔

— __ابو الحسن الاشعری کا مذہب:__ یہ ہے کہ حسن وقبیح دونوں شرعی ہیں یعنی اشاعرہ کے نزدیک شریعت وارد ہونے سے پہلے تمام افعال ایمان، کفر، نماز اور زنا وغیرہ سب برابر تھے ان کا کرنے والا نہ ثواب کا مستحق تھا اور نہ عقاب کا مستحق تھا۔ لیکن جب شارع نے بعض افعال کے بارے میں کہا کہ ان کا کرنے والا ثواب کا مستحق ہے تو ان کے کرنے لا امر کر دیا کے بارے میں کہا کہ ان کا کرنے والا عقاب کا مستحق ہے تو ان کے کرنے سے منع کر دیا گیا پس شارح نے جن کے کرنے کا امر فرمایا وہ افعال حسن ہیں اور جن کے کرنے سے منع فرمایا وہ افعال قبیح ہیں۔

اور ہمارے مذہب کی تفصیل وضاحت کے ساتھ مطلب کے تحت آ چکی ہے۔

❁❁❁

__نور الانوار س:۴۶ص:۵۲__

وَهِيَ نَوْعَانِ: مُطْلَقٌ وَهُوَ أَدْنٰى مَايَتَمَكَّنُ بِهِ الْمَامُوْرُ مِنْ أَدَاءِ مَالَزِمَهُ وَهُوَشَرْطٌ فِيْ أَدَاءِ كُلِّ أَمْرٍ وَالشَّرْطُ تَوَهُّمُهُ لَا حَقِيْقَتُهُ حَتّٰى إِذَا بَلَغَ الصَّبِيُّ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

أَوْأَسْلَمَ الْكَافِرُ أَوْ طَهُرَتِ الْحَائِضُ فِيْ آخِرِ الْوَقْتِ لَزِمَتْهُ الصَّلوٰةُ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔(ب): ھـی کا مرجع متعین کر کے نوعین کی تشریح کریں۔(ج): مذکورہ عبارت کے ہر جز کی مکمل وضاحت کریں۔

جواب:-(الف) ترجمہ۔

اور قدرت کی دو قسمیں ہیں (ا) مطلق اور وہ ادنیٰ قدرت ہے جس کے ذریعہ مکلّف اس چیز کے اداء کرنے پر قادر ہوتا ہے جو اس پر لازم ہے اور یہ قسم ہر حکم کی ادائیگی میں شرط ہے اور شرط اس کا توہم ہے حقیقت نہیں ہے حتیٰ کہ آخری وقت میں جب نابالغ بچہ بالغ ہو جائے یا کافر مسلمان ہو جائے یا حائضہ عورت پاک ہو جائے تو اس پر نماز لازم ہو گی۔

جواب:-(ب) ھی کا مرجع اور نوعین کی تشریح ملاحظہ فرمائیں۔

ھی: کا مرجع "القدرۃ" ہے۔

نوعین کی تشریح: فرماتے ہیں کہ قدت کی دو قسمیں ہیں (ا) قدرتِ مطلقہ، (۲) قدرتِ کاملہ۔

جواب:-(ج) مذکورہ عبارت کے ہر جزء کی مکمل وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

وھـو ادنیٰ الـخ: سے مصنف علیہ الرحمہ نے پہلی قسم قدرت مطلقہ کو بیان کیا ہے فرماتے ہیں کہ قدرتِ مطلقہ وہ ادنیٰ درجہ کی قدرت ہے جس کے ذریعہ مکلّف اپنے فرض کے اداء کرنے پر قادر ہوتا ہے اور یہ ادنیٰ درجہ کی قدرت ہر حکم کی اداء واجب ہونے کے لئے شرط ہے۔یعنی جب تک اتنی قدرت موجود نہ ہو تو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مکلّف پر کسی حکم کا اداء کرنا واجب نہ ہوگا بہر حال وجوب اداء کے لئے اتنی قدرت کا موجود ہونا شرط ہے اور قدرت کا باقی حصہ ایک امر زائد ہے، مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ قدرتِ مطلقہ جو وجوب اداء کی شرط ہے اس کا متوہم الوجود ہونا شرط ہے محقق الوجود ہونا شرط نہیں ہے بلکہ اس وقت کا وہم کے درجہ میں موجود ہونا بھی وجوب اداء کے لئے کافی ہے۔ مصنف علیہ الرحمہ نے متصلاً یہ بیان فرمایا کہ اداء واجب ہونے کے لئے قدرتِ مطلقہ کا حقیقۃً موجود ہونا شرط نہیں ہے بلکہ توہم قدرت بھی کافی ہے اسی پر متفرع کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر آخری وقت میں نابالغ بچہ بالغ ہوجائے یا کافر مسلمان ہوجائے یا حائضہ عورت حیض سے پاک ہوجائے تو ان سب صورتوں میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس شخص پر نماز لازم ہوجائے گی اگر کرامت کے طور پر وقت دراز ہوگیا تو نماز اداء کرے گا ورنہ اس شخص پر اس کی قضاء لازم ہوگی۔

❁❁❁

نور الانوار ص:۴۷/ص:۵۲

وَهِيَ أَيِ الْقُدْرَةُ الَّتِيْ يَتَمَكَّنُ بِهَا الْعَبْدُ نَوْعَانِ : مُطْلَقٌ وَهُوَ أَدْنٰى مَايَتَمَكَّنُ بِهِ الْمَامُوْرُ مِنْ أَدَاءِ مَالَزِمَهُ وَهُوَ شَرْطٌ فِيْ أَدَاءِ كُلِّ أَمْرٍ، وَكَامِلٌ وَهُوَ الْقُدْرَةُ الْمُيَسِّرَةُ لِلْأَدَاءِ، عَطْفٌ عَلٰى قَوْلِهٖ "مُطْلَقٌ" وَهٰذَا هُوَ الْقِسْمُ الثَّانِيْ وَيُسَمّٰى هٰذَا مُيَسِّرَةً.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): اور حسب بیان شارح علیہ الرحمہ مطلب تحریر کریں۔ (ج): قسمِ ثانی کو میسرہ کہنے کی وجہ لکھ کر "ودوام هٰذه القدر شرط لدوام الواجب" کا مطلب وضاحت کے ساتھ تحریر کیجئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب:-(الف) ترجمہ۔

اور وہ یعنی وہ قدرت جس کے ذریعہ بندہ قادر ہوگا (قدرت کی) دو قسمیں ہیں (ا) مطلق اور وہ ادنیٰ قدرت ہے جس کے ذریعہ مکلّف اس چیز کے اداء کرنے پر قادر ہوتا ہے جو اس پر لازم ہے اور یہ قسم ہر حکم کی ادائیگی میں شرط ہے (۲) کامل اور یہ قدرت میسرہ للاداء کا نام ہے، یہ مصنف کے قول "مطلق" پر معطوف ہے اور یہی دوسری قسم ہے اور اس کا نام میسرہ ہے۔

جواب:-(ب) حسبِ بیانِ شارح عبارت کا مطلب ملاحظہ کیجئے۔

شارح علیہ الرحمہ نے مذکورہ عبارت میں قدرت کی قسموں کو بیان کیا ہے یعنی وہ قدرت جس کے ذریعہ بندہ قادر ہوتا ہے اور جس کے معنی آلات واسباب کے صحیح ہونے کے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں: (ا) قدرتِ مطلقہ (۲) قدرتِ میسرہ۔ دونوں قسموں کی تفصیل آئندہ سوال میں آرہی ہے۔

جواب:-(ج) قسمِ ثانی کو میسرہ کہنے کی وجہ ملاحظہ فرمائیں۔

قسمِ ثانی کا نام میسرہ اس لئے رکھا گیا کہ اس نے مکلّف پر اداء کو آسان اور سہل کر دیا ہے یہ معنی نہیں کہ مامور بہ اس سے پہلے دشوار تھا پھر اس کے بعد اس کو اللہ نے آسان کر دیا ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ اس نے ابتداء ہی سے آسان اور سہولت کے ساتھ واجب کیا ہے۔

ودوام هذا القدر الخ اس کی مکمل وضاحت آئندہ سوال میں آرہی ہے۔

❁❁❁

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نور الانوار س: ۴۸/ص: ۵۳

وَدَوَامُ هٰذِهِ الْقُدْرَةِ شَرْطٌ لِدَوَامِ الْوَاجِبِ، حَتّٰى تَبْطُلُ الزَّكَاةُ وَالْعُشْرُ وَالْخَرَاجُ بِهَلَاكِ الْمَالِ بِخِلَافِ الْأُوْلٰى حَتّٰى لَايَسْقُطُ الْحَجُّ وَصَدَقَةُ الْفِطْرِ بِهَلَاكِ الْمَالِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): مطلب تحریر کیجئے۔

(ج): قدرتِ ممکنہ اور میسرہ کی تعریفات لکھ کر دونوں انواعِ قدرت کی مثالوں کے ذریعہ وضاحت کیجئے۔

جواب:- (الف) ترجمہ۔

اور اس قدرت کا دوام واجب کے دوام کے لئے شرط ہے حتی کہ مال ہلاک ہونے سے، زکوۃ، عشر اور خراج باطل ہوجائیں گے برخلاف پہلی قسم کے کہ مال ہلاک ہونے سے حج اور صدقۃ الفطر ساقط نہ ہوں گے۔

جواب:- (ب) عبارت کا مطلب ملاحظہ فرمائیں۔

ماتن علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ قدرتِ میسرہ کا دوام واجب کے دوام کے لئے شرط ہے یعنی جب تک قدرتِ میسرہ باقی رہے گی واجب بھی باقی رہے گا اور جب قدرتِ میسرہ ختم ہوجائے گی تو واجب بھی منتفی ہوجائے گا۔ مصنف علیہ الرحمہ نے ابھی متصلاً جو بیان فرمایا ہے کہ واجب کے دائم ہونے کے لئے قدرتِ میسرہ کا دائم ہونا شرط ہے اسی پر متفرع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مالِ نصاب کے ہلاک ہونے سے زکوۃ اور پیداوار کے ہلاک ہونے سے عشر اور خراج باطل ہوجائیں گے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ قدرتِ میسرہ کی وجہ سے واجب ہوتی ہے کیونکہ زکوٰۃ پر نفسِ قدرت (قدرتِ ممکنہ) ایسے مالِ نصاب کے مالک ہونے سے ثابت ہوجاتی ہے جو ''مال'' حاجتِ اصلیہ اور قرض سے فارغ ہوتا ہے لیکن جب حولانِ حول کی شرط لگادی گئی جو نماء حقیقی اور مال بڑھنے کے قائم مقام ہے تو معلوم ہوگیا کہ زکوٰۃ واجب ہونے کے لئے قدرتِ میسرہ شرط ہے اگر وجوب زکوٰۃ کے لئے قدرتِ میسرہ کے شرط نہ ہوتی تو حولانِ حول کو شرط قرار نہ دیا جاتا پس وجوبِ زکوٰۃ کے لئے اسی قدرتِ میسرہ کے شرط ہونے کی وجہ سے حولانِ حول کے بعد اگر پورا مالِ نصاب ضائع ہوگیا تو احناف کے نزدیک اس کی زکوٰۃ بھی ساقط ہوجائے گی اور عشر کو زکوٰۃ پر قیاس کر لیجئے۔

بخلاف الخ سے مصنف علیہ الرحمہ قدرتِ ممکنہ کو بیان فرمارہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ بقائے واجب کے لئے قدرتِ میسرہ کی بقا شرط ہے لیکن بقائے واجب کے لئے قدرتِ ممکنہ کی بقاء شرط نہیں ہے یعنی جو چیز قدرتِ ممکنہ کی وجہ سے واجب ہوئی تھی اس کی بقاء قدرتِ ممکنہ کی بقاء پر موقوف نہیں ہے بلکہ قدرتِ ممکنہ کے فوت ہونے کے باوجود واجب باقی رہے گا اس لئے کہ قدرتِ ممکنہ، احداث، فعل اور ایجادِ فعل پر قادر ہونے کے لئے محض ایک شرط ہے اور اس میں علت کے معنی ہرگز نہیں ہیں اور جو چیز کسی فعل کو موجود کرنے کی شرط ہو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ چیز اس فعل کی بقاء کے لئے بھی شرط ہو مثلاً گواہوں کا ہونا انعقادِ نکاح اور احداثِ نکاح کے لئے تو شرط ہے لیکن بقاء نکاح کے لئے گواہوں کا باقی رہنا شرط نہیں ہے لہٰذا معلوم ہو کہ بقاء فعل کے لئے قدرتِ ممکنہ کا باقی رہنا شرط نہیں ہے اس لئے کہ جب قدرت ممکنہ فوت ہوجائے گی تو واجب اپنے حال پر باقی رہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

گا چنانچہ اگر نصاب کا مالک ہونے کے بعد ”عید کے دن“ مالِ نصاب ضائع ہو گیا تو صدقۃ الفطر علیٰ حالہٖ واجب رہے گا اور اگر زاد و راحلہ پر قادر ہونے کے بعد وہ مال ہلاک ہو گیا تو حج کا وجوب باقی رہے گا کیونکہ ”صدقۃ الفطر“ اور ”حج“ ”قدرتِ ممکنہ سے ثابت ہوتے ہیں، اسی کو مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا ”حج“ اور ”صدقۃ الفطر“ ساقط نہیں ہوں گے برخلاف پہلی صورت (قدرتِ میسرہ کے)

<u>جواب:-(ج) قدرتِ ممکّنہ اور قدرتِ میسّرہ دونوں کی تعریفات مع امثلہ ملاحظہ فرمائیں۔</u>

<u>قدرتِ ممکنہ:</u> اسی کو مصنف علیہ الرحمہ نے قدرتِ مطلقہ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ قدرت ممکنہ وہ ادنیٰ درجہ کی قدرت ہے جس کے ذریعہ مکلّف اپنے فرض کے اداء کرنے پر قادر ہوتا ہے اور یہ ادنیٰ درجہ کی قدرت حکم کی اداء کے واجب ہونے کے لئے شرط ہے۔

<u>قدرتِ میسرہ:</u> اس کو مصنف علیہ نے قدرتِ کاملہ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ وہ قدرت ہے جو مکلّف پر مامور بہ کا اداء کرنا آسان اور سہل بنادے۔

❁❁❁

<u>نور الانوار ص:۴۹ / ص:۵۵</u>

هَلْ تَثْبُتُ صِفَةُ الْجَوَازِ لِلْمَامُوْرِ بِهٖ إِذَا أَتٰى بِهٖ؟ قَالَ بَعْضُ الْمُتَكَلِّمِيْنَ لَا ، وَالصَّحِيْحُ عِنْدَ الْفُقَهَاءِ أَنَّهٗ تَثْبُتُ بِهٖ صِفَةُ الْجَوَازِ لِلْمَأْمُوْرِ بِهٖ وَانْتِفَاءُ الْكَرَاهَةِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے اور ”صفة الجواز“ کی مراد واضح

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کیجئے۔(ب): نیز مطلب تحریر کیجئے اور بعض متکلمین اور فقہاء کے اختلاف کی وضاحت کرتے ہوئے فقہاء کے موقف کو مدلل تحریر کریں۔(ج): متکلمین کی دلیل کا جواب تحریر کریں۔

جواب:۔(الف) ترجمہ۔

کیا مورٌ بہ کے لئے جواز کی صفت اس وقت ثابت ہوگی جب مکلّف اس کو بجالائے بعض متکلمین نے کہا کہ "نہیں" اور فقہاء کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ فعل مامور بہ کی بجا آوری سے مامور بہ کے لئے صفتِ جواز ثابت ہوجاتی ہے اور کراہت کا انتفاء بھی ہوجاتا ہے۔

"صفة الجواز" کی مراد ملاحظہ کیجئے۔

اس سے مراد مکلّف کے ذمہ سے قضاء کا ساقط ہونا ہے

جواب:۔(ب) عبارت کا مطلب ملاحظہ کیجئے۔

عبارت کا حاصل یہ ہے کہ مامور بہ کو اداء کرنے کے بعد مامور بہ کے لئے جواز ثابت ہوگا یا نہیں اس بارے میں اختلاف ہے بعض متکلمین اور معتزلہ فرماتے ہیں کہ محض مامور بہ کو اداء کرنے سے جواز یعنی قضاء کے ساقط ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا بلکہ توقف کیا جائے گا یہاں تک کہ یہ معلوم نہ ہوجائے کہ مامور بہ کے اندر تمام شرائط وارکان موجود ہیں چنانچہ جب مامور بہ کے اندر تمام ارکان اور شرائط کا موجود ہونا معلوم ہوجائے گا تو مامور بہ کے لئے جواز کا حکم ثابت ہوجائے گا یعنی مکلّف سے اس مامور بہ کی قضاء ساقط ہوجائے گی۔

فقہاء فرماتے ہیں کہ مامور بہ بجالانے سے مامور بہ کے لئے جواز ثابت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہو جائے گا اور کراہت منتفی ہو جائے گی لیکن یہاں جواز کے معنی سقوطِ قضاء کے نہیں ہیں بلکہ تعمیلِ حکم کے ہیں مطلب یہ ہے کہ فعلِ مامور بہ کو موجود اور اداء کرنے کے بعد یہ کہہ دیا جائے گا کہ مکلّف کی طرف سے حکم کی تعمیل ہو گئی ہے اور کراہت بھی منتفی ہو گئی ہے۔

بعض متکلمین اور معتزلہ کی دلیل: یہ ہے کہ اگر کوئی شخص وقوف عرفہ سے پہلے اپنی بیوی سے جماع کر کے اپنا حج فاسد کر دے تو وہ شرعاً اس بات کا مامور ہے کہ اس حج کے افعال اداء کرے حالانکہ اس حج کے تمام افعال اداء کرنے کے باوجود یہ حج جائز نہیں ہوتا یعنی اس کے ذمہ سے قضاء ساقط نہیں ہوتی بلکہ آئندہ سال اس شخص پر قضاء واجب ہوگی، اس سے ثابت ہوا کہ محض مامور بہ کو اداء کرنے سے اس کے لئے جواز ثابت نہیں ہوتا بلکہ جواز ثابت کرنے کے لئے شرائط وارکان کے موجود ہونے پر خارجی دلیل کا پایا جانا ضروری ہے۔

فقہاء کی دلیل: یہ ہے کہ مامور بہ کو اداء کرنے کے بعد بھی اگر تعمیلِ حکم نہ پائی جائے تو تکلیف مالا یطاق لازم آئے گا۔ پھر فعلِ مامور بہ کو اداء کرنے کے بعد جب مستقل دلیل سے فساد ظاہر ہو جائے گا تو مکلّف کو اس کے علاوہ کا حکم دیا جائے گا۔ محشی فرماتے ہیں کہ جواز کے معنی اگر تعمیل حکم کے ہوں تو اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اختلاف اس صورت میں ہے جب جواز کے معنی سقوط قضاء کے ہوں۔

جواب:- (ج) متکلمین حضرات کی دلیل کا جواب ملاحظہ کیجئے۔

متکلمین نے اپنے مذہب پر جو دلیل پیش کی ہے اس جواب یہ ہے کہ جب اس نے اسی اِحرام کے ساتھ حج اداء کیا جس اِحرام کے ساتھ اداء کا حکم دیا گیا تھا تو یہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

شخص اس سے فارغ ہوگیا اور اس کا ذمہ بری ہوگیا اب اس کو آئندہ سال صحیح حج کرنے کا حکم ایک مستقل امر کے ذریعہ کیا گیا ہے گویا یہ حج صحیح، سال گذشتہ کے حج کی قضاء نہیں ہے بلکہ اس کو مستقل امر سے فرض کیا گیا ہے۔

❀❀❀

نور الانوار س: ۵۰/ص: ۵۶

وَالْأَمْرُ نَوْعَانِ: مُطْلَقٌ عَنِ الْوَقْتِ، وَهُوَ عَلَى التَّرَاخِي خِلَافًا لِلْكَرْخِي لِئَلَّا يَعُوْدَ عَلَى مَوْضُوْعِهِ بِالنَّقْضِ وَمُقَيَّدٌ بِهِ وَهُوَ إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ الْوَقْتُ ظَرْفًا لِلْمُؤَدّٰى وَشَرْطًا لِلْأَدَاءِ وَسَبَبًا لِلْوُجُوْبِ كَوَقْتِ الصَّلٰوةِ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): نیز خط کشیدہ الفاظ کی اصطلاحی تعریف کیجئے، مطلق عن الوقت کے سلسلہ میں امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے مثالوں سے واضح کیجئے؟ اور "لِئَلَّا يَعُوْدَ عَلَى مَوْضُوْعِهِ بِالنَّقْضِ" کس کی دلیل ہے؟ دلیل کی وضاحت کیجئے۔

جواب:- (الف) ترجمہ۔

اور امر کی دو قسمیں ہیں مطلق عن الوقت اور یہ امر مطلق تراخی کے طور پر ہے امام کرخی رحمہ اللہ کا اختلاف ہے تاکہ امر مطلق اپنے موضوع پر برعکس نہ لوٹے، اور اس کے ساتھ مقید ہے اور وہ یا تو وقتِ فعل مؤدّی کے لئے ظرف ہوگا اور اداء کے لئے شرط ہوگا اور وجوب کے لئے سبب ہوگا جیسے نماز کا وقت۔

جواب:- (ب) نیز کشیدہ الفاظ کی اصطلاحی تعریف ملاحظہ فرمائیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ظرف: یہ ہے کہ وقت فعلِ مؤدّٰی کے لئے معیار نہ ہو بلکہ فعلِ مؤدّٰی کو اداء کرنے کے بعد بھی بچا رہے، یعنی اس میں فعلِ مؤدّٰی کے علاوہ کو اداء کرنے کی بھی گنجائش ہو۔

شرط: یہ ہے کہ مامور بہ وقت کے وجود سے پہلے درست نہ ہو اور وقت کے فوت ہونے سے فوت ہو جائے۔

سبب: یہ کہ "وقت" مامور بہ کے نفسِ وجوب میں مؤثر ہے واضح رہے کہ ہر چیز میں مؤثرِ حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں لیکن ظاہری طور پر "نفس وجوب" وقت کی طرف بھی منسوب ہوتا ہے۔

مطلق عن الوقت کے سلسلے میں امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ملاحظہ کیجئے۔

امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مامور بہ مطلق کو علی الفور اداء کرنا واجب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مامور بہ مطلق کو اداء کرنے میں اگر تاخیر کی گئی تو تاخیر کی وجہ سے یہ شخص گناہ گار ہوگا لیکن قضاء کرنے والا شمار نہیں ہوگا جیسے زکوٰۃ اور صدقۂ فطر کہ صاحبِ نصاب پر سال گذرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے اور یوم الفطر شروع ہونے بعد صدقۃ الفطر واجب ہو جاتا ہے تو امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ اور صدقۂ فطر وغیرہ کو علی الفور اداء کرنا واجب ہے اگر تاخیر کرے گا تو تاخیر کرنے والا شخص گناہ گار ہوگا لیکن قضاء کرنے والا شمار نہیں ہوگا بلکہ وہ اداء ہی کہلائے گی۔

ہمارے نزدیک مامور بہ مطلق کو علی الفور اداء کرنا واجب نہیں ہے۔ بلکہ اس کو مؤخر کرنے کی اجازت ہے۔ تاخیر کی وجہ سے انسان گناہ گار نہیں ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب:- (ج) نیز "لئلا یعود علی موضوعہ بالنقص" کس کی دلیل ہے؟ ملاحظہ کیجئے۔

لئلا یعود الخ احناف کی دلیل ہے۔

وضاحت اس کی یہ ہے کہ امر مطلق کا موضوع بندوں کو آسانی اور سہولت پہنچانا ہے پس اگر امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق امر مطلق کو علی الفور اور عجلت پر محمول کیا گیا، اور علی الفور عمل کرنا واجب قرار دیا گیا تو یہ خلافِ موضوع ہوگا یعنی بندوں کے لئے آسانی کے بجائے دشواری پیدا ہوجائے گی۔

❁❁❁

نور الانوار س: ۵۰/ص: ۵۷

وَهُوَ إِمَّا أَنْ يُضَافَ إِلَى الْجُزْءِ الْأَوَّلِ أَوْإِلَى مَايَلِيْ ابْتِدَاءَ الشُّرُوْعِ أَوْإِلٰى الْجُزْءِ النَّاقِصِ عِنْدَ ضَيْقِ الْوَقْتِ أَوْ إِلٰى جُمْلَةِ الْوَقْتِ، فَلِهٰذَا لَايَتَأَدّٰى عَصْرُ أَمْسِهِ فِي الْوَقْتِ النَّاقِصِ بِخِلَافِ عَصْرِ يَوْمِهِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): عبارت کا مطلب تحریر کریں۔

(ج): نیز بتایئے کہ وجوبِ صلوٰۃ کی نسبت وقت کے کس جز کی جانب کی جاتی ہے؟

جواب:- (الف) ترجمہ۔

اور وجوب یا تو جز اول کی طرف منسوب ہوگا یا اس کی طرف منسوب ہوگا جو فعل شروع کرنے کی ابتداء سے متصل ہے یا وقت کی تنگی کے وقت جزِ ناقص کی طرف منسوب ہوگا یا پورے وقت کی طرف منسوب ہوگا، پس اسی وجہ سے کل گذشتہ کی نمازِ عصر وقتِ ناقص میں اداء نہ ہوگی برخلاف آج کی نماز عصر کے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب:-(ب) مطلب ملاحظہ کیجئے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے اس عبارت میں امر موقت کے اقسام کو بیان کیا ہے فرماتے ہیں کہ اس کی چار قسمیں ہیں (۱) وجوب یا تو وقت کے جز اول کی طرف منسوب ہوگا (۲) یا پورے وقت کے اس حصہ کی طرف منسوب ہوگا جو نماز شروع کرنے کی ابتداء سے متصل ہے (۳) یا وقت تنگ ہونے کی صورت میں جزِ ناقص کی طرف منسوب ہوگا (۴) یا پورے وقت کی طرف منسوب ہوگا اس بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ ہر مسبب اپنے سبب کے ساتھ متصل ہوتا ہے۔

فلھٰذا الخ سے ماتن علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ آج کی نمازِ عصر اگر جزاء صحیحہ میں اداء نہ کی گئی تو چونکہ آج کی نمازِ عصر کے وجوب کا سبب وقتِ ناقص ہے اور کل گذشتہ کی نماز عصر کے وجوب کا سبب فوت شدہ پورا وقت ہے اور پورا وقت اپنے اکثر اجزاء کے اعتبار سے کامل ہے اس لئے ہم نے کہا کہ کل گذشتہ کی نمازِ عصر وقتِ ناقص میں اداء کرنے سے اداء نہ ہوگی، بہر حال گذشتہ کل کی قضاء وقت کامل ہی میں اداء ہوسکتی ہے وقتِ ناقص میں اداء نہ ہوگی، اور آج کی نمازِ عصر وقتِ ناقص میں بھی اداء ہوسکتی ہے۔

جواب:-(ج) نیز وجوب صلاۃ کی نسبت وقت کے کس جز کی جانب کی جاتی ہے ملاحظہ کیجئے۔

شارح علیہ الرحمہ نے اس کی تفصیل یہ بیان کی ہے کہ اگر نماز اولِ وقت میں اداء کی گئی تو اس جزء کی طرف نسبت کی جائے گی جو تحریمہ سے پہلے ہے اور وہ جزء لا یتجزیٰ ہے اور یہی وجوبِ صلوٰۃ کا سبب ہوگا۔ اگر نماز اولِ وقت میں اداء نہ کی گئی تو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ان اجزء کی طرف نسبت کی جائے گی جو اس کے بعد میں ہیں لہٰذا وجوب اجزاء صحیحہ میں سے ہر ایسے جز کی طرف منسوب ہوگا جو فعل شروع کرنے کی ابتداء سے متصل ہے پھر اگر فعل نماز اجزاء صحیحہ میں اداء نہ کیا گیا یہاں تک کہ وقت تنگ ہوگیا تو اس وقت ''وجوب'' جزِ ناقص کی طرف منسوب ہوگا اور یہ جزِ ناقص کی طرف منسوب ہونا عصر کی نماز میں ہی متصور ہوسکتا ہے اس لئے کہ اس کے علاوہ دیگر نمازوں میں تمام اجزاء صحیح ہیں اور یہ جزء ناقص ہمارے نزدیک اس قدر ہے جو تکبیر تحریمہ کی گنجائش رکھتا ہو۔

نور الانوار ص:۵۱/ص:۶۱

أَيَكُوْنُ مِعْيَارًا لَهٗ لَا سَبَبًا كَقَضَاءِ رَمْضَانَ وَالنَّذْرُ الْمُطْلَقُ وَالْحَاصِلُ أَنَّ النَّذْرَ الْمُعَيَّنَ شَرِيْكٌ لِرَمْضَانَ فِي بَعْضِ الْأَحْكَامِ وَلِقَضَاءِ رَمْضَانَ فِي بَعْضٍ آخَرَ، فَأُلْحِقَ بِأَيِّهِمَا شِئْتَ.

(الف): اعراب لگا کر ضمائر کے مراجع کی تعیین کے ساتھ ترجمہ کریں۔ (ب): ماقبل سے ربط واضح کرتے ہوئے مطلب تحریر کیجئے۔ (ج): نیز خط کشیدہ کلمات کی مثالوں کے ذریعہ وضاحت کریں۔

جواب:- (الف): ترجمہ۔

یا تو وقت امر موقت یعنی فعل مامور بہ کے لئے معیار ہوگا نہ کہ سبب جیسے رمضان کی قضاء اور نذرِ مطلق، اور حاصل یہ کہ نذرِ معین بعض احکام میں رمضان کے شریک ہے اور دوسرے بعض احکام میں قضاء رمضان کے ساتھ شریک ہے پس ان دونوں میں سے جس کے ساتھ چاہو لاحق کرلو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب:-(ب) مطلب ملاحظہ کیجئے۔

ماقبل سے مصنف علیہ الرحمہ امر مقید بالوقت کے اقسام بیان فرماتے چلے آرہے ہیں دو قسموں کو تو مصنف علیہ الرحمہ بیان کر چکے۔ مذکورہ عبارت:" ان یکون الخ" سے امر مقید بالوقت کی تیسری قسم کو بیان کرنا چاہتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ "وقت، فعل مامور بہ" کے لئے معیار ہو اور فعل مامور بہ کے وجوب کا سبب نہ ہو، جیسے رمضان کی قضاء اور نذر مطلق۔

والحاصل الخ سے شارح علیہ الرحمہ نے یہ بیان کیا ہے نذرِ معین، بعض احکام میں رمضان کے روزں کے ساتھ شریک ہے اور دوسرے بعض احکام میں قضائے رمضان کے روزوں کے ساتھ شریک ہے۔ بہرحال "نذرِ معین" جب بعض احکام میں رمضان کے ساتھ اور بعض احکام میں قضائے رمضان کے ساتھ شریک ہے تو نذرِ معین کو ان دونوں میں سے جس کے ساتھ چاہو لاحق کرلو اور جب نذرِ معین کو ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ لاحق کردیا گیا تو مامور بہ مقید بالوقت کی پانچ قسمیں نہ ہوں گی گویا کہ شارح نے والحاصل الخ سے ایک اعتراض کو دفع کیا ہے کہ جب صرف تیسری قسم کی مثال میں نذرِ مطلق کا روزہ واقع ہوسکتا ہے تو نذرِ معین کا روزہ کیوں واقع نہیں ہوسکتا، لہٰذا مامور بہ مقید بالوقت کی پانچ قسمیں ہوجائیں گی۔ اسی کا جواب ماقبل کی عبارت میں دیا گیا۔

جواب:-(ج) خط کشیدہ کلمات کی مثالوں کے ذریعہ وضاحت ملاحظہ کیجئے۔

"معیار لہ" وقت امر موقت یعنی فعلِ مامور بہ کے لئے ہوگا، فعل مامور بہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے لئے معیار ہونے کا مطلب ہے یہ کہ جو فعل مامور بہ مقید بالوقت کو گھیر لے اور فعل مامور بہ کو ادا کرنے کے بعد معیار کا کوئی حصہ فاضل نہ رہے بلکہ معیار ''وقت'' کے بڑھنے سے فعل مامور بہ بڑھ جائے اور معیار کے گھٹنے سے فعل مامور بہ گھٹ جائے مثلاً روزہ، گرمی کے زمانہ میں دن کے بڑھنے سے بڑھ جاتا ہے اور سردی کے زمانہ میں دن کے چھوٹا ہونے سے چھوٹا ہو جاتا ہے پس وقت روزہ کے لئے معیار ہے۔

''لا سببا'' وقت فعل مامور بہ کے لئے سبب نہ ہوگا جیسے رمضان کی قضاء کیونکہ جس وقت میں رمضان کے روزوں کی قضاء کی جائے گی وہ وقت یقینی طور پر ان روزوں کے لئے معیار ہوگا اس لئے کہ جس دن میں قضاء کا روزہ واقع ہوگا اس دن کا کوئی حصہ روزے سے فاضل رہے گا اور جن ایام میں رمضان کی قضاء کی جائے گی، وہ قضائے رمضان کے روزوں کے وجوب کا سبب نہیں ہیں کیونکہ احناف نزدیک قضاء کا وہی سبب ہوتا ہے جو اداء کا سبب ہوتا ہے اور یہاں اداء کا سبب شہودِ شہر (رمضان) ہے لہٰذا اس رمضان کے روزوں کی قضاء کا سبب بھی اسی رمضان کا شہود (حضور) ہوگا تو یہ ایام جن میں قضاء کی جائے گی وجوب قضاء کا سبب نہ ہوگے۔

'' والنذر المطلق '' نذرِ مطلق یہ ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے ایک دن کے روزے کی نذر کی اور اس دن کو متعین نہ کرے تو یہ امر مقید بالوقت کی تیسری قسم کی مثال ہے۔

'' النذر المعین'' نذرِ معین یہ ہے کہ کوئی شخص یہ کہے میں نے ایک دن کے روزوے کی نذر مانی اور اس دن کو متعین کر دے کہ فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کے روزے کی نذر مانی ہے تو نذرِ معین کا روزہ تیسری قسم کی مثال واقع ہوسکتا ہے۔

''فی بعض الاحکام'' نذرِ معین بعض احکام میں صومِ رمضان کے ساتھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

شریک ہے اور وہ یہ ہیں:

(۱):- جس طرح رمضان کے ایام رمضان کے روزوں کے لئے معیار ہیں اسی طرح نذرِ معین میں متعین کردہ دن نذرِ معین کے روزوں کے لئے معیار ہیں۔

(۲):- جس طرح رمضان کے ایام رمضان کے روزوں کے وجوب کا سبب ہے اسی طرح نذرِ معین کا دن بھی نذرِ معین کے روزہ کے وجوب کا سبب ہے۔

"في بعض آخر" نذرِ معین دوسرے بعض احکام میں قضاءِ رمضان کے ساتھ شریک ہے اور وہ یہ ہے:

جس طرح وہ ایام جن میں صومِ رمضان کی قضاء کی جائے گی قضاء کے واجب ہونے کا سبب نہیں ہے اسی طرح وہ دن جس میں نذرِ معین کا روزہ رکھے گا فی نفسہ روزے کے وجوب کا سبب نہیں ہے بلکہ نذرِ معین کے روزے کے وجوب کا سبب ہے۔

❀❀❀

نور الانوار رس:۵۲/ص:۶۳

اَلْحَاصِلُ أَنَّ الْحَجَّ لَمَّا كَانَ يُشْبِهُ الْمِعْيَارَ وَالظَّرْفَ أَخَذَ شِبْهًا مِنْ كُلٍّ مِنْهُمَا، فَمِنْ حَيْثُ كَوْنِهِ مِعْيَارًا أَخَذَ شِبْهًا مِنَ الصَّوْمِ فَيَتَأَدّٰى بِمُطْلَقِ النِّيَّةِ كَالصَّوْمِ وَمِنْ حَيْثُ كَوْنِهِ ظَرْفًا أَخَذَ شِبْهًا مِنَ الصَّلٰوةِ فَلَا يَتَأَدّٰى بِنِيَّةِ النَّفْلِ كَالصَّلٰوةِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): معیار اور ظرف کی مراد متعین کرتے ہوئے واضح کیجئے کہ حج کو ظرف اور معیار دونوں سے مشابہت کس طرح ہے؟ (ج): نیز مذکورہ مسئلہ میں اس کا کیا اثر ظاہر ہوتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب:(الف)ترجمہ۔

حاصل یہ کہ حج جب معیار اور ظرف دونوں کے مشابہ ہے تو اس نے دونوں میں سے ہر ایک کی مشابہت کو اختیار کیا بس اس حیثیت سے کہ حج کا وقت معیار ہے اس نے روزے کی مشابہت اختیار کی لہٰذا روزے کی طرح مطلق نیت سے اداء ہوجائے گا اور اس حیثیت سے کے وقت حج ظرف ہے اس نے نماز کی مشابہت اختیار کی لہٰذا نماز کی طرح نفل کی نیت سے اداء نہ ہوگا۔

جواب:-(ب)معیار اور ظرف سے کیا مراد ہے؟

"معیار" کی وضاحت سوال نمبر:۵۱ اور "ظرف" کی وضاحت سوال نمبر:۵۰ میں آچکی ہے۔

حج کی ظرف اور معیار دونوں سے مشابہت ملاحظہ کیجئے۔

حج کو ظرف اور معیار دونوں سے مشابہت اس طرح ہے کہ حج کا وقت چونکہ معیار بھی ہے اور ظرف بھی ہے اس لئے دونوں کی مشابہت کا اعتبار ہوگا پس حج کا وقت چونکہ ظرف ہے اس لئے حج نماز کے مشابہ ہوگا اور فرض نماز چونکہ نفل کی نیت سے اداء نہیں ہوتی اس لئے حجِّ فرض بھی حجِ نفل کی نیت سے اداء نہ ہوگا اور حج کا وقت چونکہ معیاری بھی ہے اس لئے حج، روزے کے مشابہ ہوگا اور روزۂ رمضان چونکہ مطلق صوم کی نیت سے اداء ہوجاتا ہے اس لئے حج فرض بھی مطلق حج کی نیت سے اداء ہوجائے گا۔

جواب:-(ج)مذکورہ مسئلہ میں اس کا کیا اثر ظاہر ہوتا ہے؟

مذکورہ مسئلہ میں اس کا یہ اثر ظاہر ہوتا ہے کہ حج کا وقت چونکہ ظرف ہے اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لئے حج نماز کے مشابہ ہوگا اور فرض نماز نفل کی نیت سے ادا نہیں ہوتی اس لئے حج فرض بھی حجِ نفل کی نیت سے ادا نہ ہوگا اور حج کا وقت چونکہ معیار بھی ہے اس لئے حج روزے کے مشابہ ہوگا اور روزۂ رمضان چونکہ مطلق صوم کی نیت سے ادا ہوجاتا ہے اس لئے حجِّ فرض بھی مطلق حج کی نیت سے ادا ہوجاتا ہے۔

(جیسا کہ اس کی تفصیل پہلے بھی گذر چکی ہے)

❁❁❁

نور الانوار ص:۵۳/ص:۶۳

وَالْـكُـفَّـارُ مُـخَاطَبُوْنَ بِالْأَمْرِ بِالْإِيْمَانِ وَبِالْمَشْرُوْعِ مِنَ الْعُقُوْبَاتِ وَالْـمُـعَامَلَاتِ وَبِالشَّرَائِعِ فِيْ حُكْمِ الْمُؤَاخَذَةِ فِي الْآخِرَةِ بِلَا خِلَافٍ وَأَمَّا فِيْ وُجُوْبِ الْأَدَاءِ فِيْ أَحْكَامِ الدُّنْيَا فَكَذٰلِكَ عِنْدَ الْبَعْضِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): مطلب تحریر کیجئے۔

جواب:۔(الف) ترجمہ۔

اور کفار ایمان لانے اور عقوبات اور معاملات سے متعلق احکام کو بجالانے کے مخاطب ہیں اور مواخذۂ اخروی کے اعتبار سے بالاتفاق عبادات کے بھی مخاطب ہیں اور بعض کے نزدیک احکام دنیا کے اعتبار سے بھی وجوبِ اداء میں مخاطب ہیں۔

جواب:۔(ب) عبارت کا مطلب ملاحظہ فرمائیں۔

مصنف علیہ الرحمہ مذکورہ عبارت میں یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ کفار امر کے مخاطب ہیں یا نہیں، یعنی شارع کے اوامر سے جو چیزیں ثابت ہوتی ہیں آیا کفار ان کے مکلّف ہے یا نہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

چنانچہ مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ کفار ایمان لانے، حدود و قصاص اور معاملات سے متعلق احکام کے بجالانے کے مکلف ہیں۔ کیونکہ ایمان لانے کا حکم واقع میں کفار ہی کو ہوتا ہے مؤمنین کو نہیں۔ آگے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ کفار اخروی مواخذہ کے اعتبار سے عبادات یعنی نماز، روزہ، حج، اور زکوۃ کے بھی مکلف ہیں اور اس سلسلہ میں احناف اور امام شافعیؒ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

"واما في وجوب الخ" سے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ کفار دنیاوی احکام کے اعتبار سے ادائے عبادات کے وجوب کے بھی مخاطب ہیں یا نہیں؟ یعنی احکام دنیا میں کفار پر عبادات کا ادا کرنا واجب ہے کہ نہیں؟ سو اس بارے میں ہمارے مشائخ کا قول یہ ہے کہ کفار وجوب عبادت کے اعتقاد کے تو مخاطب اور مکلّف ہیں لیکن ادائے عبادات کے واجب ہونے کے مخاطب نہیں، اور مشائخ عراق اور اکثر شوافع کا مذہب یہ ہے کہ کفار دنیا میں جس طرح فرضیت عبادات کے اعتقاد کے مکلف ہیں اسی طرح اداء عبادات کے بھی مکلّف ہیں۔ آگے مصنف علیہ الرحمہ نے قول فیصل ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارا یعنی مشائخ ماوراء النہر کا صحیح مذہب یہ ہے کہ جو عبادتیں مسلمانوں سے کبھی نہ کبھی ساقط ہوجاتی ہیں جیسے نماز، روزہ تو کفار ان عبادات کو ادا کرنے کے مخاطب نہیں ہوتے کیونکہ یہ عبادتیں حیض ونفاس اور ہمیشہ رہنے والے جنون کی وجہ سے اہل اسلام سے ساقط ہوجاتی ہیں پس جب یہ عبادتیں سقوط کا احتمال رکھتی ہیں تو کفار بھی ان کو ادا کرنے کے مکلّف نہ ہوں گے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نور الانوار درس: ۵۴ / ص: ۶۴

وَالصَّحِيْحُ أَنَّهُمْ لَا يُخَاطَبُوْنَ بِأَدَاءِ مَا يَحْتَمِلُ السُّقُوْطَ مِنَ الْعِبَادَاتِ أَيِ الْمَذْهَبِ الصَّحِيْحِ لَنَا أَنَّ الْكُفَّارَ لَا يُخَاطَبُوْنَ بِأَدَاءِ الْعِبَادَاتِ الَّتِي تَحْتَمِلُ السُّقُوْطَ مِثْلُ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ فَإِنَّهُمَا يَسْقُطَانِ عَنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ بِالْحَيْضِ وَالنِّفَاسِ وَنَحْوِهِمَا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لِمُعَاذٍ حِيْنَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ لَتَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْكَ فَاعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فَإِنَّهُ تَصْرِيْحٌ بِأَنَّهُمْ لَا يُكَلَّفُوْنَ بِالْعِبَادَاتِ إِلَّا بَعْدَ الْإِيْمَانِ فَلَمَّا لَمْ يَحْتَمِلِ السُّقُوْطَ مِنْ أَحَدٍ لَا جَرَمَ كَانُوْا مُخَاطَبِيْنَ بِهِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): عبارت کا مطلب واضح کیجئے۔

(ج): بتائیے کہ مذہب صحیح سے کن لوگوں کے مذہب سے احتراز مقصود ہے۔

جواب:- (الف) ترجمہ۔

اور صحیح یہ ہے کہ کفار ان عبادات کے اداء کرنے کے مکلّف نہیں ہوتے جو سقوط کا احتمال رکھتی ہیں یعنی ہمارا صحیح مذہب یہ ہے کہ کفار ان عبادات کے اداء کرنے کے مخاطب نہیں ہوتے جو سقوط کا احتمال رکھتی ہیں جیسے نماز اور روزہ، اس لئے کہ یہ دونوں حیض و نفاس اور جنون وغیرہ کی وجہ سے مسلمان سے ساقط ہو جاتی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف بھیجتے وقت فرمایا تھا تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جارہے ہو تم ان کو اس بات کی شہادت کی طرف دعوت دینا کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں پس اگر انہوں نے تمہاری بات مان لی تو ان کو بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہر دن ورات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ یہ اس بات کی تصریح ہے کہ کفار عبادات کے مکلّف نہیں ہوتے مگر ایمان لانے کے بعد اور ایمان چونکہ کسی سے سقوط کا احتمال نہیں رکھتا ہے اس لئے کفار اس کے مخاطب ہوں گے۔

جواب:-(ب) عبارت کا مطلب ملاحظہ کیجئے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے اصح قول کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مشائخ ماوراالنہر کا صحیح مذہب یہ ہے کہ جو عبادتیں مسلمانوں سے کبھی نہ کبھی ساقط ہوجاتی ہیں جیسے نماز، روزہ تو کفار ان عبادتوں کو اداء کرنے کے مخاطب اور مکلّف نہیں ہوتے کیونکہ یہ دونوں حیض، نفاس اور ہمیشہ رہنے والے جنون کی وجہ سے اہل اسلام سے ساقط ہوجاتی ہیں پس جب یہ عبادتیں سقوط کا احتمال رکھتی ہیں تو کفار بھی ان کو اداء کرنے کے مکلّف نہ ہوں گے۔

دلیل: یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا کہ معاذ تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جارہے ہو تو ان کو اللہ کی توحید اور میری رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دینا اگر وہ اس کو قبول کرلیں تو پانچ وقت کی نمازیں فرض ہونے کی دعوت دینا اگر وہ اس کو قبول کرلیں تو ان کو زکوٰۃ فرض ہونے کی اطلاع کردینا کہ زکوٰۃ مالداروں سے لے کر ان ہی کے فقراء کو دیدی جائے اگر وہ اس کو بھی مان لیں تو تم ان کا عمدہ مال لینے سے پرہیز کرنا۔ بہر حال یہ حدیث اس بات کی تصریح کرتی ہے کہ کفار، عبادات اداء کرنے کے مکلّف ایمان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لانے کے بعد ہی ہوتے ہیں ایمان لانے سے پہلے ادائے عبادات کے مکلّف نہیں ہوتے اور جب کفار ایمان لانے سے پہلے ادائے عبادات کے مکلّف نہیں ہوتے تو ادائے عبادات کو ترک کرنے کی وجہ سے آخرت میں ان پر کوئی عذاب بھی نہ ہوگا۔

اور رہا نفسِ ایمان تو وہ چونکہ کسی وقت بھی کسی سے بھی ساقط نہیں ہوتا اسی لئے کفار ایمان کے مخاطب اور مکلّف ہوں گے تو شرکِ ایمان کی وجہ سے ان پر آخرت میں عذاب بھی ضرور ہوگا۔

جواب:- (ج) مذہب صحیح سے کن لوگوں کے مذہب سے احتراز مقصود ہے؟

بعض مشائخ عراق اور اکثر شوافع کے مذہب سے احتراز مقصود ہے۔

نور الانوار س:۵۵/ص:۶۵

وَمِنْهُ النَّهْيُ وَهُوَ قَوْلُهُ لِغَيْرِهٖ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِسْتِعْلَاءِ لَاتَفْعَلْ وَاِنَّهٗ يَقْتَضِيْ صِفَةَ الْقُبْحِ لِلْمَنْهِيِّ عَنْهُ ضَرُوْرَةَ حِكْمَةِ النَّاهِيْ وَهُوَ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ قَبِيْحًا لِعَيْنِهٖ وَذٰلِكَ نَوْعَانِ وَضْعًا وَشَرْعًا" كَالْكُفْرِ وَبَيْعِ الْحُرِّ".

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): "منہ" کی ضمیر کا مرجع متعین کر کے مطلب لکھئے۔ (ج): قبیح لعینہ کی دونوں قسموں کی مع امثلہ وضاحت کیجئے۔

جواب:- (الف) ترجمہ۔

اور خاص کے قبیل سے "نہی" بھی ہے اور "نہی" کسی کا دوسرے آدمی کو استعلاء کے طور پر "لاتفعل" کہنا ہے اور "نہی" منہی عنہ کے لئے صفت قبح کا تقاضہ کرتی ہے اس لئے کہ ناہی کی حکمت بدیہی ہے اور وہ یا تو قبیح لعینہ ہوگا اور قبیح لعینہ کی دو قسمیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہیں قبیح وضعی اور قبیح شرعی، جیسے کفر اور آزاد کی بیع۔

جواب:-(ب) منہ کی ضمیر کا مرجع ملاحظہ فرمانے کے بعد مطلب ملاحظہ کیجئے۔

"منہ" کی ضمیر کا مرجع "خاص" ہے یعنی خاص کے قبیل سے "نہی" بھی ہے۔

مطلب ملاحظہ فرمائیں۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مسمّٰی نہی یعنی جن صیغوں پر نہی کا اطلاق ہوتا ہے خاص کی قبیل سے ہے اور کسی آدمی کا اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر دوسرے کو " لا تفعل " کہنا "نہی" ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ نہی اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ فعلِ منہی عنہ نفس الامر میں قبیح ہو اور نہی کا فعلِ منہی عنہ کے ساتھ متعلق ہونا اس کے قبیح کو ظاہر کرتا ہے بہرحال "نہی" فعلِ منہی عنہ کے لئے صفتِ قبح کا تقاضہ اس لئے کرتی ہے کہ ناہی کی حکمت اس کی متقاضی ہے کیونکہ ناہی حکیم ہے اور حکیم بے حیائی اور بری باتوں ہی سے منع کرتا ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ آگے فرماتے ہیں کہ " ھو " کا مرجع وہ منہی عنہ ہے جو سابق میں مذکورہ لفظِ نہی سے مفہوم ہے اور منہی عنہ کی دو قسمیں ہیں (۱) قبیح لعینہ (۲) قبیح لغیرہ۔

جواب:-(ج) قبیح لعینہ کی دونوں قسموں کی تعریف مع امثلہ ملاحظہ کیجئے۔

قبیح لعینہ کی دو قسمیں ہیں (۱) قبیح وضعی (۲) قبیح شرعی۔

(۱) قبیح وضعی: وہ قبیح لعینہ ہے جس کے قبح کا عقل ادراک کرسکتی ہو خواہ شریعت وارد ہوئی ہو یا نہ وارد ہوئی ہو یعنی بغیر شریعت کے عقل کے لئے اس کے قبح کا ادراک کرنا ممکن ہو، جیسے: کفر۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) قبیح شرعی: وہ قبیح لعینہ ہے جس کا قبح محض شرع سے معلوم ہو اور عقل اس کے قبح کا ادراک کرنے سے قاصر ہو بلکہ بغیر شرع کے عقل اس کو جائز اور ممکن سمجھتی ہو جیسے آزاد آدمی کی بیع۔

❁❁❁

نورالانوار س:۵۶/ص:۶۵

وَهُوَ أَيِ الْمَنْهِيُّ عَنْهُ إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ قَبِيْحًا لِعَيْنِهٖ وَذٰلِكَ نَوْعَانِ وَضْعًا وَشَرْعًا أَوْ لِغَيْرِهٖ نَوْعَانِ وَصْفًا وَمُجَاوِرًا كَالْكُفْرِ وَبَيْعِ الْحُرِّ وَصَوْمِ يَوْمِ النَّحْرِ وَالْبَيْعِ وَقْتَ النِّدَاءِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): منہی عنہ کی چاروں قسمیں مع امثلہ بوضاحت تحریر کیجئے۔

جواب:- (الف) ترجمہ۔

اور وہ یعنی منہی عنہ یا تو قبیح لعینہ ہوگا اور اس کی دو قسمیں ہیں قبیح وصفی اور قبیح مجاوری، جیسے: کفر، آزاد کی بیع، یوم نحر کا روزہ اور آذانِ جمعہ کے وقت بیع۔

جواب:- (ب) منہی عنہ کی چاروں قسموں کی تعریفات مع امثلہ ملاحظہ کیجئے۔

(۱) قبیح لعینہ: وہ قبیح ہے جس کی ذات میں قبح ہو قطع نظر ان اوصاف کے جو اس کے لئے لازم ہیں اور ان عوارض کے جو اس کے ساتھ ہیں۔

(۲) قبیح لغیرہ: وہ قبیح ہے جس کی ذات میں قبح نہ ہو بلکہ غیر کی وجہ سے اس میں قبح پیدا ہوا ہو پھر ان دو قسموں میں سے ہر ایک دو دو قسمیں ہیں۔ اور قبیح لعینہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) قبیح وضعی (۲) قبیح شرعی۔

قبیح لعینہ کی دونوں قسموں کی تعریف مع امثلہ سوال نمبر: ۵۵ میں گذر چکی ہے ملاحظہ فرمالیں۔

اسی طرح قبیح لغیرہ کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) قبیح وصفی (۲) قبیح مجاوری

(۱) قبیح وصفی: وہ ہے جس میں خاص وصف کی وجہ سے قبح آیا ہو اور وہ وصف فعلِ منہی عنہ کے لئے ایسا لازم ہو جو اس سے جدا نہ ہوتا ہو، جیسے یوم نحر کا روزہ یہ قبیح لغیرہ وصفی کی مثال ہے کیونکہ روزہ نیت کے ساتھ صبح صادق سے لے کر غروبِ افتاب تک اپنے نفس کو کھانے، پینے، جماع سے روکنے کا نام ہے اور یہ فی نفسہٖ عبادت اور امر مستحسن ہے مگر یومِ نحر کا روزہ حرام اس لئے ہے کہ یومِ نحر میں روزہ رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ضیافت اور میزبانی سے روگردانی کرنا اور منھ موڑنا لازم آتا ہے اور کسی بندے کا اپنے پروردگار کی ضیافت سے روگردانی کرنا اور منھ موڑنا انتہائی ناپسندیدہ اور قبیح چیز ہے، گویا اصلی قباحت تو اللہ کی ضیافت سے اعراض کرنے میں ہے بہر حال اصلِ صوم اور ذاتِ صوم میں کوئی قبح نہیں ہے بلکہ غیر یعنی اعراض عن ضیافت اللہ کی وجہ سے یوم نحر کے روزے میں قبح پیدا ہوا ہے تو یومِ نحر کا روزہ قبیح لغیرہ وصفی کی مثال ہے۔

(۲) قبیح مجاوری: وہ ہے جس میں غیر کی جوار اور پڑوسی میں ہونے کی وجہ سے قبح پیدا ہوتا ہو مگر وہ غیر منہی عنہ کے لئے لازم نہ ہو بلکہ کبھی اس کے ساتھ رہتا ہو اور کبھی اس سے جدا ہو جاتا ہو، جیسے: جمعہ کی آذان اول کے بعد خرید و فروخت کرنا قبیح لغیرہ مجاوری کی مثال ہے اس لئے کہ بیع بذاتِ خود ایک جائز اور مشروع چیز ہے اس کی ذات میں کسی طرح کی قباحت نہیں ہے لیکن ایک امر خارج کی وجہ سے قباحت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پیدا ہوگئی اور وہ امر خارج باری تعالیٰ کا ارشاد "اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الیٰ ذکر اللہ وذروا البیع " ہے جس کی وجہ سے کاروبار کو چھوڑ کر سعی الی الجمعہ واجب ہے اب اگر کوئی شخص آذانِ جمعہ کے بعد عقدِ بیع کا معاملہ کرتا ہے تو اس کی وجہ سے سعی الی الجمعہ کو ترک کرنا لازم آئے گا اور سعی الی الجمعہ کو ترک کرنا حرام اور ناجائز ہے اور حرام کا سبب بھی چونکہ حرام ہوتا ہے اس لئے اذانِ جمعہ کے بعد عقدِ بیع کرنا حرام ہوگا کیونکہ اذانِ جمعہ کے بعد عقدِ بیع کرنا بھی سعی الی الجمعہ کے ترک کا سبب ہے، بہرحال اذانِ جمعہ کے بعد بیع میں چونکہ امر خارج کی وجہ سے قباحت پیدا ہوئی ہے اس لئے اذانِ جمعہ کے بعد بیع کرنا قبیح لغیرہ مجاوری کی مثال ہے مگر چونکہ یہ امر خارج یعنی ترک سعی الی الجمعہ، اذانِ جمعہ کے بعد کی ہر بیع کے ساتھ متحقق نہیں ہوتا بلکہ کبھی متحقق ہوتا ہے، جیسے: اذانِ جمعہ کے بعد کوئی شخص خرید وفروخت میں مشغول ہوجائے اور سعی الی الجمعہ کو ترک کردے اور کبھی متحقق نہیں ہوتا، جیسے: کوئی شخص اذانِ جمعہ کے بعد سعی الی الجمعہ بھی کرتا رہے اور چلتے چلتے راستہ میں خرید وفروخت بھی کرتا رہے اس طور پر کہ بائع اور مشتری دونوں کشتی میں سوار ہوکر جامع مسجد کی طرف چلتے رہیں اور آپس میں خرید وفروخت بھی کرتے رہیں تو اس صورت میں اذانِ جمعہ کے بعد بیع پائی گئی مگر ترکِ سعی الی الجمعہ نہیں پایا گیا۔

❁❁❁

نور الانوار س: ۵۷، ص: ۶۶

وَالنَّهْيُ عَنِ الْأَفْعَالِ الْحِسِّيَّةِ يَقَعُ عَلَى الْقِسْمِ الْأَوَّلِ وَعَنِ الْأُمُوْرِ الشَّرْعِيَّةِ يَقَعُ عَلَى الَّذِي اتَّصَلَ بِهِ وَصْفًا؛ لِأَنَّ الْقُبْحَ يَثْبُتُ اقْتِضَاءً فَلَا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

يَتَحَقَّقُ عَلٰى وَجْهٍ يَبْطُلُ بِهِ الْمُقْتَضِيْ وَهُوَ النَّهْيُ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): نہی کی تعریف اور حکم لکھنے کے بعد افعال حسیہ اور شرعیہ کی تعریف اور ہر ایک کی تین تین مثالیں تحریر کریں۔ (ج): متن میں ذکر کردہ دونوں دعووں کی تشریح کیجئے اور دونوں دعووں کی دلیل بیان کرنے کے بعد بتائیے کہ نهی عن بيع المضامين والملاقيح یہ افعال حسیہ میں سے ہیں یا افعال شرعیہ میں سے ہیں۔

جواب:-(الف) ترجمہ۔

اور افعال حسیہ سے نہی قسم اول پر محمول ہوتی ہے اور امور شرعیہ سے نہی اس پر واقع ہوتی ہے جس کے ساتھ قبیح وصفی متصل ہوتا ہے اس لئے کہ قبح اقتضاءً ثابت ہوتا ہے پس وہ ایسے طریقہ پر متحقق نہ ہوگا کہ اس سے متقضی یعنی نہی باطل ہو جائے۔

جواب:-(ب) نہی کی تعریف اور حکم ملاحظہ کیجئے۔

نہی کے لغوی معنی منع کرنے اور روکنے کے ہیں۔

اور اصطلاح میں نہی کہتے ہیں کہ کسی آدمی کا اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر دوسرے کو "لاتفعل" کہنا۔

نہی کا حکم: منہی عنہ سے لازماً اور وجوباً باز رہنا ہے یعنی نہی اگر مطلق ہو اور اس کے خلاف کوئی قرینہ نہ ہو تو حرمت پر دلالت کرتی ہے جس طرح امر مامور بہ میں حسن کا تقاضہ کرتا ہے اسی طرح قرینہ نہ ہو تو حرمت پر دلالت کرتی ہے جس طرح امر مامور بہ میں حسن کا تقاضہ کرتا ہے اسی طرح نہی منہی عنہ میں قباحت کا تقاضہ کرتی ہے۔

افعال حسیہ اور شرعیہ کی تعریف اور ہر ایک کی تین تین مثالیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) افعالِ حسیہ: وہ افعال ہیں کہ جن کے معانی ورودِ شرع سے پہلے ہی معلوم ہوں شرع کے وارد ہونے کے بعد ان میں کوئی تغیر نہ ہوا ہو جیسے: زنا، جھوٹ ظلم اور شراب پینا وغیرہ۔

(۲) افعالِ شرعیہ: وہ افعال ہیں کہ ورودِ شرع سے پہلے ان کے جو معانی تھے ورودِ شرع کے بعد وہ معانی متغیر ہو جائیں، جیسے: صوم، صلوٰۃ اور بیع وغیرہ۔

جواب :- (ج) متن میں ذکر کردہ دونوں دعوں کی تشریح مع دلیل ملاحظہ فرمائیں۔

مصنف علیہ الرحمہ نے مذکورہ عبارت میں دو دعووں کو بیان کیا ہے۔

پہلا دعوی: یہ ہے کہ جو نہی افعال حسیہ پر وارد ہوتی ہے تو وہ قبیح لعینہ پر محمول ہوگی یعنی افعال حسیہ پر نہی کا وارد ہونا اس بات کی علامت ہوگا کہ یہ افعال قبیح لعینہ ہیں۔

دلیل: اس کی یہ ہے کہ قبیح لغینہ اصل ہے اور اطلاق کے وقت یعنی عدم قرائن اور عدم مواقع کی صورت میں ذہن اصل ہی کی طرف منتقل ہوتا ہے اس لئے اطلاق کے وقت افعال حسیہ پر وارد ہونے والی نہی سے قبیح لعینہ ثابت ہوگی۔

دوسرا دعوی: یہ ہے کہ جو نہی امور شرعیہ پر وارد ہوتی ہے اس سے قبیح لغیرہ وصفی ثابت ہوتا ہے یعنی فعل منہی عنہ اگر افعال شرعیہ میں سے ہو تو وہ قبیح لغیرہ وصفی ہوتا ہے اور اس کو وصفی ہونے کے ساتھ اس لئے خاص کیا گیا ہے کے اکثر اور اشہر یہی ہے ورنہ تو کبھی کبھی افعال شرعیہ پر وارد شدہ نہی قبیح لغیرہ مجاور پر بھی دلالت کرتی ہے۔

دلیل: مصنف علیہ الرحمہ نے "لان القبح الخ" سے بیان کی ہے بقول

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مصنف اس کا حاصل یہ ہے کہ ''نہی'' فعل منہی عنہ میں قبح کا تقاضہ کرتی ہے یعنی قبح اقتضاءً ثابت ہوتا ہے لہٰذا نہی مقتضِی ہوگی اور قبح مقتضیٰ ہوگا اور قاعدہ یہ ہے کہ مقتضیٰ ایسے طریقہ سے ثابت کیا جائے کہ اس کی رعایت میں مقتضِی باطل نہ ہونے پائے اور افعال شرعیہ پر وارد شدہ نہی کو اگر قبیح لغیرہ پر محمول کیا جائے تو قبح یعنی مقتضیٰ کو ثابت کرنے سے مقتضِی یعنی نہی کا باطل ہونا لازم نہیں آتا اور اگر قبیح لعینہ پر محمول کیا جائے جیسا کہ امام شافعیؒ کا قول ہے تو قبح یعنی مقتضیٰ کو ثابت کرنے سے مقتضِی یعنی نہی باطل ہو جائے گی حالانکہ مقتضیٰ کو ایسے طریقہ پر ثابت کرنا کہ جس سے مقتضِی باطل ہو جائے انتہائی برا ہے۔

لہٰذا یہ بات ثابت ہوگئی کہ فعل منہی عنہ اگر افعال شرعیہ میں سے ہو تو وہ قبیح لعینہ نہیں ہوتا بلکہ قبیح لغیرہ ہوتا ہے اور شارح کے بیان کے مطابق اس میں اختلاف ہے۔

اور نہی عن بیع المضامین و الملاقیح یہ افعال حسیہ میں سے ہیں یا افعال شرعیہ میں سے ہیں؟

نہی عن بیع المضامین و الملاقیح یہ افعال شرعیہ میں سے ہیں۔

❁❁❁

نور الانوار ص: ۵۵/ س: ۶۵

وَ النَّهْيُ عَنْ بَيْعِ الْحُرِّ وَ الْمَضَامِيْنِ وَ الْمَلَاقِيْحِ وَ نِكَاحِ الْمَحَارِمِ مَجَازٌ عَنِ النَّفْيِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب) یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے آپ سوال کی تقریر کر کے اس عبارت سے جو جواب دیا گیا ہے اس کو تحریر کریں۔ (ج) مضامین اور ملاقیح کے معنی بیان کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب: (الف) ترجمہ۔

اور آزاد، مضامین، اور ملاقیح کی بیع اور محارم کے نکاح کے بارے میں جو نہی وارد ہوئی ہے وہ نفی سے مجاز ہے۔

جواب:- (ب) سوال اور جواب ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: شارح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے جو امام ابوحنیفہؒ پر کیا گیا ہے۔
اس کا حاصل یہ ہے کہ آزاد آدمی کی بیع او مضامین اور ملاقیح کی بیع اور محارم یعنی ماں، نانی وغیرہ کے ساتھ نکاح افعال شرعیہ میں سے ہے لیکن اس کے باجود احناف کے نزدیک ان چیزوں پر وارد شدہ نہی قبیح لغیرہ پر وارد نہیں ہوتی بلکہ قبیح لعینہ پر محمول ہوتی ہے حالانکہ احناف کے نزدیک افعال شرعیہ پر وارد شدہ نہی قبیح لغیرہ پر محمول ہوتی ہے ایسا کیوں ہے؟

جواب: امام صاحب کی طرف سے مصنفؒ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ آزاد، مضامین اور ملاقیح کی بیع اور محارم کے نکاح پر جو نہی وارد ہوئی ہے وہ نفی سے مجاز ہے یعنی اس نہی سے مجازاً نفی مراد ہے اور ان دونوں میں مناسبت یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان صورۃً بھی اتصال ہے اور معنیً بھی۔ پس جب نہی اور نفی کے درمیان مناسبت ہے تو نہی کو مجازاً نفی پر محمول کرنا درست ہے اور جب نہی کو نفی پر محمول کرنا درست ہو گیا تو وہ قبیح لعینہ پر محمول ہوگی نہ کہ قبیح لغیرہ پر۔ تو اس سے امام صاحب پر کوئی اعتراض واقع نہ ہوگا۔

نیز مضامین اور ملاقیح کے معنی ملاحظہ کیجئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مضامین : مضمونۃ کی جمع ہے۔اور مضمونۃ وہ نطفہ منی ہے جو باپ کی پشت اور صلب میں ہوتا ہے۔

ملاقیح :ملقوحۃ کی جمع ہےاور ملقوحۃ وہ نطفہ جو رحم مادر میں ہوتا ہے۔

❁❁❁

نورالانوار رس:۵٦/ص:٦٩

وَ لِـذَا قَـالَ لَا تَثْبُـتُ حُـرْمَةُ الْـمُصَاهَرَةِ بِالزِّنَا ،وَ لَا يُفِيْدُ الْغَصَبُ الْـمِـلْـكَ ،وَلَا يَـكُوْنُ سَفَرُ الْمَعْصِيَةِ سَبَباً لِلرُّخْصَةِ وَلَا يَمْلِـكُ الْكَافِرُ مَالَ الْمُسْلِمِ بِالْاسْتِيْلَاءِ.

(الف)اعراب لگا کر قال کا فاعل ظاہر کرتے ہوئے ترجمہ کیجئے۔(ب)پہلے آپ اس مقدمہ کو بیان کیجئے جس پر یہ مسائل متفرع ہورہے ہیں پھر شارح کے بیان کی روشنی میں تفریعات اربعہ کی تشریح کیجئے۔(ج)نیز بتائیے کہ یہ تفریعات کس کے مذہب پر ہیں؟حنفیہ کے نزدیک ان مسائل کے کیا احکام ہیں۔

جواب:(الف):ترجمہ۔

اور اسی وجہ سے امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ حرمۃ مصاہرت زنا سے ثابت نہیں ہوتی ہے اور غصب مفید ملک نہیں ہوتا ہے اور سفر معصیت،رخصت کا سبب نہیں ہوتا ہے۔

جواب:-(ب)مقدمہ کو ملاحظہ کیجئے۔

مقدمہ کا حاصل یہ ہے کہ فعل منہی عنہ حسی ہو یا شرعی وہ فعل منہی عنہ نہ بالذات خود مشروع ہوگا اور نہ کسی دوسرے مشروع کا سبب ہوگا کیونکہ فعل منہی عنہ معصیت ہوتا ہے اور معصیت اور مشروع کے درمیان منافات ہوتی ہے اور ایک منافی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دوسرے کے لئے سبب نہیں ہوتا ہے لہٰذا فعل منہی عنہ کسی امر مشروع کا سبب نہیں ہو سکتا اور جب فعل منہی عنہ کسی امر مشروع کا سبب نہیں ہو سکتا تو بذات خود مشروع کیسے ہو سکتا ہے۔

شارح کے بیان کی روشنی میں تفریعات اربعہ کی تشریح ملاحظہ کیجئے۔

پہلی تفریع: امام شافعیؒ نے فرمایا کہ زنا، حرمت مصاہرت کا سبب نہیں ہوگا یعنی زنا سے حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی کیونکہ زنا حرام اور معصیت ہے اور حرمت مصاہرت ایک نعمت اور امر مشروع ہے۔ لہٰذا زنا حرمت مصاہرت کا سبب نہیں ہوگا اس لئے کہ یہ حرمت اجنبیہ کو امہات کے ساتھ لاحق کر دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس حرمت کے ذریعہ ہم پر احسان جتلایا ہے چنانچہ ارشاد ہے "وھو الذی خلق من الماء بشراً فجعله نسباً و صھراً"

بہر حال اللہ تعالیٰ کا حرمت مصاہرت کے ذریعہ احسان جتلانا اس بات کی دلیل ہے کہ حرمت مصاہرت اللہ کی ایک نعمت ہے اور جب حرمت مصاہرت نعمت اور مشروع ہے تو زنا جو فعل منہی عنہ اور حرام ہے اس نعمت کو حاصل کرنے کا سبب کیسے ہو سکتا ہے اور جب زنا حرمت مصاہرت کا سبب نہیں ہو سکتا تو زنا کے ذریعہ حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی بلکہ نکاح اور حلال وطی کے ذریعہ ثابت ہوگی۔

دوسری تفریع: یہ ہے کہ اگر کسی نے کسی کا کوئی سامان غصب کر لیا اور وہ سامان غاصب کے قبضہ سے ہلاک ہو گیا اور غاصب پر ضمان ادا کرنے کا فیصلہ کیا گیا تو امام شافعیؒ کے نزدیک یہ غصب مفید ملک نہیں ہوگا یعنی ضمان ادا کرنے کے بعد غاصب مغصوبہ سامان کا مالک نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ غصب فعل حرام، معصیت اور قبیح لعینہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے اور مالک یعنی غاصب کا شی مغصوبہ کا مالک ہونا ایک امر مشروع اور نعمت ہے اور یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ فعل حرام اور فعل منہی عنہ کسی امر مشروع کا سبب نہیں ہوتا ہے لہٰذا غصب غاصب کے لئے حصول ملک کا سبب نہیں ہوگا۔

تیسری تفریع: یہ ہے کہ معصیت اور گناہ کے ارادے سے جو سفر ہوگا وہ رمضان میں روزہ نہ رکھنے اور نماز قصر کرنے کی رخصت کا سبب نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ سفر معصیت (جیسے بھاگے ہوئے غلام، رہزن اور باغی کا سفر) حرام ہے اور حرام کسی مشروع کا سبب نہیں ہوتا ہے۔

چوتھی تفریع: یہ ہے کہ کافر اگر مسلمان کے مال پر تسلط اور غلبہ پاکر اس کو اپنے قبضہ میں کرلے تو کافر اس مال کا مالک نہ ہوگا اس لئے کافر کا مسلمان کے مال پر تسلط حاصل کرکے اس کو دارالحرب میں محفوظ کرلینا فعل ممنوع اور حرام ہے اور مال کا مالک ہونا امر مشروع اور نعمت ہے اور یہ بات گذر چکی ہے کہ فعل ممنوع کسی امر مشروع کا سبب نہیں ہوتا ہے لہٰذا کافر کا کسی مسلمان کے مال پر تسلط پانا بھی کسی کافر کے مالک ہونیکا سبب نہ ہوگا اور مسلمان کے مال پر تسلط پانے کی وجہ سے کافر اس مال کا مالک نہ ہوگا۔

جواب:- (ج) یہ تفریعات کس کے مذہب پر ہیں؟

یہ تفریعات اَربعہ امام شافعیؒ کے مذہب پر ہیں۔

حنفیہ کے نزدیک ان مسائل کے کیا احکام ہیں؟

پہلی تفریع: اس سلسلہ میں احناف فرماتے ہیں کہ حرمت مصاہرت جس طرح نکاح سے ثابت ہوجاتی ہے اسی طرح زنا اور دواعی زنا سے بھی ثابت ہوجاتی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دوسری تفریع: اس کا حکم احناف کے یہاں یہ ہے کہ غاصب ضمان اداء کرنے کے بعد شی مغصوب کا مالک ہو جاتا ہے لہٰذا وہ اس کے تمام اکساب کا بھی مالک ہوگا جو اس کے قبضہ میں ہے۔

تیسری تفریع: اس کا حکم احناف کے یہاں یہ ہے کہ رخصت فرماں بردار اور نافرمان دونوں کو شامل ہے۔ اس لئے سفر فی نفسہ قبیح نہیں ہے بلکہ قبیح وہ معصیت ہے جو سفر کے ساتھ ہوتی ہے اور اس سے جدا بھی ہوتی ہے پس نفس سفر رخصت کا سبب ہو سکتا ہے۔

چوتھی تفریع: اس کے بارے میں احناف کا فیصلہ یہ ہے کہ تسلط اس کی ملک کا سبب ہو جائے گا اس لئے کے مال کی حفاظت ملک یا قبضہ سے ہوتی ہے۔

❁❁❁

نور الانوار ص: ۷۵ ر س: ۱۷

وَ أَمَّا الْعَامُّ فَمَا يَتَنَاوَلُ أَفْرَادًا مُتَّفِقَةَ الْحُدُوْدِ عَلٰى سَبِيْلِ الشُّمُوْلِ وَ إِنَّمَا اكْتَفَى الْمُصَنِّفُ بِالتَّنَاوُلِ دُوْنَ الْاسْتِغْرَاقِ اتِّبَاعاً لِفَخْرِ الْإِسْلَامِ، فَإِنَّهُ لَا يُشْتَرَطُ عِنْدَهُ فِي الْعَامِّ الْاسْتِغْرَاقِ لِجَمِيْعِ الْأَفْرَادِ فَالْجَمْعُ الْمُعَرَّفُ وَ الْمُنْكَرُ كُلُّهُ عَامٌّ وَ عِنْدَ صَاحِبِ التَّوْضِيْحِ يُشْتَرَطُ فِي الطَّعَامِ الْاسْتِغْرَاقِ فَيَكُوْنُ الْجَمْعُ الْمُنْكَرُ وَاسِطَةً بَيْنَ الْعَامِّ وَ الْخَاصِّ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب) مصنف علیہ الرحمہ نے عام جو کی تعریف کی ہے اس کی وضاحت کریں پھر افراداً، متفقة الحدود اور علی سبیل الشمول کی قیدوں کا فائدہ لکھیں۔ (ج) باقی عبارت کا مطلب تحریر کرتے ہوئے جمع معرف اور جمع منکر کی مثال دے کر فرق بھی واضح کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب:(الف):ترجمہ

اور بہر حال عام وہ لفظ ہے جو علی سبیل الشمول ایسے افراد کو شامل ہو جن کی حدود متفق ہوں، اور مصنفؒ نے تناول پر اکتفاء کیا اور استغراق کا لفظ نہیں ذکر کیا فخر الاسلام کی اتباع کرتے ہوئے کیونکہ فخر الاسلام کے نزدیک عام میں تمام افراد کے لئے استغراق کی شرط نہیں ہے پس جمع معرف اور منکر سب عام ہیں اور صاحب توضیح کے نزدیک عام میں استغراق شرط ہے لہٰذا جمع منکر عام اور خاص کے درمیان واسطہ ہوگا۔

جواب:-(ب)عام کی تعریف کی وضاحت ملاحظہ کیجئے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے عام کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ عام وہ لفظ ہے جو علی سبیل الشمول متفقۃ الحدود افراد کو شامل ہو خواہ یہ شمول لفظی ہو جیسے مسلمون اور مشرکون وغیرہ اور خواہ یہ شمول معنوی ہو جیسے من، ما اور رھط وغیرہ۔

نیز افراداً ،متفقة الحدود اور علی سبیل الشمول کی قیدوں کا فائدہ ملاحظہ کیجئے۔

افراداً کی قید سے خاص کو نکالنا مقصود ہے۔

متفقة الحدود علی سبیل الشمول: ماہیت عام کی تحقیق بیان کرنے کے لئے ہے نہ کہ احتراز کے لئے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ متفقۃ الحدود مشترک سے احتراز کرنے کے لئے ہے اس لئے کہ مشترک، مختلفۃ الحدود افراد کو شامل ہوتا ہے۔اور علی سبیل الشمول سے نکرہ منفیہ سے احتراز کرنے کے لئے ہے اس لئے کہ نکرہ منفیہ، علی سبیل البدلیت افراد کو شامل ہوتا ہے نہ کہ علی سبییل الشمول.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب:۔(ج) باقی عبارت کا مطلب ملاحظہ فرمائیں۔

وإنما اكتفى الخ: شارح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ماتن علیہ الرحمہ کا عام کی تعریف میں "یتناول" کے لفظ پر اکتفاء کرنا اور استغراق کا لفظ ذکر نہ کرنا یہ بات علامہ فخر الاسلام رحمہ اللہ کی اتباع کرتے ہوئے کہی، کیونکہ حضرت کے نزدیک عام کا اپنے تمام افراد کو علیٰ سبیل الاستغراق شامل ہونا شرط نہیں ہے بلکہ عام کا اپنے تمام افراد کو شامل ہونا کافی ہے خواہ استغراق پایا جائے خواہ نہ پایا جائے، پس فخر الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمع معرّف اور جمع منکّر دونوں عام ہوں گے اور صاحب توضیح کے نزدیک عام کی تعریف میں چونکہ استغراق شرط ہے یعنی عام کا اپنے مدلول کے تمام افراد کو استغراق کے طور پر شامل ہونا شرط ہے اس لئے عام کی تعریف جمع معرّف پر تو صادق آئے گی، کیونکہ جمع معرّف میں استغراق پایا جاتا ہے اس طور پر کہ جمع معرّف کا اطلاق ایک سے لے کر اوپر تک تمام افراد پر ہوتا اور رہا جمع منکّر تو وہ عام کی تعریف میں داخل نہ ہوگا کیونکہ جمع منکر افراد کو تو شامل ہوتا ہے لیکن اس میں تمام افراد کا استغراق نہیں ہوتا اس طور پر کہ جمع منکّر کا اطلاق تین اور تین سے زائد پر تو ہوتا ہے لیکن ایک اور دو پر نہیں ہوتا ہے، اور جب جمع منکّر میں استغراق نہیں پایا گیا تو وہ صاحب توضیح کے نزدیک عام نہ ہوگا اور جمع منکر خاص بھی نہیں ہے اس لئے کہ خاص فرد کو شامل ہوتا ہے نہ کہ افراد کو اور جمع منکّر افراد کو شامل ہوتا ہے بہرحال جمع منکّر صاحب توضیح کے نزدیک جب نہ تو خاص ہے اور نہ عام ہے تو عام اور خاص کے درمیان واسطہ ہوگا۔

جمع معرف اور جمع منکر کی مثال مطلب کے تحت آچکی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نور الانوار س: ۵۸/ص: ۲۰۷

وَقَوْلُهُ قَطْعًا رَدٌّ عَلَى الشَّافِعِيِّ حَيْثُ ذَهَبَ إِلَى أَنَّ الْعَامَّ ظَنِّيٌّ؛ لِأَنَّهُ مَامِنْ عَامٍّ إِلَّا وَقَدْ خُصَّ مِنْهُ الْبَعْضُ فَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُوْنَ مَخْصُوْصًا مِنْهُ الْبَعْضُ وَإِنْ لَمْ نَقِفْ عَلَيْهِ، فَيُوْجِبُ الْعَمَلَ لَا الْعِلْمَ كَخَبَرِ الْوَاحِدِ وَالْقِيَاسِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): عام کی تعریف مع مثال تحریر کریں۔ (ج): مذکورہ عبارت کی اس طرح تشریح کریں کہ حنفیہ اور شافعیہ دونوں کا موقف مدلل ہو جائے۔

جواب:- (الف): ترجمہ۔

اور مصنف کا قول ''قطعاً'' امام شافعی پر رد ہے، اس لئے امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ عام ظنی ہے کیونکہ کوئی عام ایسا نہیں ہے جس سے بعض افراد کو خاص نہ کیا گیا ہو پس عام اس کا احتمال رکھتا ہے کہ وہ مخصوص منہ البعض ہو اگر چہ ہم اس سے واقف نہیں ہیں پس عام عمل کو واجب کرے گا نہ کہ علم ویقین کو جیسا کہ خبر واحد اور قیاس۔

جواب:- (ب) عام کی تعریف مع مثال سوال نمبر: ۵۷ میں گذر چکی ہے۔

جواب:- (ج) مذکورہ عبارت کی تشریح اس طرح ملاحظہ کیجئے کہ حنفیہ اور شافعیہ دونوں کا موقف مدلل ہو جائے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

شارح علیہ الرحمہ کا مذکورہ عبارت'' قطعا الخ'' سے امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب کی تردید کرنا مقصود ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عام قطعی نہیں۔ ہے بلکہ ظنی ہے، حیث ذھب الخ سے شارح امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کے اسی مذہب کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔

دلیل: اس کی یہ ہے کہ کوئی عام ایسا نہیں ہے جس سے بعض افراد کو خاص نہ کیا گیا ہو اِلَّا یہ کہ کسی عام کے بارے میں بالدلیل یہ بات ثابت ہوگئی ہو کہ وہ خصوص کا احتمال نہیں رکھتا ہے بہرحال اس قسم کے عام کے علاوہ کوئی عام ایسا نہیں ہے جس سے بعض افراد کو خاص نہ کیا گیا ہو یعنی ہر عام مخصوص منہ البعض ہونے کا احتمال رکھتا ہے اگرچہ ہم اس سے واقف نہ ہوں اور اس طرح کے احتمال کے ساتھ عام مفید یقین نہیں ہوتا بلکہ مفید ظن ہوتا ہے اور مفید ظن اور دلیل ظنی عمل کو واجب کرتی ہے لیکن اس پر یقین اور اعتماد کو واجب نہیں کرتی جیسے خبر واحد اور قیاس مفید ظن اور موجب عمل تو ہیں لیکن مفید یقین نہیں ہیں۔

احناف فرماتے ہیں کہ عام مفید یقین ہونے اور اس پر قطعی طور سے عمل لازم ہونے میں خاص کی طرح ہے۔ یعنی جس طرح خاص اپنے معنی کو یقینی طور پر شامل ہوتا ہے اور اس پر عمل کرنا بھی لازم ہے اسی طرح عام بھی اپنے معنی کو یقین کے ساتھ شامل ہوتا ہے اور اس پر بھی عمل کرنا لازم ہے بہرحال عام اور خاص قطعی اور مفید یقین ہونے میں برابر ہیں۔

دلیل: اس کی یہ ہے کہ خاص کو عام کے ذریعہ منسوخ کرنا جائز ہے حالانکہ ناسخ کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ منسوخ کے برابر درجہ کا ہو یا اس سے اقویٰ ہو پس عام کا خاص کے لئے ناسخ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ عام کم از کم خاص کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

برابر ہے اور خاص بالاتفاق قطعی ہے لہٰذا عام بھی قطعی ہوگا۔

❁❁❁

نور الانوار س: ۵۹/ص: ۷۴

وَلَا يَجُوْزُ تَخْصِيْصُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: "وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّالَمْ يُذْكَرِاسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ" وَ "مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ آمِنًا" بِالْقِيَاسِ وَخَبَرِالْوَاحِدِ أَيْ لَا يَجُوْزُ تَخْصِيْصُ الشَّافِعِيِّ (رحمه الله) الْعَامِدَ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: "وَلَاتَأْكُلُوْا مِمَّالَمْ يُذْكَرِاسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ" بِالْقِيَاسِ عَلَى النَّاسِيْ وَقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ" اَلْمُسْلِمُ يَذْبَحُ عَلٰى اسْمِ اللّٰهِ سَمّٰى أَوْلَمْ يُسَمِّ".

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔(ب): مطلب بوضاحت لکھئے۔

(ج): نیز بتائیے کہ یہ مسئلہ کس قاعدے پر متفرع ہے؟

جواب:-(الف): ترجمہ۔

اور باری تعالیٰ کے قول " ولاتاکلو ا مما لم الخ" اور" من دخلہ کان اٰمنا " کو قیاس اور خبر واحد سے خاص کرنا جائز نہیں ہے یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا عامد کو ناسی پر قیاس کرنا اور اللہ تعالیٰ کے قول" ولا تاکلو مما الخ" کو آپ علیہ السلام کے قول " المسلم یذبح الخ" سے خاص کرنا جائز نہیں ہے۔

جواب:-(ب) عبارت کا مطلب بوضاحت ملاحظہ کیجئے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے مذکورہ عبارت میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ جواب دیا ہے کو قیاس اور خبر واحد کے ذریعہ نہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

باری تعالیٰ کے قول "ولا تاکلو مما لم یذکر اسم اللہ" کو خاص کرنا جائز ہے اور نہ " ومن دخلہ کان امنا" کو خاص کرنا جائز ہے یعنی امام شافعی کا عامد (عمداً تارکِ تسمیہ) کا ناسی (نسیاناً تارکِ تسمیہ) پر قیاس کر کے اور حدیث "المسلم یذبح علی اسم اللہ الخ" کی وجہ سے باری تعالیٰ کے قول " ولا تاکلوا مما لم الخ" سے خاص کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں عام یعنی مما لم یذکر الخ الآیۃ اور" ومن دخلہ" الآیۃ مخصوص نہیں ہیں جیسا کہ تم شوافع کا خیال ہے یعنی جب یہ دونوں عام ابتداءً مخصوص نہیں ہیں تو آپ حضرات کا قیاس اور خبر واحد کی وجہ سے ثانیاً خاص کرنا جائز نہ ہوگا اور یہ دونوں عام ابتداء مخصوص اس لئے نہیں کہ ناسی، جس کے بارے میں آپ حضراتِ شوافع کا خیال تھا کہ حنفیوں نے اس کو "مما لم یذکر اسم اللہ" سے خاص کیا ہے حالانکہ یہ خیال غلط ہے یہ تو سرے سے باری تعالیٰ کے قول " مما لم یذکر اسم اللہ "میں داخل ہی نہیں ہے اور اس کے داخل نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ناسی، حکماً ذاکر ہوتا ہے اور جب ناسی حکماً ذاکر ہوا تو ناسی، "مما لم یذا سم الخ " کے افراد میں شامل نہ ہوگا اور جب ناسی مما لم یذکر اسم اللہ علیہ کے افراد میں شامل نہیں ہے تو اس کو" آیت مما لم یذکر اسم اللہ علیہ " سے خاص بھی نہیں کیا گیا ہے اور جب ناسی کو آیت سے خاص نہیں کیا گیا تو آپ کے لئے اس پر قیاس کر کے عامد کو خاص کرنے کی اجازت کیسے ہوگی یعنی متروک التسمیہ عامداً کو متروک التسمیہ ناسیا پر قیاس کرنا درست نہ ہوگا۔

جواب:- (ج) نیز مسئلہ کس قاعدہ پر متفرع ہے ملاحظہ فرمائیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یہ مسئلہ اس قاعدہ پر متفرع ہے کہ عام غیر مخصوص عنہ البعض مفید یقین ہونے اور اس پر قطعی طور سے عمل لازم ہونے میں خاص کی طرح یعنی جس طرح خاص اپنے معنی کو یقینی طور سے شامل ہوتا ہے اور اس پر عمل کرنا لازم ہوتا ہے اسی طرح عام غیر مخصوص عنہ البعض بھی اپنے معنی کو یقینی طور سے شامل ہوتا ہے اور اس پر عمل کرنا لازم ہوتا ہے۔

❀❀❀

نور الانوار س: ۲۰۰۰ص: ۸۰

وَ مَنْ وَ مَا يَحْتَمِلَانِ الْعُمُوْمَ وَ الْخُصُوْصَ وَ أَصْلُهُمَا الْعُمُوْمُ يَعْنِي أَنَّهُمَا فِيْ أَصْلِ الْوَضْعِ لِلْعُمُوْمِ وَ يُسْتَعْمَلَانِ فِي الْخُصُوْصِ بِعَارِضِ الْقَرَائِنِ سَوَاءٌ اسْتُعْمِلَا فِي الْاِسْتِفْهَامِ أَوِ الشَّرْطِ أَوِ الْخَبَرِ وَمَا قِيْلَ أَنَّ الْخُصُوْصَ يَكُوْنُ فِي الْإِخْبَارِ فَمُنْتَقِضٌ لَا يُطَّرِدُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب) عموم اور خصوص کی مراد واضح کر کے بتائیے کہ "من" اور "ما" کی اصل وضع جب عموم کے لئے ہے تو یہ خصوص کے لئے کیسے استعمال ہوتے ہیں؟ (ج) "وما قيل الخ" سے شارح کیا کہنا چاہتے ہیں؟ مع مثال وضاحت کیجئے۔

جواب:- (الف): ترجمہ

اور "من" اور "ما" دونوں عموم اور خصوص کا احتمال رکھتے ہیں البتہ دونوں اصل کی عموم ہے یعنی دونوں اصل وضع میں عموم کے لئے ہیں اور عارض قرائن کی وجہ سے دونوں خصوص میں استعمال ہوتے ہیں۔ خواہ دونوں استفہام میں مستعمل

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہوں یا شرط یا خبر میں اور وہ جو کہا گیا ہے کہ خصوص اخبار میں ہوتا ہے نقض زدہ ہے مطرد نہیں ہے۔

جواب :-(ب) عموم اور خصوص کی مراد ملاحظہ کیجئے۔

ان دونوں سے مراد یہ ہے کہ من اور ما دونوں عام اور خاص دونوں معنی کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

"مـن" اور "مـا" کی اصل وضع جب عموم کے لئے ہے تو یہ خصوص کے لئے کیسے استعمال ہوتے ہیں؟

یہ دونوں اپنی اصل وضع کے اعتبار سے عموم کے لئے استعمال ہوتے ہیں اور بطریق مجاز قرائن کی وجہ سے خصوص کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔یعنی ان دونوں کا استعمال عموم کے اندر حقیقی ہے اور خصوص کے اندر مجازی ہے۔

جواب :-(ج) "و مـا قيـل الخ" سے شارح کیا کہنا چاہتے ہیں؟ مع مثال وضاحت ملاحظہ کیجئے۔

یہاں سے شارح ایک اعتراض اور اس کا جواب بیان فرمارہے ہیں۔جس کا حاصل یہ ہے کہ من اور ما کا خصوص کے اندر استعمال بہر صورت ہوتا ہے یہ دونوں خواہ استفہام میں مستعمل ہوں یا شرط میں یا خبر میں جیسا کے مثالوں سے ظاہر ہے۔اور جو بعض اصولیین نے یہ کہا ہے کہ من اور ما اگر شرط یا استفہام کے معنی میں مستعمل ہوں تو صرف عموم کے لئے ہوتے ہیں اور خصوص کے لئے استعمال نہیں ہوتے اور اگر اخبار میں استعمال ہوں تو یہ دونوں عموم کے لئے بھی آتے ہیں اور خصوص کے لئے بھی۔یعنی اخبار کی صورت میں یہ دونوں خصوص

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں، ورنہ استفہام اور شرط کی صورت میں صرف عموم کے لئے آتے ہیں اور خصوص کے لئے نہیں آتے۔ تو ان کے اس قول پر نقض وارد ہوا ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ "من ابوک" تیرا باپ کون ہے تو جواب میں اس ایک شخص کا نام آئے گا جو اس کا باپ ہے۔ یہاں لفظ من استفہام کے لئے ہے مگر خصوص کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اور "ما دینک" تیرا دین کیا ہے اس کے جواب میں مؤمن صالح ایک دین یعنی دین اسلام کا ذکر کرے گا۔ یہاں بھی لفظ ما استفہام کے لئے ہے مگر خصوص کے لئے استعمال ہوا ہے۔ بہر حال صحیح بات یہی ہے کہ دونوں لفظ عموم اور خصوص دونوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں خواہ استفہام میں مستعمل ہوں یا شرط میں یا خبر میں۔

❀❀❀

نور الانوار درس: ٦١ / ص: ٨٠

فَإِنْ قَالَ لِأَمَتِهِ إِنْ كَانَ مَافِيْ بَطْنِكِ غُلَامًا فَأَنْتِ حُرَّةٌ فَوَلَدَتْ غُلَامًا وَجَارِيَةً لَمْ تَعْتِقْ حَتّٰى فَرَّقُوْا بَيْنَ قَوْلِهِمْ كُلُّ رُمَّانٍ مَأْكُوْلٌ وَكُلُّ الرُّمَّانِ مَأْكُوْلٌ بِالصِّدْقِ وَالْكِذْبِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): دونوں مسئلے جس ضابطے پر متفرع ہیں اس کی وضاحت کرکے عبارت کی ایسی تشریح کیجئے جس سے مذکورہ مسئلے واضح ہوجائیں۔ (ج): اور درج ذیل دونوں مسئلوں میں صرف یہ بتائیے کہ کتنی طلاقیں واقع ہوں گی؟ انت طالق كل تطليقة. انت طالق كل التطليقة.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب:-(الف):ترجمہ۔

پس اگر کوئی شخص اپنی باندی سے یہ کہے کہ تیرے پیٹ میں جو کچھ ہے اگر وہ لڑکا ہو تو، تو آزاد ہے۔ چنانچہ اس باندی نے اگر ایک لڑکا اور ایک لڑکی جنی تو باندی آزاد نہ ہوگی حتی کہ علماء نے "کل رمان ماکول" اور "کل الرمان ماکول" کے درمیان صدق اور کذب کے اعتبار سے فرق کیا ہے۔

جواب:-(ب):ضابطہ کی وضاحت۔

ضابطہ یہ ہے کہ کلمہ ما عموم اور خوصوص دونوں کے لئے استعال ہوتا ہے البتہ یہ اپنی اصلِ وضع کے اعتبار سے عموم کے لئے آتا ہے اور بطریقِ مجاز قرائن کی وجہ سے خصوص کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

یعنی کلمۂ ما کا استعال عموم کے اندر حقیقی ہے اور خصوص کے اندر مجازی ہے۔

عبارت کی تشریح ملاحظہ فرمائیں۔

مصنف علیہ الرحمہ نے کلمۂ ما کے عام ہونے پر تفریع بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنی باندی سے کہا" ان کان مافی بطنک غلاما فانت حرۃ" تیرے پیٹ میں جو کچھ ہے اگر وہ پورے کا پورا لڑکا ہو تو وہ آزاد ہے۔لیکن اس باندی نے ایک لڑکا کا جنا اور ایک لڑکی جنی تو یہ باندی آزاد نہ ہوگی کیونکہ " مافی بطنک "میں کلمہ "ما"عام ہے اور اس کا تقاضہ یہ ہے کہ پیٹ میں جو کچھ ہو وہ لڑکا ہی ہو تو آزاد ہے اور جب پیٹ میں لڑکا اور لڑکی دونوں ہیں تو پورے پیٹ میں لڑکا ہونے کی شرط نہیں پائی گئی اور جب شرط نہیں پائی گئی تو باندی ازاد نہ ہوگی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ لفظ "لفظ" اگر نکرہ پر داخل ہو تو نکرہ کے افراد کا عموم ثابت کرے گا اور اگر لفظ کل معرفہ پر داخل ہوگا تو معرفہ کے اجزاء کا عموم ثابت کرگا۔ اسی نکرہ اور معرفہ کے درمیان فرق کرتے ہوئے مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اگر کسی نے " کل رمان" کہا تو یہ درست ہے اور اگر "کل الرمان ماکول " کہا تو یہ جھوٹ۔ کیونکہ پہلی صورت یعنی نکرہ پر داخل ہونے کی صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ انار کا ہر ہر فرد کھایا جاتا ہے اور یہ بالکل درست ہے۔

اور دوسری صورت یعنی معرفہ پر داخل ہونے کی صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ انار کے تمام اجزاء کھائے جاتے ہیں اور یہ بالکل غلط اور جھوٹ ہے کیونکہ انار کا چھلکا نہیں کھایا جاتا ہے۔

جواب:-(ج) اور درجہ ذیل دونوں مسئلوں میں صرف کتنی طلاقیں واقع ہوں گی؟ ملاحظہ کیجئے۔

"انت طالق کل تطلیقة" کہنے کی صورت میں تین طلاقیں واقع ہوں گی۔
اور اگر " انت طالق کل التطلیقة": کہا تو ایک طلاق واقع ہوگی۔

❁❁❁

نورالانوار س:۶۲/ص:۸۰

وَكُلٌّ لِلإِحَاطَةِ عَلَى سَبِيلِ الْإِفْرَادِ وَهِيَ تَصْحَبُ الْأَسْمَاءَ فَتَعُمُّهَا. فَإِنْ دَخَلَتْ عَلَى الْمُنْكَرِ أَوْجَبَتْ عُمُوْمَ أَفْرَادِهِ وَإِنْ دَخَلَتْ عَلَى الْمَعْرُوْفِ أَوْجَبَتْ عُمُوْمَ أَجْزَائِهِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): عبارت کا مطلب تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): " أنت طالق کل تطلیقة" اور "کل التطلیقة" اسی طرح "کل الرمان ماکول اور کل رمان ماکول "میں کیا فرق ہے واضح کریں۔

جواب:- (الف) ترجمہ۔

اور کلمۂ کل اسماء پر داخل ہو کر ان کو عام بنا دیتا ہے، پس اگر وہ نکرہ پر داخل ہو تو نکرہ کے افراد میں عموم ثابت کرے گا اور معرفہ پر داخل ہو تو معرفہ کے اجزاء کے عموم کو ثابت کرے گا۔

(ب) عبارت کا مطلب ملاحظہ فرمائیں۔

ماتن علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ کلمۂ کل، علی السبیل الافراد، افراد یا اجزاء کا احاطہ کرنے کے لئے آتا ہے، علی سبیل الافراد کا مطلب یہ ہے کہ لفظ کل اپنے مدخول کے ہر فرد کو اس طرح کر دینے کے لئے آتا ہے گویا اس کے ساتھ دوسرا فرد نہیں ہے اسی کو عموم افراد کے ساتھ موسوم کیا جاتا ہے آگے ماتن علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ لفظ کل اسماء داخل ہو کر ان میں عموم پیدا کر دیتا ہے اور افعال پر لفظ کل داخل نہیں ہوتا ہے۔

شارح علیہ الرحمہ نے کہا کہ کلمۂ کل چونکہ اپنے مدخول کے عموم پر دلالت کرتا ہے، اس لئے لفظ کل اگر نکرہ پر داخل ہوگا تو نکرہ کے افراد کا عموم ثابت کرے گا اس لئے کہ کلمۂ کل کے مدخول کے افراد کا عموم کلمۂ کل کا مدلول لغوی ہے۔

جواب:- (ج) "انت طالق کل تطلیقة " اور " کل

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

التطلیقۃ" اسی طرح "کل الرمان مأکول "اور" کل رمان مأکول "میں کیا فرق ہے ملاحظہ کیجئے۔

ماتن علیہ الرحمہ نے مذکورہ عبارت میں یہ بیان کیا ہے کہ کلمہ کل نکرہ پر داخل ہونے کی صورت میں عموم افراد پر دلالت کرے گا اور معرفہ پر داخل ہونے کی صورت میں عموم اجزاء پر دلالت کرے گا۔ اور یہ بات ذہن میں رکھئے کہ اجزاء کا مجموعہ کل ہوتا ہے اور افراد کا مجموعہ کلی ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا "انت طالق کل تطلیقۃ" تو بیوی پر تین طلاقیں واقع ہوں گی، اور اگر "انت طالق کل التطلیقۃ" کہا تو ایک طلاق واقع ہوگی کیونکہ پہلی صورت میں لفظ کل نکرہ پر داخل ہونے کی وجہ سے طلاق کے افراد میں عموم ثابت کرے گا اور طلاق کے کل افراد چونکہ تین ہیں اس لئے عورت پر تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور دوسری صورت میں کل معرفہ پر داخل ہونے کی وجہ سے طلاق کے اجزاء میں عموم ثابت کریگا اور طلاق کے تمام اجزاء کا مجموعہ چونکہ ایک ہی طلاق ہوتا ہے اس لئے اس صورت میں عورت پر ایک طلاق واقع ہوگی اسی نکرہ اور معرفہ کے درمیان فرق کرتے ہوئے مصنف علیہ الرحمہ نے کہا کہ اگر کسی نے "کل رمان مأکول" کہا تو یہ درست ہے اور اگر "کل الرمان مأکول "کہا تو یہ جھوٹ ہوگا کیونکہ پہلی صورت یعنی نکرہ پر داخل ہونے کی صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ انار کا ہر ہر فرد کھایا جاتا ہے اور یہ بالکل درست ہے اور دوسری صورت یعنی معرفہ پر داخل ہونے کی صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ انار کے تمام اجزاء کھائے جاتے ہیں اور یہ بالکل غلط اور جھوٹ ہے کیونکہ انار کا چھلکا نہیں کھایا جاتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نور الانوار ص: ۶۳، ص: ۸۱

سوال: (۷۱): وَكَلِمَةُ الْجَمِيعِ تُوْجِبُ عُمُوْمَ الْاجْتِمَاعِ دُوْنَ الْانْفِرَادِ حَتّٰى إِذَا قَالَ جَمِيْعُ مَنْ دَخَلَ هٰذَا الْحِصْنَ أَوَّلًا فَلَهُ مِنَ النَّفَلِ كَذَا فَدَخَلَ عَشَرَةٌ مَعاً أَنَّ لَهُمْ نَفَلًا وَاحِدًا بَيْنَهُمْ جَمِيْعاً وَ فِيْ كَلِمَةِ كُلٍّ يَجِبُ مِنْهُمْ النَّفَلُ يَعْنِيْ إِذَا قَالَ كُلُّ مَنْ دَخَلَ هٰذَا الْحِصَنَ أَوَّلًا فَلَهُ مِنَ النَّفَلِ كَذَا فَدَخَلَ عَشَرَةٌ مَعًا يَجِبُ لِكُلٍّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ نَفَلٌ تَامٌّ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب) عموم اجتماع، عموم افراد اور نفل کی تعریف کرتے ہوئے دونوں مسئلوں کی تشریح اور ان میں فرق کو واضح کیجئے۔ (ج) اور بتائیے کہ اگر دونوں مسئلوں میں دس افراد تنہا تنہا داخل ہوں تو نفل کس کو ملے گا اور کیوں؟

جواب: (الف) ترجمہ۔

اور کلمہ جمیع عموم اجتماع کو ثابت کرتا ہے نہ کہ عموم انفراد کو، حتی کہ جب امام وقت نے کہا "جمیع من داخل هذا الخ" یعنی تمام وہ لوگ جو سب سے پہلے اس قلعہ میں داخل ہوں گے ان کے لئے اس قدر انعام ہوگا، پس دس آدمی ایک ساتھ داخل ہوئے تو ان دس کے لئے ایک ہی نفل ہوگا، اور کلمہ کل کی صورت میں داخل ہونے والے میں سے ہر ایک کے لئے نفل واجب ہوگا یعنی جب امام وقت نے کہا کہ ہر وہ شخص جو اس قلعہ میں اولا داخل ہو اس کے لئے اس قدر نفل ہوگا پس دس آدمی ایک ساتھ داخل ہو گئے تو ان میں سے ہر ایک کے لئے نفل کامل واجب ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب:-(ب) عموم اجتماع ،عموم افراد اور نفل کی تعریف ملاحظہ فرمائیں۔

عموم اجتماع: یہ ہے کہ حکم تمام افراد کے مجموعہ کے ساتھ ہوتا ہے ہر ہر فرد کے ساتھ علیحدہ علیحدہ حکم متعلق نہیں ہوتا۔

عموم افراد: یہ ہے کہ حکم کا تعلق ہر ہر فرد کے ساتھ علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے تمام افراد کے مجموعہ کے ساتھ حکم متعلق نہیں ہوتا۔

نفل: وہ مال کہلاتا ہے جسے امام وقت کسی غازی کو غنیمت کے حصہ سے زیادہ دے۔

دونوں مسئلوں کی تشریح اور ان میں فرق کو ملاحظہ کیجئے۔

منصف علیہ الرحمہ نے مذکورہ عبارت میں دو مسئلوں کو بیان فرمایا ہے۔ پہلا مسئلہ کا تعلق کلمۂ جمیع سے ہے اور دوسرے مسئلہ کا تعلق کلمۂ کل سے ہے۔

وضاحت (۱): یہ ہے کہ کلمۂ جمیع اپنے مدخول کے افراد میں علی سبیل الاجتماع عموم ثابت کرتا ہے یعنی کلمۂ جمیع کی صورت میں حکم کا تعلق مجموعہ من حیث المجموعہ کے ساتھ ہوتا ہے انفرادی طور سے ہر ہر فرد کے ساتھ حکم متعلق نہیں ہوتا ہے مثلاً جہاد کے موقع پر اگر امام المسلمین نے یہ اعلان کر دیا "جمیع من دخل الخ" یعنی وہ تمام لوگ جو سب سے پہلے اس قلعہ میں داخل ہوں گے ان کو اس قدر انعام ملے گا پس دس آدمی ایک ساتھ قلعہ میں داخل ہو گئے تو ان سب کے لئے ایک نفل ہوگا وہ سب ایک انعام میں برابر برابر شریک ہوں گے۔

وضاحت (۲): اس کی یہ ہے کہ لفظ کل علی سبیل الافراد، افراد یا اجزاء کا احاطہ کرنے کے لئے آتا ہے یعنی لفظ کل اپنے مدخول کے ہر فرد کو اس طرح کر دینے کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لئے آتا ہے کہ گویا کہ اس کے ساتھ دوسرا فرد نہیں ہے مثلاً اگر بوقت جہاد امام المسلمین نے کہا "کل من دخل ھذا الخ" یعنی ہر وہ شخص جو اولا اس قلعہ میں داخل ہوگا اس کے لئے اس قدر انعام ہوگا اس کے بعد دس آدمی ایک ساتھ قلعہ میں داخل ہو گئے تو ان میں سے ہر ایک کے لئے نفل ہوگا یعنی دس کو دس نفل دیئے جائیں گے۔

دونوں مسئلوں میں فرق: یہ ہے کہ کلمۂ جمیع اپنے مدخول کے افراد میں علی سبیل الاجتماع عموم کو ثابت کرتا ہے، اور لفظ کل علی سبیل الافراد، یعنی افراد یا اجزاء کا احاطہ کرنے کے لئے آتا ہے۔

جواب:- (ج) دونوں مسئلوں میں اگر دس افراد تنہا تنہا داخل ہوں تو نفل کس کو ملے گا ملاحظہ کیجئے؟

دونوں مسئلوں میں اگر دس تنہا تنہا داخل ہوں تو نفل خاص طور پر اس کو ملے گا جو سب سے پہلے قلعہ میں داخل ہوگا۔

پہلے مسئلہ کی سب بہتر وجہ شارح نے یہ بیان کی ہے کہ امام المسلمین کا مقصد شجاعت اور بہادری ظاہر کرنا ہے۔

اور دوسرے مسئلہ کی وجہ یہ ہے کہ من کل وجہ یہی شخص سب سے پہلے قلعہ میں داخل ہونے والا ہے اور کلمۂ کل خصوص کا احتمال بھی رکھتا ہے لہٰذا تنہا تنہا داخل ہونے کی صورت میں صرف ایک شخص کو نفل دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

❀❀❀

نور الانوار درس: ۶۴ / ص: ۸۷

وَالنَّكِرَةُ إِذَا أُعِيدَتْ مَعْرِفَةً كَانَتِ الثَّانِيَةُ عَيْنَ الْأُوْلَى، وَ إِذَا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

أُعِيْدَتْ نَكِرَةً كَانَتِ الثَّانِيَةُ غَيْرَ الْأُوْلٰى، وَ الْمَعْرِفَةُ إِذَا أُعِيْدَتْ مَعْرِفَةً كَانَتِ الثَّانِيَةُ عَيْنَ الْأُوْلٰى، وَ إِذَا أُعِيْدَتْ نَكِرَةً كَانَتِ الثَّانِيَةُ غَيْرَ الْأُوْلٰى.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔ (ب) عبارت میں مذکورہ چاروں ضابطوں کی مثالوں کے ذریعہ تشریح کیجیے۔

جواب: (الف): ترجمہ۔

جب نکرہ معرفہ کی صورت میں لوٹایا جائے گا تو ثانی عین اولیٰ ہوگا، اور جب نکرہ کی صورت میں لوٹایا جائے گا تو ثانی غیر اولی ہوگا۔ اور معرفہ جب لوٹایا جائے معرفہ کی صورت میں تو ثانی عین اولیٰ ہوگا، اور جب لوٹایا جائے نکرہ کی صورت میں تو ثانی غیر اولیٰ ہوگا۔

عبارت میں مذکورہ چاروں ضابطوں کی مثالوں کے ذریعہ تشریح ملاحظہ فرمائیں۔

پہلا ضابطہ: مصنف نے فرمایا کہ نکرہ کو اگر معرفہ بنا کر ذکر کیا جائے یعنی ایک لفظ کو پہلے نکرہ ذکر کیا گیا پھر اسی لفظ کو معرفہ ذکر کیا گیا تو ثانی عین اولیٰ ہوگا۔ یعنی اول اور ثانی کے درمیان عینیت ہوگی حتی کے اگر اولیٰ عام تھا تو ثانی بھی عام ہوگا اور اگر اولیٰ خاص تھا تو ثانی بھی خاص ہوگا۔

جیسا کہ باری تعالیٰ کا قول "کما أرسلنا إلى فرعون رسولاً فعصى فرعون الرسول" میں لفظ رسول اولاً نکرہ مذکور ہے، پھر اسی کو لام کے ساتھ معرفہ بنا کر ذکر کیا گیا ہے تو ان دونوں سے مراد ایک ہی ذات ہوگی یعنی موسیٰ علیہ السلام۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دوسرا ضابطہ: مصنف نے دوسرا ضابطہ یہ بیان کیا ہے کہ اگر نکرہ کو دوبارہ نکرہ ہی ذکر کیا جائے تو ثانی غیر اولیٰ ہوگا یعنی دونوں کا مصداق علیحدہ علیحدہ ہوگا۔

تیسرا ضابطہ: یہ ہے کہ معرفہ کو جب دوبارہ معرفہ لایا جائے گا تو دوسرا معرفہ بعینہ پہلا معرفہ ہوگا۔

دوسرے اور تیسرے ضابطہ کی مثال باری تعالیٰ کا قول "فإن مع العسر یسراً۔إن مع العسر یسراً" ہے۔آیت میں "العسر" کو دوبارہ بھی معرفہ ہی ذکر کیا گیا ہے لہٰذا قاعدہ نمبر:۳، کی رو سے عسر ثانی، بعینہ عسر اول ہوگا۔اور یسر نکرہ کو دوبارہ بھی نکرہ ہی ذکر کیا گیا ہے لہٰذا قاعدہ نمبر:۲، کی رو یسر ثانی یسر اول کا غیر ہوگا۔

چوتھا ضابطہ: اگر معرفہ کو دوبارہ نکرہ بنا کر ذکر کیا گیا تو ثانی، اول کا غیر ہوگا۔
شارح کہتے ہیں کہ قاعدہ نمبر چار کے لئے نص میں کوئی مثال موجود نہیں ہے۔

❁❁❁

نور الانوار ص:۶۵/ص:۸۰

وَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْإِثْنَانِ فَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ مَحْمُوْلٌ عَلَى الْمَوَارِيْثِ وَ الْوَصَايَا أَوْ عَلَى سُنَّةِ تَقَدُّمِ الْإِمَامِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔(ب) مطلب تحریر کیجئے۔(ج) جمع کی تخصیص بعض اصحاب شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک دو تک ہو سکتی ہے اور احناف کے نزدیک تین تک ہی ہو سکتی ہے،ان حضرات نے حدیث مذکور سے استدلال کیا ہے ماتن نے ان کے دو اور شارح نے ایک جواب دیا ہے آپ تینوں کو بالتفصیل

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بیان کریں۔

جواب:(الف): ترجمہ۔

اور آپ علیہ السلام کا قول ، "الاثنان فما فوقھما جماعۃ" احکام میراث اور احکام وصیت پر محمول ہے یا یہ حدیث امام کے مقدم ہونے کے طریقہ پر محمول ہے۔

جواب:-(ب) عبارت کا طلب ملاحظہ کیجئے۔

شارح علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے بعض اصحاب نے فرمایا کہ اقل جمع دو ہیں لہٰذا دو تک پہنچ کر ختم ہو جائیگی یعنی ان حضرات کے نزدیک تخصیص کرنے کے بعد عام کی نوع ثانی کے تحت کم از کم دو افراد کا باقی رہنا ضروری ہے اور اس سلسلہ میں آپ حضرات کا متدل آپ علیہ السلام کا قول "الاثنان فما فوقھما جماعۃ" ہے یعنی حدیث میں دو کو اس طرح جماعۃ قرار دیا گیا ہے جس طرح سے دو سے زائد کو جماعت قرار دیا گیا ہے پس معلوم ہوا کہ اقل جمع دو ہیں۔ مصنفؒ نے مذکورہ عبارت پیش کر کے ان کے متدل کے دو جواب دیئے ہیں۔

جواب:-(ج) ماتن نے ان کے متدل کے دو اور شارح علیہ نے ایک جواب دیا ہے آپ تینوں کو ملاحظہ کیجئے۔

جواب(ا): تفصیل اس کی یہ ہے کہ یہ حدیث احکام میراث اور احکام وصیت پر محمول ہے یعنی حقدار بنے میں دو کو وہی حکم حاصل ہے جو حکم جماعت یعنی دو سے زائد کو حاصل ہے چنانچہ میت کے مال سے میت کی تین یا تین سے زائد لڑکیوں اور بہنوں کو جس صورت میں دو ثلث مال دیا جاتا ہے اسی صورت میں میت کی دو لڑکیوں اور دو بہنوں کو بھی دو ثلث مال دیا جائے گا، اور اگر میت کی اولاد نہ ہو تو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میت کی ماں کو ایک ثلث دیا جاتا ہے، لیکن اگر میت کے تین یا تین سے زائد بھائی ہوں تو یہ میت کی ماں کا حصہ گھٹا کر سدس کر دیتے ہیں اسی طرح اگر میت کے دو بھائی ہوں تو وہ بھی میت کی ماں کا حصہ گھٹا کر ثلث سے سدس کر دیتے ہیں ان دونوں مسئلوں سے معلوم ہوا کہ دو کو جماعت کا حکم حاصل ہے پس رسول اللہ ﷺ کا قول "الإثنان الخ" اسی باب میراث پر محمول ہے یعنی باب میراث میں دو کو جماعت کا حکم حاصل ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اختلاف تو اس میں ہے کہ جمع کا صیغہ دو کے لئے موضوع ہے یا نہیں۔

<u>جواب (۲)</u>: ماتن علیہ الرحمہ نے یہ دیا ہے کہ یہ حدیث امام کے مقدم ہونے کی صورت پر محمول ہے یعنی حدیث "الإثنان الخ" کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مقتدیوں کے تین ہونے کی صورت میں امام کا مقتدیوں سے آگے ہو کر کھڑا ہونا مسنون ہے اسی طرح مقتدیوں کے دو ہونے کی صورت میں بھی امام کا مقتدیوں سے آگے ہونا مسنون ہے اگر چہ اس میں امام ابو یوسفؒ کا اختلاف ہے۔

<u>تیسرے جواب کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔</u>

یہ جواب شارح علیہ الرحمہ نے دیا ہے کہ مذکورہ حدیث قوت اسلام کے بعد سفر کرنے پر محمول ہے کہ آپ ﷺ نے اسلام کے ضعف اور کفار کے غلبہ کی وجہ سے ابتداءً ایک آدمی اور دو آدمیوں کو سفر کرنے سے منع کیا تھا اور فرمایا تھا کہ ایک آدمی بھی شیطان ہے اور دو آدمی بھی شیطان ہے مگر تین جماعت ہیں بہر حال تین کی تعداد ایسی جماعت ہے جو کافی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جب اسلام کو قوت عطا فرمادی تو دو آدمیوں کو سفر کرنے کی اجازت دے دی گئی اور ایک اپنے حال پر رہا پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "الإثنان الخ" یعنی قوت اسلام کے بعد جس طرح جماعت کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سفر کرنے کی اجازت ہے اسی طرح دو کو بھی سفر کرنے کی اجازت ہے پس جب یہ حدیث اس پر محمول ہے تو اس حدیث سے اقل جمع کے دو ہونے پر استدلال کرنا درست نہیں ہوگا۔

❁❁❁

نور الانوار درس:۲۶/ص:۸۸

وَلَا عُمُوْمَ لَهٗ أَیْ لِلْمُشْتَرَکِ عِنْدَنَا فَلَا یَجُوْزُ إِرَادَةُ مَعْنَیَیْهِ مَعاً وَ قَالَ الشَّافِعِیُّ یَجُوْزُ أَنْ یُرَادَ بِهِ الْمَعْنَیَانِ مَعاً کَمَا فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالیٰ :"إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ "فَالصَّلَاةُ مِنَ اللّٰهِ رَحْمَةٌ وَمِنَ الْمَلٰئِکَةِ اسْتِغْفَارٌ وَقَدْ أُرِیْدَا بِلَفْظٍ وَاحِدٍ وَهُوَ قَوْلُهٗ یُصَلُّوْنَ وَ نَحْنُ نَقُوْلُ سِیْقَتِ الْآیَةُ لِإِیْجَابِ اقْتِدَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰئِکَةِ وَلَا یَصْلُحُ ذٰلِکَ إِلَّا بِأَخْذِ مَعْنًی عَامٍّ شَامِلٍ لِلْکُلِّ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب) عبارت کا مطلب تحریر کریں۔

(ج) قاعدۂ مذکورہ کو وضاحت کے ساتھ لکھ کر معنی عام کو متعین کریں اور اس کو سمجھائیں۔

جواب:- (الف) ترجمہ

اور اس کے لئے کوئی عموم نہیں ہے یعنی ہمارے نزدیک مشترک کے لئے کوئی عموم نہیں ہے لہٰذا ایک ساتھ اس کے دو معنی کا ارادہ کرنا جائز نہ ہوگا اور امام شافعیؒ نے کہا کہ مشترک لفظ سے ایک ساتھ دو معنی کا ارادہ کرنا جائز ہے جیسا کہ باری تعالیٰ کا قول "إن اللہ و ملئکتہ الخ" میں ہے کہ لفظ صلوۃ اللہ کی طرف

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے رحمت ہے اور ملائکہ کی طرف سے استغفار ہے اور لفظ واحد یعنی یصلون سے دونوں معنی مراد ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت اس لئے لائی گئی ہے تا کہ مؤمنین پر اللہ اور ملائکہ کی اقتداء واجب ہو اور یہ صحیح نہیں ہوگا مگر ایسے معنی مراد لے کر جو عام ہوں اور سب کو شامل ہوں۔

جواب:-(ب) عبارت کا مطلب ملاحظہ کیجئے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے اس عبارت میں یہ بیان کیا ہے کہ حنفیوں کے نزدیک عموم مشترک جائز نہیں ہے یعنی اطلاق واحد سے بیک وقت مشترک کے دونوں معنی کا ارادہ کرنا جائز نہیں ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک عموم مشترک جائز ہے یعنی لفظ مشترک سے بیک وقت دونوں معنی مراد لینا جائز ہے۔ حضرت امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے "إن الله وملئكته الخ" اس آیت میں لفظ صلاۃ مشترک ہے کیونکہ اگر صلاۃ اللہ کی طرف سے ہو تو وہ رحمت ہوتی ہے اور اگر ملائکہ کی طرف سے ہو تو وہ استغفار ہوتا ہے اور یہاں آیت میں لفظ واحد یعنی یصلون سے بیک وقت دونوں معنی مراد ہیں پس ثابت ہوا کہ عموم مشترک جائز ہے۔

احناف کی طرف سے شارح علیہ الرحمہ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ آیت کا مقصد یہ ہے کہ مؤمنین پر اللہ اور ملائکہ کی اقتداء کرنا واجب ہے اور یہ اسی وقت درست ہو سکتا ہے جبکہ صلاۃ سے ایسے معنے مراد ہوں جو سب کو عام اور شامل ہوں۔

جواب:-(ج) قاعدہ مذکورہ کی وضاحت مطلب کے تحت آچکی ہے۔

یصلون کے معنی عام کی تعیین اور اس کا مطلب ملاحظہ کیجئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

معنی: اور یہ معنی رسول اللہ ﷺ کی شان کی طرف متوجہ رہنے کے ہیں پس مطلب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتیں آنحضرت ﷺ کی شان کی طرف متوجہ رہتے ہیں لہٰذا اے مؤمنو! تم بھی رسول اللہ ﷺ کی شان کی طرف متوجہ رہو اور یہ متوجہ رہنا اللہ کی طرف سے رحمت ہے اور ملائکہ کی طرف سے استغفار ہے اور مؤمنین کی طرف سے دعاء ہے۔

❁❁❁

نور الانوار ص:۶۷/ص:۹۰

وَأَمَّا الْمُفَسَّرُ فَمَاازْدَادَ وُضُوحًا عَلَى النَّصِّ عَلٰى وَجْهٍ لَايَبْقٰى مَعَهُ احْتِمَالُ التَّاوِيْلِ وَالتَّخْصِيْصِ سَوَاءٌ انْقَطَعَ ذَالِكَ الْاِحْتِمَالُ بِبَيَانِ النَّبِيِّ (عليه السلام) بِأَنْ كَانَ مُجْمَلًا فَلَحِقَهُ بَيَانٌ قَاطِعٌ بِفِعْلِ النَّبِيِّ (عليه السلام) أَوْبِقَوْلِهٖ فَصَارَ مُفَسَّرًا أَوْبِإِيْرَادِاللّٰهِ تَعَالٰى كَلِمَةً زَائِدَةً يَنْسَدُّ بِهَا بَابُ التَّخْصِيْصِ وَالتَّاوِيْلِ......وَحُكْمُهٗ وُجُوْبُ الْعَمَلِ بِهٖ عَلٰى احْتِمَالِ النَّسْخِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے، (ب): مطلب تحریر کرنے کے بعد بتایئے کہ وضوحِ معنی کے اعتبار سے تقسیم کی کل کتنی قسمیں ہیں، ان کے نام مع تعریفات تحریر کریں، (ج): نیز تاویل و تخصیص کی تعریف اور انقطاعِ احتمال کی جو صورتیں عبارت میں مذکور ہیں ان کو مثال سے سمجھائیں۔

جواب:-(الف) ترجمہ۔

اور مفسّر وہ کلام ہے جس میں نص سے زیادہ وضاحت ہو ایسے طریقہ پر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کہ اس کے ساتھ تاویل اور تخصیص کا احتمال باقی نہ رہے برابر ہے کہ وہ احتمال رسول علیہ السلام کے بیان سے منقطع ہو اس طور پر کہ کلام مجمل تھا پھر اس کو رسول علیہ السلام کے فعل یا قول سے کوئی قطعی بیان لاحق ہو گیا پس وہ کلام مفسّر ہو گیا یا اللہ تعالیٰ کے کسی ایسے کلمۂ زائدہ کے لانے سے جس سے تخصیص اور تاویل کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور مفسر کا حکم نسخ کے احتمال کے ساتھ اس پر عمل کا واجب ہونا ہے۔

جواب:-(ب) عبارت کا مطلب ملاحظہ کیجئے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے مذکورہ عبارت میں مفسر کی تعریف مع حکم بیان کی ہے فرماتے ہیں کہ مفسر وہ کلام ہے جس میں نص سے اس قدر وضاحت ہو کہ اس میں تاویل و تخصیص کا احتمال باقی نہ رہے وہ احتمال کبھی تو رسول اللہ کے بیان سے منقطع ہو جاتا ہے اس طور پر کہ کلام پہلے مجمل تھا پھر رسول علیہ السلام کے فعل یا قول سے کوئی قطعی بیان لاحق ہو گیا یعنی رسول علیہ السلام کے فعل سے اس کی وضاحت کر دی گئی ہو یا قول سے وضاحت کر دی گئی ہو اور اس وضاحت کے بعد کلام مجمل نہ رہے گا بلکہ مفسر ہو جائے گا یعنی اس میں تاویل و تخصیص کا احتمال منقطع ہو جائے گا، اور کبھی وہ احتمال اللہ تعالیٰ کے کسی ایسے کلمۂ زائد کے لانے سے منقطع ہو جاتا ہے جس سے تاویل تخصیص کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

وحکمه الخ سے مفسر کا حکم بیان کیا ہے کہ اس کا حکم یہ ہے کہ قطعی طور سے اس پر عمل کرنا واجب ہے مگر اس احتمال کے ساتھ کہ وہ منسوخ ہو جائے یعنی مفسّر میں تاویل و تخصیص کا احتمال اگرچہ باقی نہیں رہتا لیکن منسوخ ہونے کا احتمال باقی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

رہتا ہے۔

وضو حمعنی کے اعتبار سے تقسیم ثانی کی کل کتنی قسمیں ہیں؟

ان کے نام مع تعریفات کے تحت گذر چکی ہیں۔

جواب:۔(ج) نیز تاویل و تخصیص کی تعریف اور انقطاع احتمال کی جو صورتیں عبارت میں مذکور ہیں مع امثلہ ملاحظہ کیجئے۔

تاویل: لفظ کو اس کے ظاہر سے خلافِ ظاہر کی طرف پھیرنے کا نام ہے۔

تخصیص: وہ کہلاتی ہے جو کلامِ مستقل موصول کے ذریعہ ہو۔

انقطاع احتمال کی صورتیں مع امثلہ ملاحظہ فرمائیں۔

انقطاعِ احتمال کی دو صورتیں مصنف نے بیان فرمائی ہیں۔

(۱):۔ وہ احتمال کبھی تو رسول اللہ ﷺ کے بیان سے منقطع ہو جاتا ہے اس طور پر کہ کلام پہلے مجمل تھا پھر رسول اکرم ﷺ کے فعل یا قول سے کوئی قطعی بیان لاحق ہو گیا یعنی رسولِ اکرم ﷺ کے فعل کے ذریعہ اس کی وضاحت کر دی گئی ہو یا قول کے ذریعہ وضاحت کر دی گئی ہو اور اس وضاحت کے بعد کلام مجمل نہ رہے گا بلکہ مفسر ہو جائے گا یعنی اس میں تاویل و تخصیص کا احتمال منقطع ہو جائے گا۔

مثلاً آپ ﷺ کا ارشاد " المستحاضة تتوضا لكل صلوة" یہ حدیث ہر نماز کے لئے نئے وضو کا تقاضہ کرتی ہے، خواہ اداء ہو یا قضاء پس ایک وضوء کافی ہو جائے گا ایک وقت کے لئے پس اداء کرے گی اس سے جتنے چاہے فرائض اور نوافل اور دوسری حدیث " المستحاضة تتوضا لوقت كل صلوة" میں وقت کی صراحت موجود ہے لہٰذا یہ حدیث ثابت کرتی ہے اس بات کو کہ پہلی حدیث میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لام وقت کے لئے ہے لہٰذا دوسری مفسر ہوگی اور پہلی حدیث نص ہوگی۔

(۲):-اور کبھی وہ احتمال اللہ تعالیٰ کے کسی ایسے کلمہ زائد کے لانے سے منقطع ہو جاتا ہے جس سے تاویل و تخصیص کا دروازہ بند ہو جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "فسجد الملٓئکة کلھم اجمعون الا ابلیس" مفسر کی مثال ہے یہ کلام تخصیص اور تاویل دونوں کا احتمال رکھتا ہے۔

تخصیص کا احتمال تو اس طور پر کہ "فسجد الملئکة" ملائکہ اگرچہ عام ہے اور تمام فرشتوں کو شامل ہے لیکن یہ احتمال ہے کہ سجدہ تمام فرشتوں نے کیا ہو یا تمام نے نہ کیا ہو۔

اور تاویل کا احتمال اس طور پر رکھتا ہے کہ معلوم نہیں فرشتوں نے علیحدہ علیحدہ سجدہ کیا ہے یا ایک ساتھ سجدہ کیا ہے۔

بہر حال اس کلام میں تخصیص اور تاویل دونوں کا احتمال ہے لیکن جب "الملائکة" کے بعد لفظ "کلھم" زیادہ کیا گیا تو تخصیص کا احتمال منقطع ہو گیا اور یہ ثابت ہو گیا کہ سجدہ تمام فرشتوں نے کیا ہے اور جب لفظ "اجمعون" زیادہ کیا گیا تو علیحدہ علیحدہ سجدہ کرنے کی تاویل کا احتمال ختم ہو گیا اور یہ ثابت ہو گیا کہ تمام فرشتوں نے ایک ساتھ سجدہ کیا ہے اور جب لفظ "کلھم" اور "اجمعون" سے تاویل اور تخصیص دونوں کا احتمال منقطع ہو گیا تو یہ کلام مفسر ہو گیا۔

❀❀❀

نور الانوار س:۶۸/ص:۹۴

وَأَمَّا الْمُشْكِلُ فَهُوَ الدَّاخِلُ فِيْ أَشْكَالِهٖ وَحُكْمِهٖ، اِعْتِقَادُ الْحَقِّيَّةِ فِيْمَا هُوَ الْمُرَادُ ثُمَّ الْإِقْبَالُ عَلَى الطَّلَبِ وَالتَّأَمُّلِ فِيْهِ إِلٰى أَنْ يَتَبَيَّنَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الْمُرَادُ وَقَدْ يَكُوْنُ الْإِشْكَالُ لِأَجْلِ اسْتِعَارَةٍ بَدِيْعَةٍ غَامِضَةٍ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى: "قَوَارِيْرَ مِنْ فِضَّةٍ" فِيْ وَصْفِ أَوَانِي الْجَنَّةِ فَإِنَّ فِيْهِ إِشْكَالًا مِنْ حَيْثُ أَنَّ الْقَارُوْرَةَ لَايَكُوْنُ مِنَ الْفِضَّةِ بَلْ مِنَ الزُّجَاجِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): اعتقادِ حقیقت، اقبال اور تأمل ہر ایک کی مراد لکھ کر مشکل کی تعریف کی وضاحت کیجئے نیز مشکل کی حسّی اور شرعی مثال بھی لکھئے۔ (ج): وقد یکون سے پیش کردہ اشکال کی تشریح کر کے اس کو زائل کیجئے تا کہ مراد متعین ہو جائے۔

جواب:- (الف) ترجمہ۔

اور مشکل وہ کلام ہے جو اپنے جیسے بہت سے کلاموں میں گھل مل جائے۔ اور مشکل کا حکم، اس کلام سے شارع کی مراد کے حق ہونے کا اعتقاد رکھنا ہے، پھر طلب کی طرف متوجہ ہونا اور اس میں تأمل کرنا یہاں تک کہ مراد ظاہر ہو جائے اور کبھی ایسے استعارہ کی وجہ سے اشتباہ ہو جاتا ہے جو بہت ہی نادر اور پوشیدہ ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "قواریر من فضة" جنت کے برتنوں کے اوصاف کے بیان میں ہے، پس اس میں اس اعتبار سے اشتباہ ہے کہ قارورہ چاندی کا نہیں ہوتا ہے بلکہ شیشے کا ہوتا ہے۔

جواب:- (ب) اعتقادِ حقّیت، اقبال اور تأمل ہر ایک کی مراد ملاحظہ فرمائیں۔

اعتقادِ حقّیت: سے مراد یہ ہے کہ سنتے ہی سب سے پہلے اس کلام میں اللہ تعالیٰ کی جو مراد ہے اس کے حق ہونے کا اعتقاد ہو۔

الاقبال علی الطلب: سے مراد یہ ہے کہ کلام کس کس معنی میں مستعمل ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

التأمل: سے مراد یہ ہے کہ اس جگہ معانی میں سے کون سے معنی مراد ہیں؟

مشکل کی تعریف ملاحظہ کرنے کے بعد مشکل کی حسّی اور شرعی مثال بھی ملاحظہ کیجئے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے مذکورہ عبارت میں مشکل کی تعریف اور اس کا حکم بیان کیا ہے، فرماتے ہیں کہ مشکل وہ کلام ہے جو اپنے ہم مثل کلاموں میں گھل مل جائے، حسّی مثال، جیسے: ایک ہندستانی مسلمان جو ڈاڑھی نہیں رکھتا ہے سعودی میں جا کر ڈاڑھی رکھ لے اور سعودی لباس پہن کر رہنے لگے اور انہی کی زبان اور لب ولہجہ میں گفتگو کرنے لگے تو جلدی سے کسی کو اس کا ہندوستانی ہونا معلوم نہ ہو سکے گا چہ جائیکہ اس سے معلوم نہ کر لیا جائے۔

اور شرعی کی مثال، جیسے: باری تعالیٰ: "فاتوا حرثکم أنیٰ شئتم" اس آیت میں کلمۂ انّٰی مشکل، اور یہ کبھی "من این" کے معنی میں ہوتا ہے اور کبھی "کیف" کے معنی میں آتا ہے۔

جواب:-(ج) وقد یکون سے پیش کردہ اشکال کی تشریح ملاحظہ کیجئے۔

شارح علیہ الرحمہ نے اشکال کا خلاصہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اشتباہ کبھی ایسے استعارہ کی وجہ سے ہو جاتا ہے جو استعارہ بہت نادر اور پوشیدہ ہو جاتا ہے جیسے باری تعالیٰ کے قول "قواریر من فضة" میں جنت کے برتنوں کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں مگر اس میں اشتباہ ہے اس طور پر کہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ قارورہ چاندی کا ہوتا ہے حالانکہ قارورہ چاندی کا نہیں ہوتا بلکہ شیشے کا ہوتا ہے پس جب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہم نے اس اشتباہ کو دور کرنے کے لئے غور وفکر کیا تو معلوم ہوا کہ قارورہ کی دو صفتیں ہیں ایک صفت تو اچھی ہے یعنی اس کا اس قدر صاف وشفاف ہونا کہ اندر کی چیز باہر سے نظر آجائے اور دوسری صفت بری ہے یعنی اس کا سیاہ ہونا اسی طرح چاندی کی دو صفتیں ہیں ایک اچھی صفت ہے اور دوسری بری صفت ہے پس غور وفکر کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جنت کے برتنوں کو صاف وشفاف ہونے میں قارورہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور سفید ہونے میں چاندی کے ساتھ تشبیہ دی ہے بہر حال جب قرآن کا منشاء یہ ہے تو اب یہ اشکال نہ ہوگا۔

❀❀❀

نور الانوار ص:۶۹ رص:۹۵

وَأَمَّا الْمُجْمَلُ فَمَا ازْدَحَمَتْ فِيْهِ الْمَعَانِي وَاشْتَبَهَ الْمُرَادُ بِهِ اشْتِبَاهًا لَا يُدْرَكُ بِنَفْسِ الْعِبَارَةِ بَلْ بِالرُّجُوْعِ إِلَى الْاسْتِفْسَارِ ثُمَّ الطَّلَبِ ثُمَّ التَّأَمُّلِ، ازْدِحَامُ الْمَعَانِي عِبَارَةٌ عَنْ اجْتِمَاعِهَا عَلَى اللَّفْظِ مِنْ غَيْرِ رُجْحَانٍ لِأَحَدِهِمَا.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): عبارت کی تشریح کیجئے۔

(ج): بتائیے کہ مجمل کی کتنی صورتیں ہیں؟ مع امثلہ تحریر کیجئے

جواب:- (الف) ترجمہ۔

اور بہر حال مجمل وہ کلام ہے جس میں بہت سے معانی جمع ہو گئے ہوں اور مراد اس قدر مشتبہ ہو گئی ہو کہ نفسِ عبارت سے معلوم نہ ہو سکتی ہو بلکہ متکلم سے استفسار پھر طلب پھر تامل کی طرف رجوع کرنا پڑے، معانی کے ازدحام کا مطلب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ان میں سے کسی معنی کو ترجیح دیئے بغیر لفظ میں تمام معانی کا اکٹھا ہونا ہے۔

جواب:- (ب) عبارت کی تشریح ملاحظہ فرمائیں۔

ماتن علیہ الرحمہ نے مذکورہ عبارت میں مجمل کی تعریف بیان کی ہے فرماتے ہیں کہ مجمل وہ کلام ہے جس میں بہت سے معانی کا ازدحام ہو یعنی بہت سے معنی جمع ہوں اور اس ازدحام کی وجہ سے متکلم کی مراد اس طرح مشتبہ ہو کہ نفسِ عبارت سے معلوم نہ ہو سکتی ہو بلکہ پہلے متکلم سے دریافت کرنا پڑے پھر طلب اور تامل کرنا پڑے۔

شارح علیہ الرحمہ ازدحامِ معانی کا مطلب بیان کرتے ہیں کہ ایک لفظ میں وضع کے اعتبار سے بہت سے معانی اس طور پر جمع ہوں کہ ان میں سے ایک معنی دوسرے معنی پر راجح نہ ہوں حاصل یہ کہ ازدحام معانی مجمل کی حقیقت میں داخل ہے۔

جواب:- (ج) نیز مجمل کی کتنی صورتیں ہیں؟ مع امثلہ ملاحظہ فرمائیں۔

مجمل کی تین صورتیں ہیں:

پہلی صورت: بیان شافی اور قطعی ہو: جیسے صلاۃ اور زکوۃ کہ یہ دونوں مجمل ہیں لیکن صاحب شریعت ﷺ نے اپنے اقوال وافعال کے ذریعہ ان دونوں کو قطعی طور پر ایسی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ اس میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔

دوسری صورت: بیان شافی غیر قطعی ہو: یعنی بیان شافی تو ہو مگر قطعی نہ ہو بلکہ ظنی ہو جیسے مسح رأس کے سلسلہ میں باری تعالیٰ نے فرمایا: "وامسحو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بروؤسکم" اور باء تبعیض کے لئے ہے لہٰذا بعض راس کے حق میں یہ آیت مجمل ہے۔

تیسری صورت: بیان شافی نہ ہو: جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد "وحرم الربوٰا" میں ربوٰا ہے کیونکہ ربوٰا مجمل ہے اس کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس قول سے بیان فرمایا ہے "الحنطة بالحنطة والشعير والتمر بالتمر والملح بالملح الخ.

❁❁❁

نورالانوار س: ۰۷ ر ص: ۱۰۰

وَمَتٰى أَمْكَنَ الْعَمَلُ بِهَا سَقَطَ الْمَجَازُ هٰذَا أَصْلٌ كَبِيْرٌ لَنَا يَتفَرَّعُ عَلَيْهِ كَثِيْرٌ مِنَ الْأَحْكَامِ فَيَكُوْنَ الْعَقْدُ لِمَايَنْعَقِدُ دُوْنَ الْعَزْمِ أَيْ يَكُوْنَ الْعَقْدُ الْمَذْكُوْرُ فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى" وَلٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْإِيْمَانَ" مَحْمُوْلًا عَلٰى مَايَنْعَقِدُ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): حقیقت اور مجاز کی تعریف کیجئے۔ (ج): عبارت کی واضح تشریح کرتے ہوئے تفریع کو قاعدے پر منطبق کیجئے۔

جواب:- (الف) ترجمہ۔

اور جب تک معنی حقیقی پر عمل کرنا ممکن ہوگا تو مجاز ساقط ہوجائے گا یہ ہمارا ایک بڑا اصول ہے جس پر بہت سے احکامِ شرعیہ متفرع ہوتے ہیں۔ پس "عقد" کے معنی "ماینعقد" کے ہوں گے عزم کے نہیں۔ یعنی وہ عقد جو باری تعالیٰ کے قول " ولکن یؤاخذکم الخ" میں مذکور ہے وہ "ماینعقد" پر محمول ہوگا۔

جواب:- (ج) حقیقت اور مجاز کی تعریف سوال نمبر ۸ میں گذر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

چکی ہیں ملاحظہ فرمالیں۔

جواب:۔(ج) عبارت کی تشریح ملاحظہ فرمائیں۔

مصنف نے یہاں ایک تفریعی قاعدہ بیان کیا جس پر بہت سے احکامِ شرعیہ متفرع ہوتے ہیں قاعدہ یہ ہے کہ جب تک معنی حقیقی پر عمل کرنا ممکن ہوگا اس وقت تک معنی مجازی پر عمل نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ معنی مجازی مستعار (عاریۃً لیا ہوا) ہوتا ہے اور معنی حقیقی اصل ہوتا ہے اور اصل کی موجودگی میں معنی مجازی پر عمل نہیں کیا جاتا ہے۔ اسی قاعدہ پر متفرع کرتے ہوئے ایک مسئلہ بیان کیا ہے کہ باری تعالیٰ کے قول " ولکن یواخذکم بما عقدتم الخ" میں عقد کا لفظ یمینِ منعقدہ کے لئے حقیقت ہے اور عزم کے لئے مجاز ہے لہٰذا آیت میں عقد کا لفظ صرف یمینِ منعقدہ پر محمول ہوگا اور عزم پر محمول نہیں ہوگا اس لئے مجاز حقیقت کے مزاحم نہیں ہوتا ہے۔

❁❁❁

نور الانوار س:۲۷/ص:۱۰۲

وَيَسْتَحِيْلُ اجْتِمَاعُهُمَا مُرَادَيْنِ بِلَفْظٍ وَاحِدٍ كَمَا اسْتَحَالَ أَنْ يَكُوْنَ الثَّوْبُ الْوَاحِدُ عَلَى اللَّابِسِ مِلْكًا وَعَارِيَةً فِيْ زَمَانٍ وَاحِدٍ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): عبارت کا مطلب تحریر کرنے کے بعد معنیٔ حقیقی ومجازی کے اجتماع کی اتفاقی واختلافی صورتیں بوضاحت تحریر کریں۔ (ج): کما استحال الخ کی تمثیل کو سمجھا کر تحریر کریں۔

جواب:۔(الف) ترجمہ۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور حقیقت مجاز دونوں کا اجتماع اس حال میں محال ہے کہ دونوں ایک لفظ سے مراد ہوں۔ جیسا کہ زمانِ واحد میں لابسِ واحد پر ثوبِ واحد کا ملکاً اور عاریۃً ہونا محال ہے۔

جواب:-(ب) عبارت کا مطلب ملاحظہ فرمائیں۔

اس عبارت میں مصنف علیہ الرحمہ نے حقیقت اور مجاز سے متعلق ایک مختلف فیہ مسئلہ بیان کیا ہے، متن میں "یستحیل" کا لفظ "لایجوز" کے معنی میں ہے مسئلہ یہ ہے کہ لفظِ واحد سے معنی حقیقی اور معنی مجازی دونوں کو ایک ساتھ اس طرح مراد لینا کہ دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ مستقلاً حکم متعلق ہو اور دونوں کے مجموعے یا صرف کسی ایک کے ساتھ حکم متعلق نہ ہو، جائز ہے یا نہیں اس بارے میں صاحب نور الانور نے کہا کہ احناف کے نزدیک یہ بات ناجائز ہے اور شوافع کے نزدیک جائز ہے بشرطیکہ وہ دونوں معنی کا جمع کرنا ممکن ہو۔

معنی حقیقی ومجازی کے اجتماع کی اتفاقی واختلافی صورتیں ملاحظہ کیجئے۔

شارح علیہ الرحمہ نے معنی حقیقی ومجازی کے اجتماع کی اتفاقی صورتوں کو بیان کیا ہے۔اس کی چند صورتیں ہیں:

(ا):-عمومِ مجاز کے طور پر اگر لفظ کو ایسے معنی مجازی میں استعمال کیا گیا ہو جس کا ایک فرد معنی حقیقی بھی ہو تو یہ بالاتفاق جائز ہے احناف اور شوافع اس میں متفق ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲):-اسی طرح یہ بات بھی متفق علیہ ہے کہ اگر کوئی لفظ کو معنی حقیقی اور معنی مجازی دونوں میں ایک ساتھ متصف ہو یعنی "لفظ" حقیقی بھی ہو اور مجازی بھی ہو، تو یہ ممتنع ہے یعنی بالاتفاق ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔

(۳):-اسی طرح اس بات میں بھی اتفاق ہے کہ حقیقت اور مجاز دونوں اس اعتبار سے جمع ہو سکتے ہیں، کہ لفظ دونوں کا احتمال رکھتا ہے یعنی لفظ ایک وقت میں حقیقت کا بھی احتمال رکھتا ہے اور مجاز کا بھی احتمال رکھتا ہے۔

(۴):-اور دونوں کا اس اعتبار سے جمع ہونا جائز ہے کہ لفظ بغیر اراد ے کے محض شبہ کی وجہ سے ظاہری طور پر دونوں کو شامل ہے یعنی ایسا ہو سکتا ہے کہ متکلم نے لفظ سے حقیقت اور مجاز دونوں کا ارادہ نہیں کیا مگر کسی شبہ کی وجہ سے ظاہری لفظ دونوں کو شامل ہے۔

(۵):-البتہ احناف اور شوافع کا اختلاف ایک صورت میں ہے کہ جب دونوں معنی ایک ساتھ مستقلاً مراد ہوں یعنی حقیقت کے ساتھ بھی مستقلاً حکم متعلق ہو اور مجاز کے ساتھ بھی مستقلاً حکم متعلق ہو پس امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ صورت جائز ہے اور احناف کے نزدیک ناجائز ہے۔

جواب:-(ج) "کما استحال الخ" کی تمثیل ملاحظہ فرمائیں۔

مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ایک لفظ سے معنی حقیقی اور معنی مجازی دونوں کا ایک ساتھ مراد لینا اسی طرح محال ہے جس طرح کہ ایک زمانہ میں ایک کپڑے کا ایک آدمی کے لئے ملکاً اور عاریۃً دونوں حیثیت سے پہننا محال ہے۔

شارح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ "لفظ" لباس کے درجہ میں ہے اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

معنی" لابس یعنی آدمی کے درجہ میں ہے اور مجاز ثوب مستعار (عاریت پر لئے گئے کپڑے) کے درجہ میں ہے اور حقیقت، ثوبِ مملوک (مملوکہ کپڑے) کے درجہ میں ہے پس جس طرح یہ بات محال اور ناجائز ہے کہ ایک آدمی ایک وقت میں ایک کپڑا کا مالک ہونے کی حیثیت سے بھی استعمال کرے اور مستعیر ہونے کی حیثیت سے بھی استعمال کرے، اسی طرح یہ بھی محال اور ناجائز ہے کہ ایک وقت میں ایک لفظ بطریقِ حقیقت بھی مستعمل ہو اور بطریقِ مجازی بھی مستعمل ہو۔

❁❁❁

نور الانوار ص: ۲۷۳، ص: ۱۰۴۳

حَتّٰی قُلْنَا إِنَّ الْوَصِيَّةَ لِلْمَوَالِيْ لَاتَتَنَاوَلُ مَوَالِيَ الْمَوَالِيْ وَإِذَاكَانَ لَهٗ مُعْتَقٌ وَاحِدٌ يَسْتَحِقُّ النِّصْفَ وَلَا يُلْحَقُ غَيْرُ الْخَمْرِ بِالْخَمْرِ وَلَا يُرَادُ بَنُوْابَنِيْهِ فِي الْوَصِيَّةِ لِأَبْنَائِهِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب) حقیقت اور مجاز کی تعریف اور حکم تحریر کریں۔ (ج) نیز اس ضابطہ کی وضاحت کریں جس پر مذکورہ بالا مسائل متفرع ہورہے ہیں، تینوں مسائل کی حسب بیان شارح تشریح کیجئے۔

جواب: (الف): ترجمہ۔

حتی کہ ہم نے کہا کہ موالی کے لئے وصیت موالی کے موالی کو شامل نہیں ہوتی ہے اور جب اس کا ایک آزاد کردہ غلام ہو تو وہ آدھے کا مستحق ہوگا اور غیر خمر، خمر سے لاحق نہیں ہوتا ہے اور بیٹوں کو وصیت کرنے کی صورت میں پوتے مراد نہیں ہوں گے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب:-(ب) حقیقت ومجاز کی تعریف سوال نمبر:۸ میں گذر چکی ہے اور ان کا حکم ملاحظہ کیجئے۔

حقیقت کا حکم: ماتن علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حقیقت کا حکم معنی موضوع لہ کا ثابت ہونا ہے خواہ وہ خاص ہو یا عام ہو۔

حکم مجاز: یہ ہے کہ وہ معنے جس کے لئے لفظ مجازاً استعمال کیا گیا ہے ثابت ہو خواہ وہ خاص ہو یا عام ہو۔

جواب:-(ج) اس ضابطہ کی وضاحت ملاحظہ کیجئے جس پر مسائل مذکورہ متفرع ہو رہے ہیں۔

مصنف علیہ الرحمہ ماقبل میں یہ ضابطہ بیان کیا ہے کہ ایک لفظ سے ایک وقت میں معنی حقیقی اور معنی مجازی دونوں کا مراد لینا جائز نہیں ہے۔

اسی ضابطہ پر حسب بیان شارح تشریح ملاحظہ کیجئے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے پہلا مسئلہ بیان کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنے موالی کے لئے تہائی مال کی وصیت کی تو یہ وصیت صرف موالی کو شامل ہوگی اور موالی کے موالی کو شامل نہ ہوگی اور اگر موصی کے لئے صرف ایک معتق ہو تو وہ مال وصیت یعنی تہائی مال کے آدھے کا مستحق ہوگا شارح علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ کی تفصیل یہ بیان کی ہے کہ لفظ مولی معتق بلا واسطہ اور بالواسطہ دونوں کے درمیان مشترک ہے اور کبھی اس کا استعمال معتق کے معتق پر بھی ہوتا ہے اور ایسے ہی معتق کے معتق پر بھی ہوتا ہے پس جب کسی آدمی نے اپنے موالی کے لئے وصیت کی اور اس کے لئے معتِق اور معتَق دونوں ہو تو وصیت باطل ہو جائے گی اور اگر اس کے لئے معتق نہ ہو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بلکہ معتَق اور معتِق کا معتَق ہوتو معتَق حقدار ہوگا معتِق کا معتَق حقدار نہ ہوگا کیونکہ موالی معتَق میں حقیقت ہے معتَق المعتَق میں مجاز ہے اور یہ ضابطہ گذر چکا ہے کہ مجاز حقیقت کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا۔ اب اگر موصی کا ایک معتَق ہوتو ایک تہائی کے آدھے کا حقدار ہوگا اس لئے کہ وصیت ثلث مال میں نافذ ہوتی ہے۔

<u>دوسرا مسئلہ</u>: یہ ہے کہ غیر خمر، خمر سے لاحق نہیں ہوتا ہے، یعنی خمر کے علاوہ دوسری نشہ آور چیزیں طلاء، نقیع التمر، نقیع الزبیب اور اس کے علاوہ حرمت اور حد واجب کرنے کے اعتبار سے خمر کے ساتھ لاحق نہیں ہوتیں اس لئے کہ خمر اسکا ایک قطرہ پینے سے ہی حد واجب ہو جاتی ہے اور اس کا ایک قطرہ بھی حرام ہے اور خمر کے علاوہ چیزیں جب تک نشہ آور نہ ہو نہ حرام ہوتی ہیں اور نہ موجب حد ہوتی ہیں بہر حال اگر خمر کو غیر خمر کے ساتھ لاحق کیا جائے تو غیر خمر کا حکم وہی قرار دیا جائے گا جو خمر کا ہے تو اس صورت حقیقت میں ومجاز کا جمع کرنا لازم آئے گا حلانکہ احناف کے نزدیک حقیقت اور مجاز کا جمع کرنا ناجائز ہے۔

<u>تیسرا مسئلہ</u>: یہ ہے کہ اگر کسی نے ابنائے عمر کے لئے وصیت کی اور عمر کے بیٹے اور پوتے دونوں موجود ہیں تو اس کی وصیت میں صرف بیٹے داخل ہوں گے اور پوتے داخل نہیں ہوں گے۔ کیونکہ لفظ ''ابن'' بیٹے کے لئے حقیقت ہے اور پوتے کے لئے مجاز ہے اور یہ بات آچکی ہے کہ حقیقت اور مجاز دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے۔

❀❀❀

<u>نورالانوار رس: ۴۷ رص: ۱۰۳</u>

وَلَا يَلْحَقُ غَيْرُ الْخَمْرِ بِالْخَمْرِ يَعْنِي لَا يَلْحَقُ غَيْرُ الْخَمْرِ مِنْ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

أَخْوَاتِهَا وَ هِيَ الطِّلاءُ وَ نَقِيْعُ التَّمْرِ وَ نَقِيْعُ الزَّبِيْبِ وَ نَحْوَهُ مِنْ سَائِرِ الْمُسْكِرَاتِ بِالْخَمْرِ مِنْ حَيْثُ الْحُرْمَةِ وَ إِيْجَابِ الْحَدِّ وَ الْخَمْرُ هُوَ النَّيُّ مِنْ مَاءِ الْعِنَبِ إِذَا غَلَا وَ اشْتَدَّ وَ قَذَفَ بِالزَّبَدِ۔

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔(ب) خمر کی تعریف اور اس کے مصداق کے سلسلہ میں ہمارا اور امام شافعی کا اختلاف واضح کیجئے اور عبارت کو حل کرتے ہوئے وضاحت کیجئے کہ مذکورہ اختلاف کس اصولی اختلاف پر مبنی ہے۔(ج) نیز طلاء، نقیع التمر اور نقیع الزبیب کی تعریف کیجئے۔

جواب:-الف: ترجمہ۔

اور غیر خمر، خمر سے لاحق نہیں ہوتا ہے یعنی خمر کے علاوہ دوسری نشہ آور چیزیں طلاء، نقیع التمر، نقیع الزبیب اور اس کے علاوہ چیزیں حرمت اور حد واجب کرنے کے اعتبار سے خمر کے ساتھ لاحق نہیں ہوتیں، اور خمر انگور کا وہ کچا پانی ہے جو خوب جوش مارنے لگے اور شدت پیدا ہو جائے اور جھاگ پھینک نے لگے۔

جواب:-(ب) خمر کی تعریف اور اس کے مصداق کے سلسلہ میں احناف اور امام شافعیؒ کا اختلاف ملاحظہ فرمائیں۔

خمر کی تعریف: شارح نے یہ بیان کی ہے کہ انگور کا وہ کچا پانی ہے جو خوب جوش مارنے لگے اور شدت پیدا ہو جائے اور جھاگ پھینکنے لگے۔

خمر کے مصداق کے سلسلہ میں احناف اور امام شافعیؒ کا اختلاف ہے۔

احناف کے نزدیک خمر کا مصداق خالص انگور کا وہ کچا پانی ہے جو جوش مارنے لگے اور اس میں شدت پیدا ہو جائے اور وہ جھاگ پھینکنے لگے۔اس کا قلیل و کثیر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دونوں حرام ہے۔

اور امام شافعیؒ کے نزدیک خمر کا مصداق ہر نشہ آور چیز ہے خواہ انگور کا رس ہو یا اس کے علاوہ ہو اور اس کا قلیل اور کثیر سب حرام ہے۔

عبارت کا مطلب۔

مصنف علیہ الرحمہ مذکورہ عبارت میں ایک تفریعی مسئلہ بیان کیا ہے جس کی تفصیل: سوال نمبر: ۷۳ میں دوسرے مسئلہ کے تحت آچکی ہے۔

جواب:۔ (ج) طلاء، نقیع التمر، اور نقیع الزبیب کی تعریف ملاحظہ فرمائیں۔

طلاء: انگور کا وہ شیرہ کہلاتا ہے جس کو اس قدر پکایا جائے کہ اس کا دو تہائی سے کم ختم ہو کر ایک تہائی سے زیادہ رہ گیا ہو اور وہ نشہ آور ہو گیا ہو۔

نقیع التمر: اگر پانی میں چھوہارے ڈال کر چھوڑ دیا جائے اور وہ جوش مار کر جھاگ پھینکنے لگے تو اسؤ میں نشہ پیدا ہو جاتا ہے جس کو نقیع تمر کہا جاتا ہے۔

نقیع الزبیب: اگر پانی میں خشک انگور ڈال کر چھوڑ دیا جائے اور وہ جوش مار کر جھاگ پھینکنے لگے تو اس میں نشہ پیدا ہو جاتا ہے اس کو نقیعِ زبیب کہا جاتا ہے۔

❀❀❀

نور الانوار س: ۷۵ ر ص: ۱۰۴

وَفِي الْاسْتِيْمَانِ عَلَى الْأَبْنَاءِ وَالْمَوَالِيْ تَدْخُلُ الْفُرُوْعُ؛ لِأَنَّ ظَاهِرَ الْاسْمِ صَارَ شُبْهَةً فِي حَقْنِ الدَّمِ، بِخِلَافِ الْاسْتِيْمَانِ عَلَى الْآبَاءِ وَالْأُمَّهَاتِ حَيْثُ لَا يَدْخُلُ الْأَجْدَادُ وَالْجَدَّاتُ؛ لِأَنَّ ذَا طَرِيْقِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

التَّبْعِيَّةِ فَيَلِيْقُ بِالْفُرُوْعِ دُوْنَ الْأُصُوْلِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): بتایئے کہ حقیقت اور مجاز دونوں ایک لفظ سے ایک ساتھ مراد لئے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ عبارت میں دو اعتراض اوران کے جواب ذکر کئے گئے ہیں آپ دونوں اعتراض وجواب کو سمجھا کر تحریر کریں۔ (ج): اور بتایئے کہ عبارت میں اصول وفروغ سے کیا مراد ہے؟

جواب:- (الف) ترجمہ۔

اور ابناء اور موالی پر امن طلب کرنے کی صورت میں فروع داخل ہوجاتے ہیں اس لئے کہ ظاہرِ اسم حفظِ دم میں شبہ ہوگیا برخلاف آباء اور امّہات پر امان طلب کرنے کے کہ اجداد اور جدّات داخل نہیں ہوتے اس لئے کہ یہ بطریقِ تبعیت ہے لہٰذا یہ فروع کے مناسب ہوگا نہ کہ اصول کے۔

جواب:- (ب) حقیقت اور مجاز دونوں ایک لفظ سے ایک ساتھ مراد لئے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

حقیقت اور مجاز دونوں کا ایک لفظ سے ایک ساتھ مراد لینا ناجائز ہے۔

مذکورہ عبارت میں دو اعتراض مع جواب ذکر کئے گئے ہیں آپ دونوں کو مع جواب ملاحظہ کیجئے۔

اعتراض (۱): یہ ہے کہ اگر کسی حربی نے امام المسلمین سے ابناء پر امن طلب کیا اور یوں کہا "آمنونا علٰی ابنائنا" اور یہ کہا "آمنو علٰی موالینا" ہم کو ہمارے ابناء پر امن دے دو، تو اس امان میں ابناء اور ابناء الابناء دونوں داخل ہوجاتے ہیں اسی طرح موالی اور موالی کے موالی دونوں داخل ہوجاتے ہیں یعنی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یہ امان دونوں کو حاصل ہو جاتا ہے حالانکہ لفظ ابناء ((بیٹوں) کے لئے حقیقت ہے اور ابناء الابناء ((پوتوں) کے لئے مجاز ہے اسی طرح لفظ موالی معتَق کے لئے حقیقت ہے اور موالی الموالی کے لئے مجاز ہے پس اس سے حقیقت اور مجاز کا اجتماع لازم آئے گا حالانکہ دونوں کا اجتماع احناف کے نزدیک ناجائز ہے۔

جواب: جس کو مصنف علیہ الرحمہ نے بذاتِ خود بیان فرمایا یہ ہے کہ مذکورہ امان، ابناء (بیٹوں) اور موالی (معتَق) کو بالذات اور بالارادہ شامل ہوگا مگر چونکہ لفظ ابناء بظاہر ابناء الابناء (پوتوں) کو بھی شامل ہے جیسا کہ ''یا بنی آدم'' میں آدم کے پوتے بھی داخل ہیں اور موالی کا لفظ عرفاً موالی کے موالی پر بھی بولا جاتا ہے اس لئے احتیاطاً حفظ دم میں ابناء کے ابناء اور موالی کے موالی بلا ارادہ داخل رہیں گے۔ بہرحال مذکورہ مسئلہ میں ابناء اور موالی تو امان میں بالارادہ داخل ہیں اور ابناء الابناء اور موالی الموالی بلا ارادہ محض شبہ کی وجہ سے احتیاطاً داخل ہیں۔ اور حقیقت اور مجاز کا اجتماع اس وقت ناجائز ہے جبکہ دونوں کا ارادہ کیا گیا ہو اور یہاں چونکہ دونوں کا ارادہ نہیں کیا گیا بلکہ فقط حقیقت کا ارادہ کیا گیا ہے اور مجاز یعنی پوتے اور موالی کے موالی بغیر ارادے کے داخل ہو گئے اس لئے امان میں ابناء اور ابناء الابناء اور موالی اور موالی کے موالی کا داخل ہونا ناجائز نہ ہوگا بلکہ جائز ہوگا۔

اعتراض (۲): یہ ہے کہ آپ نے ابناء الابناء کو ابناء کے امان میں اور موالی الموالی کو موالی کے امان میں احتیاطاً داخل کیا ہے پس اسی طرح جب آباء کے لئے امان طلب کیا جائے تو اس امان میں احتیاطاً مذکورہ شبہ کے اعتبار کرتے ہوئے اجداد (دادا اور نانا) کو بھی داخل ہونا چاہئے اور امہات کے لئے امان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طلب کرنے کی صورت میں جدات (دادی اور نانی) کو بھی داخل ہونا چاہئے تھا حالانکہ آپ کے نزدیک اجداد، اباء کے لئے طلب کردہ امان میں داخل نہیں ہوتے اور نہ جدات، امہات کے لئے طلب کردہ امان میں داخل ہوتی ہیں۔

جواب: یہ ہے کہ آباء کے لئے طلب کردہ امان میں اجداد کا داخل نہ ہونا اور امہات کے لئے طلب کردہ امان میں جدات کا داخل نہ ہونا اس لئے ہے کہ آباء کا ظاہری تناول اجداد پر اور امہات کا ظاہری تناول جدات پر تابع ہونے کے طور پر ہے لہٰذا آباء کے لئے طلب کردہ امان میں اجداد کا داخل ہونا اور امہات کے لئے طلب کردہ امان میں جدات کا داخل ہونا بطریق تبعیت ہوگا یعنی اس دخول میں اجداد، آباء کے تابع ہوں گے اور جدات، امہات کے تابع ہوں گی لہٰذا یہ فروع کے مناسب ہوگا نہ کہ اصول کے اور یہ قاعدہ ہے کہ فروع تو اصول کے تابع ہوسکتے ہیں لیکن اصول فروع کے تابع نہیں ہوسکتے۔

جواب:-(ج) مذکورہ عبارت میں اصول اور فروع سے کیا مراد ہے؟ ملاحظہ کیجئے۔

مذکورہ عبارت میں اصول فروع سے مراد: باپ، ماں، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ ہیں اور فروع سے مراد بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی وغیرہ ہیں۔

❀❀❀

نور الانوار رس:۷۶رص:۱۱۱

وَإِذَا كَانَتِ الْحَقِيقَةُ مُتَعَذِّرَةً أَوْ مَهْجُوْرَةً صِيْرَ إِلَى الْمَجَازِ كَمَا إِذَا حَلَفَ لَا يَأْكُلُ مِنْ هٰذِهِ النَّخْلَةِ، أَوْ لَا يَضَعُ قَدَمَهُ فِيْ دَارِ فُلَانٍ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔(ب): حقیقتِ متعذرہ اور حقیقتِ مہجورہ کا مطلب مع امثلہ پیش کیجئے۔(ج): نیز شرح کی روشنی میں ان کے مجازی معنی کی وضاحت کریں۔

جواب:-(الف) ترجمہ۔

اور جب حقیقت متعذرہ ہو یا مہجور ہو تو مجاز کی طرف رجوع کیا جائے گا جیسا کہ جب کوئی قسم کھائے کہ وہ اس کھجور کے درخت سے نہ کھائے گا یا اپنا قدم فلاں کے گھر میں نہیں رکھے گا۔

جواب:-(ب) حقیقتِ متعذرہ اور حقیقتِ مہجورہ کا مطلب مع امثلہ ملاحظہ کیجئے۔

حقیقتِ متعذرہ: کا مطلب یہ ہے کہ جس کی طرف بغیر مشقت کے رسائی ممکن نہ ہو اس کی مثال بیان کرتے ہوئے مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے کہا "واللہ لا آکل من ھٰذہ النخلۃ" خدا کی قسم میں اس درخت سے نہیں کھاؤں گا اس مثال میں حقیقت یعنی بعینہٖ کھجور کے درخت کا کھانا متعذر ہے۔

حقیقتِ مہجورہ: کا مطلب یہ ہے کہ جس کی طرف رسائی تو ممکن ہو لیکن لوگوں نے اس کو عملاً ترک کر دیا ہو، اس کی مثال میں مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اگر کسی نے کہا "واللہ لا اضع قدمی فی دار فلان" بخدا میں فلاں کے گھر میں قدم نہیں رکھوں گا تو یہ کلام دخول پر محمول ہوگا کیونکہ اس کلام کی حقیقت یہ ہے کہ بغیر مکان میں داخل ہوئے اپنا ننگا قدم باہر سے مکان میں داخل کر دے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یعنی پورا جسم چوکھٹ سے باہر رہے اور صرف ننگا پاؤں چوکھٹ کے اندر داخل کردے اور ایسا کرنا ممکن بھی ہے لیکن لوگوں کے عرف میں یہ معنی متروک ہیں یعنی عرف میں یہ معنی مرادنہیں ہوتے۔

جواب:-(ج) نیز شرح کی روشنی میں ان کے مجازی معنی کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی مثال کے مجازی معنی یہ ہیں کہ اگر وہ درخت پھل دار ہوتو اس درخت کے پھل اس کے مجازی معنی ہوں گے۔اور اگر وہ درخت پھل دار نہ ہوا تو اس کی وہ قیمت جو بیع سے حاصل ہوتی ہے اس کے مجازی معنی ہوں گے۔دوسری مثال کے مجازی معنی دخول کے ہیں یعنی عرف میں وضع قدم سے دخول مراد ہوتا ہے دخول سوار ہوکر ہو یا پیادہ ہو یا ننگے پاؤں ہو یا جوتے پہن کر ہو۔

❁❁❁

نورالانوار ص:۱۱۵/س:۷

وَالْحَقِيْقَةُ تُتْرَكُ بِدَلَالَةِ الْعَادَةِ كَالنَّذْرِ بِالصَّلَاةِ وَالْحَجِّ؛ فَإِنَّ الصَّلٰوةَ فِي اللُّغَةِ الدُّعَاءُ كَمَا فِيْ قَوْلِهِ تَعَالىٰ: يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ" وَقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَإِذَا كَانَ صَائِماً فَيُصَلِّ أَيْ لِيَدْعُ ثُمَّ نُقِلَتْ إِلَى الْأَرْكَانِ الْمَعْلُوْمَةِ وَالْعِبَادَةِ الْمَعْهُوْدَةِ وَهُجِرَ مَعْنَاهُ الْأَوَّلُ فَإِنْ قَالَ أَحَدٌ: "لِلّٰهِ عَلَيَّ أُصَلِّيَ" تَجِبُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ لَا الدُّعَاءُ.

(الف):اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔(ب):عبارت کی وضاحت کیجئے۔(ج): نیز ترکِ حقیقت کی وجوہِ خمسہ میں سے کم از کم دو وجہ مع امثلہ تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب:-(الف) ترجمہ۔

اور متروک ہوتی ہے دلالت عادت کی وجہ سے جیسے نماز اور حج کی نذر کیونکہ لغت میں صلاۃ کے معنی دعا کے ہیں جیسا کہ باری تعالیٰ کے قول "یایھا الذین اٰمنو صلو علیه" اور حضور ﷺ کے قول "واذا کان صائما فلیصل" میں ہیں یعنی "لیدع" چاہئے کہ دعا کرے، پھر صلاۃ کو ارکانِ معلومہ اور عبات معینہ کی طرف نقل کر لیا گیا اور اس کا پہلا معنی چھوڑ دیا گیا، پس اگر کوئی شخص "لله علی أن أصلی" کہے تو اس پر نماز واجب ہوگی نہ کہ دعاء۔

جواب:-(ب) عبارت کا مطلب ملاحظہ کیجئے۔

مصنف علیہ الرحمہ مذکورہ عبارت میں ان قرائن اور مواضع کی پہلی قسم بیان کرنا چاہتے ہیں جن کی وجہ سے حقیقت کو چھوڑ کر مجاز پر عمل کیا جاتا ہے فرماتے ہیں کہ کبھی حقیقت محض دلالتِ عادت کی وجہ سے متروک ہو جاتی ہے اور مجاز پر عمل کیا جاتا ہے دلالتِ عادت کا مطلب یہ ہے کہ الفاظ کے استعمال اور لفظ سے معنی سمجھنے میں انسان کی جو عادت ہوتی ہے اس عادت کے دلالت کرنے کی وجہ سے معنی حقیقی متروک ہو جاتے ہیں اور معنی مجازی پر عمل کیا جاتا ہے مثلاً اگر کسی شخص نے صلاۃ اور حج کی نذر کی تو اس سے صلاۃِ مخصوصہ (قیام، قراءت وغیرہ) اور شعائرِ معلومہ کا ادا کرنا لازم ہوگا۔

کیونکہ لغت میں صلاۃ کے معنی دعا کے ہیں جیسا کہ باری تعالیٰ کو قول "یا یھا الذین آمنو صلو الخ" میں اور آپ ﷺ کے قول "واذا کان صائما فلیصل" میں صلاۃ کے معنی دعاء کے ہیں پھر صلاۃ کے معنی ارکانِ معلومہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور عبادتِ معینہ (نماز) کی طرف نقل کر لئے گئے اور لغوی معنی (دعاء) چھوڑ دیئے گئے پس اگر کسی نے "للہ علي أن أصلي" کہا تو اس پر نماز واجب ہوگی دعاء واجب نہ ہوگی یعنی عادت اور عرف کی دلالت سے معنی حقیقی (دعاء) متروک ہوں گے اور معنی مجازی (ارکانِ معلومہ) پر عمل کرنا واجب ہوگا کیونکہ اہلِ اسلام کی عادت یہ ہے کہ وہ عباداتِ معلومہ (نماز) کی نذر کرتے ہیں دعاء کی نذر نہیں کرتے۔ اسی طرح لغت میں حج کے معنی مطلقاً قصد کے ہیں پھر شریعت نے اس کو ان مناسکِ معلومہ کی طرف نقل کر لیا جو مکہ میں ہوتے ہیں پس اگر کوئی شخص "للہ علی ان احج" کہے تو اس پر عباداتِ معلومہ یعنی حج واجب ہوگا۔

جواب:- (ج) ترک حقیقت کی وجوہ خمسہ میں سے کم از کم دو وجہ مع امثلہ ملاحظہ فرمائیں۔

ایک وجہ مع مثال مطلب کے ضمن میں وضاحت کے ساتھ آچکی ہے۔

جن مواقع پر حقیقت متروک ہوتی ہے ان میں سے دوسری وجہ یہ ہے کہ کبھی محل کلام کے دلالت کرنے کی وجہ سے حقیقت متروک ہو جاتی ہے اور محل کلام کے دلالت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ محل اس کلام کے حقیقی معنی کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے اور حقیقی معنی کی صلاحیت نہ رکھنے کی وجہ سے ایسی ذات میں کذب لازم آتا ہے جو ذات کذب سے معصوم ہے لہٰذا ایسے کلام کو مجاز پر محمول کیا جائے گا جیسے رسول اللہ ﷺ کا قول "إنما الاعمال بالنيات"

کیونکہ حدیث کے صحیح معنی یہ ہیں کہ جوارح اور اعضاء کے افعال واعمال

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نیتوں پر موقوف ہیں حالانکہ یہ خلاف واقع اور جھوٹ ہے اس لئے کہ بہت سے کام بغیر نیت کے بھی واقع ہو جاتے ہیں۔ پس حدیث کو حقیقی معنی پر محمول کرنے کی صورت میں چونکہ آپ ﷺ کا کاذب ہونا لازم آتا ہے اس لئے اس حدیث کو مجازی معنی پر محمول کیا جائے گا۔

❁❁❁

نور الانوار ص:۸۷/ص:۱۱۹

فَالْوَاوُ لِمُطْلَقِ الْعَطْفِ مِنْ غَيْرِ تَعَرُّضٍ لِمُقَارَنَةٍ وَلَا تَرْتِيْبٍ وَ فِيْ قَوْلِهِ لِغَيْرِ الْمَوْطُوْءَةِ إِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَأَنْتِ طَالِقٌ وَ طَالِقٌ وَ طَالِقٌ إِنَّمَا تُطْلَقُ وَاحِدَةً عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ ،لِأَنَّ مُوْجَبَ هٰذَا الْكَلَامِ الْإِفْتِرَاقُ فَلَا يَتَغَيَّرُ بِالْوَاوِ وَ قَالَا :مَوْجَبُهُ الْاِجْتِمَاعُ فَلَا يَتَغَيَّرُ بِالْوَاوِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔(ب) عبارت کا مطلب تحریر کیجئے۔(ج) فی قولہ لغیر الموطوءۃ الخ سے جس اعتراض و جواب کا ذکر ہے اس سے تحریر کریں۔

جواب:-(الف) ترجمہ۔

پس واو مقارنت اور ترتیب کے درپے ہوئے بغیر مطلق عطف کے لئے ہے اور غیر موطوءہ سے شوہر کے اس قول میں کہ اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تو مطلقہ ہے اور مطلقہ ہے اور مطلقہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوگئی اس لئے کہ اس کلام کا مقتضی طلاقوں کا الگ الگ ہونا ہے لہٰذا وہ واو کی وجہ سے متغیر نہ ہوگا اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اس کلام کا مقتضی طلاقوں کا اکٹھا ہونا ہے لہٰذا وہ واو کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وجہ سے متغیر نہ ہوگا۔

جواب:-(ب) عبارت کا مطلب ملاحظہ فرمائیں۔

مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ کلمہ واؤ مطلق عطف یعنی مطلق شرکت کے لئے آتا ہے اس کے معنی میں نہ مقارنت ملحوظ ہوتی ہے اور نہ ترتیب ملحوظ ہوتی ہے مقارنت کا مطلب ہے دو چیزوں کا ایک زمانہ میں جمع ہونا ورترتیب کا مطلب ہے حرف عطف کے مابعد کا اس کے ماقبل سے زمانہ میں مؤخر ہونا۔ بہر حال واؤ کے ذریعہ اگر ایک مفرد کا دوسرے مفرد پر عطف کیا گیا ہوتو شرکت صرف محکوم علیہ میں ہوگی۔ اور اگر واؤ کے ذریعہ ایک جملہ کا عطف دوسرے جملہ پر کیا گیا ہوتو شرکت صرف ثبوت اور وجود میں ہوگی۔

الحاصل "واؤ" نہ مقارنت پر دلالت کرتا ہے اور نہ ترتیب پر۔ یہی مذہب احناف کا ہے اور یہی عام اہل لغت کا مذہب ہے۔

جواب:-(ج) وفي قوله لغير الموطوءة الخ سے جس اعتراض و جواب ہے اس کو ملاحظہ فرمائیں۔

اس عبارت میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے جو احناف پر وارد ہوتا ہے۔

سوال: یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی غیر مدخول بہا بیوی سے کہا "إن دخلت الدار فانت طالق و طالق و طالق" یعنی تین طلاقوں کو دخول دار پر معلق کیا گیا اور تینوں کو حرف عطف واؤ کے ساتھ ذکر کیا گیا تو اس صورت میں وجودِ شرط کے وقت حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک تین طلاق واقع ہوتی ہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واؤ ترتیب کے لئے ہے چنانچہ پہلی طلاق تنہا واقع ہو جاتی ہے اور دوسری اور تیسری کے لئے محل باقی نہیں رہتا۔ اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک واؤ مقارنت کے لئے ہے چنانچہ تین طلاقیں ایک ساتھ واقع ہو جاتی ہیں اور محل ان تینوں کو قبول کرتا ہے اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ امام صاحب کے نزدیک واؤ ترتیب کے لئے ہے حالانکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ واؤ کے معنی میں ترتیب کے قائل نہیں ہیں، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک مذکورہ واؤ مقارنت کے لئے ہے چنانچہ ان کے نزدیک مذکورہ کلام سے تین طلاقیں ایک ساتھ واقع ہو جاتی ہیں تین طلاقوں کا ایک ساتھ واقع ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ واؤ مقارنت کے لئے ہے حالانکہ صاحبین کے نزدیک واؤ مقارنت کے لئے نہیں آتا ہے۔

جواب: یہ ہے کہ مذکورہ مثال "إن دخلت الدار الخ" میں دخول دار کے وقت امام صاحب کے نزدیک ایک طلاق کا واقع ہونا اور صاحبین کے نزدیک تین کا واقعہ ہونا اس لئے نہیں ہے کہ امام صاحب کے نزدیک واؤ ترتیب کے لئے ہے اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک مقارنت کے لئے جیسا کہ معترض کا گمان ہے بلکہ اس لئے ہے کہ امام صاحب کے نزدیک اس کلام کا موجب اور مقتضی افتراق ہے یعنی طلاقوں کے درمیان ترتیب واؤ سے پیدا نہیں ہوئی بلکہ طلاقوں کے یکے بعد دیگرے ایسے طور پر ذکر کرنے سے پیدا ہوئی ہے کہ طلاق اول بلا واسطہ شرط پر معلق ہے اور طلاقِ ثانی، طلاقِ اول کے واسطہ سے معلق ہے اور طلاقِ ثالث، طلاقِ اول اور طلاقِ ثانی کے واسطہ سے معلق ہے۔

اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک اس کلام کا موجب اجتماع ہے اور اجتماع

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کلمہ واؤ کی وجہ سے متغیر نہیں ہوتا اس لئے کے واؤ مطلق جمع کے لئے آتا ہے۔

❀❀❀

نور الانوار س: ۹ ۷ ص: ۱۲۴

وَتُسْتَعَارُ أَيْ "الْفَاءُ" بِمَعْنَى الْوَاوِ فِيْ قَوْلِهِ: "لَهُ عَلَيَّ دِرْهَمٌ فَدِرْهَمٌ" حَتّٰى لَزِمَهُ دِرْهَمَانِ بَيَانٌ لِلْمَعْنَى الْمَجَازِيِّ فِي الْفَاءِ بَعْدَ بَيَانِ حَقِيْقَتِهَا؛ لِأَنَّ الْفَاءَ فِي قَوْلِهِ "فَدِرْهَمٌ" لَايُمْكِنُ أَنْ تَكُوْنَ لِلتَّعْقِيْبِ إِذِ التَّعْقِيْبُ إِنَّمَا يَكُوْنُ فِي الْأَعْرَاضِ دُوْنَ الْاَعْيَانِ، وَالدِّرْهَمُ عَيْنٌ لَايَتَصَوَّرُ فِيْهِ التَّعْقِيْبُ إِلَّا بِسَبَبِ الْوُجُوْبِ فِي الذِّمَّةِ، وَالْحَالُ أَنَّهُ لَمْ يُبَاشِرْ سَبَبًا آخَرَ بَعْدَ التَّكَلُّمِ بِالدِّرْهَمِ حَتّٰى يَكُوْنَ وُجُوْبُ هٰذَا عَقِيْبَ الْأَوَّلِ فَلَا بُدَّأَنْ يَكُوْنَ بِمَعْنَى الْوَاوِ فَيَلْزَمُهُ دِرْهَمَانِ وَقَالَ الشَّافِعِيْ (رحمة الله) لَمَّا لَمْ يَسْتَقِمْ مَعْنَى الْفَاءِ جَعَلَ تَاكِيْدًا لَمَّا قَبْلَهُ كَانَهُ قِيْلَ فَهُوَ دِرْهَمٌ فَيَلْزَمُهُ دِرْهَمٌ وَاحِدٌ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): مطلب تحریر کریں۔ (ج): فاء کے حقیقی معنی سمجھ کر معنی حقیقی مراد لئے جانے کی وجہ تحریر کریں۔

جواب:- (الف) ترجمہ۔

اور کلمہ فاء مُقِر کے قول "له عليّ درهم فدرهم" میں واؤ کے معنی مستعار ہے حتیٰ کہ اس پر دو درہم لازم ہوں گے یہ کلمہ فاء کے حقیقی معنی بیان کرنے کے بعد مجازی معنی کا بیان ہے کیونکہ مُقِر کے قول فدرهم میں کلمہ فاء کا تعقیب کے لئے ہونا ممکن نہیں ہے اس لئے کہ تعقیب اعراض میں ہوتی ہے نہ کہ اعیان میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور درہم عین ہے اس میں تعقیب متصور نہیں ہوسکتی مگر ذمہ میں واجب ہونے کے سبب سے، حالانکہ اس مُقِر نے تکلم بالدرہم کے بعد کسی دوسرے سبب کا ارتکاب نہیں کیا ہے یہاں تک کہ اس کا وجوب اول کے بعد ہو پس ضروری ہے کہ فاء واؤ کے معنی میں ہو پس مُقِر پر دو درہم لازم ہوں گے اور شافعی نے فرمایا ہے چونکہ فاء کے معنی درست نہیں ہیں اس لئے اس کو ماقبل کی تاکید قرار دیا گیا گویا کہا گیا فھو درہم پس مُقِر پر ایک درہم لازم ہوگا۔

جواب:-(ب) عبارت کا مطلب ملاحظہ کیجئے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے عبارت میں فاء کے مجازی معنی کو بیان کیا ہے فرمایا کہ کلمۂ فاء واؤ کے معنیمیں مستعار ہوتا ہے یعنی کلمۂ فاء کو مجازاً واؤ کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے چنانچہ اگر کسی نے دوسرے شخص کے لئے اقرار کرتے ہوئے کہا" لہ علی درھم فدرھم" تو یہ فاء واؤ کے معنی میں ہوگا اور مقر پر دو درہم لازم ہوں گے کیونکہ اس کے قول "فدرہم" میں کلمہ فاء کا تعقیب کے لئے ہونا ممکن نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تعقیب اعراض میں ہوتی ہے نہ کہ اعیان میں اور درہم عین ہے اس میں تعقیب متصور نہیں ہوسکتی ہاں وجوب فی الذمہ کے سبب سے تعقیب ہوسکتی ہے یعنی یہ ہوسکتا ہے کہ ایک سبب سے ایک درہم واجب ہوا ہو اس کے بعد دوسرے سبب سے ذمہ میں دوسرا درہم واجب ہوا ہو تو اس طرح تعقیب متحققہوسکتی ہے لیکن یہاں مُقِر نے چونکہ تکلم بالدرہم کے علاوہ کسی دوسرے سبب کا ارتکاب نہیں کیا ہے کہ پہلے درہم کے بعد دوسرے درہم کا وجوب ہو اس لئے یہاں کلمۂ فاء کا تعقیب کے لئے ہونا ممکن نہ ہوگا اور جب کلمۂ فاء کی حقیقت یعنی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس کا تعقیب کے لئے ہونا ممکن نہیں ہے تو اس فاء کو مجاز اً واو کے معنی میں لینا ضروری ہوگا گویا اس نے کہا "له علی درهم ودرهم "اور جب کلمۂ فاء واؤ کے معنی میں ہے تو واؤ عطف کے لئے ہوگا اور معطوف معطوف علیہ کا غیر ہوتا ہے لہٰذا دوسرا درہم پہلے کا غیر ہوگا اور مُقِر پر دو درہم لازم ہوں گے اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب فاء کے حقیقی معنی درست نہیں ہیں تو اس کو ماقبل کی تاکید قرار دیا جائے گا گویا اس نے یوں کہا "له علی درهم وهو درهم" اور تاکید کی صورت میں درہم ایک ہوگا نہ کہ دو لہٰذا اس مُقِر پر ایک درہم واجب ہوگا۔

<u>جواب:- (ج) فاء کے حقیقی معنی اور معنی حقیقی مراد نہ لئے جانے کی وجہ ملاحظہ فرمائیں۔</u>

<u>فاء کے حقیقی معنی:</u> یہ ہیں کہ فاء آتا ہے وصل مع التعقیب کے لئے۔

معنی حقیقی مراد نہ لئے جانے کی وجہ مطلب کے تحت وضاحت کے ساتھ گذر چکی ہے۔

❀❀❀

<u>نور الانوار ، س: ۸۰ ر ص: ۱۲۴</u>

وَثُمَّ لِلتَّرَاخِي بِمَنْزِلَةِ مَالَوْ سَكَتَ ثُمَّ اسْتَأْنَفَ هٰذَا هُوَالْكَامِلُ فِي التَّرَاخِي وَهُوَ مَذْهَبُ أَبِي حَنِيْفَةَ لِأَنَّ التَّرَاخِيَ فِي الْحُكْمِ مَعَ الْوَصْلِ فِي التَّكَلُّمِ مُمْتَنِعٌ فِي الْإِنْشَاءَاتِ وَعِنْدَهُمَا التَّرَاخِي فِي الْحُكْمِ مَعَ الْوَصْلِ فِي التَّكَلُّمِ عَمَلًا بِالظَّاهِرِ لِأَنَّ ظَاهِرَ اللَّفْظِ مَوْصُوْلٌ مَعَ الْأَوَّلِ وَالْعَطْفُ لَا يَصِحُّ مَعَ الْانْفِصَالِ فَكَانَ الْأَوْلٰى

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

هُوَ التَّرَاخِيْ فِي الْحُكْمِ فَقَطْ حَتّٰى إِذَا قَالَ لِغَيْرِ الْمَدْخُوْلِ بِهَا أَنْتِ طَالِقٌ ثُمَّ طَالِقٌ إِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَعِنْدَهٗ يَقَعُ الْأَوَّلُ وَيَلْغُوْ مَا بَعْدَهٗ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): الکامل فی التراخي کی وضاحت کریں اور فی الانشاءات کی قید کا فائدہ لکھ کر مطلب تحریر کریں۔ (ج): نیز ثم کے بارے میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین رحمہما اللہ کے اختلاف مع دلائل وثمرۂ اختلاف تحریر کریں۔

جواب:- (الف) ترجمہ

اور ثم تراخی کے لئے ہے، اس مرتبہ میں کہ اگر وہ سکوت کرے، پھر شروع کرے، یہی تراخی میں کامل ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے کیونکہ حکم میں تراخی تکلم میں وصل کے ساتھ انشاءات میں ممنوع ہے اور صاحبین کے نزدیک ظاہر پر عمل کرتے ہوئے تکلم میں وصل کے ساتھ حکم میں تراخی ہے کیونکہ ظاہر لفظ، اول کے ساتھ موصول ہے اور انفصال کے ساتھ عطف صحیح نہیں ہوتا ہے لہٰذا اولیٰ یہی ہے کہ تراخی صرف حکم میں ہو، حتی کہ جب کسی نے اپنی غیر مدخول بہا بیوی سے "انت طالق ثم طالق ان دخلت الدار" کہا تو امام صاحب کے نزدیک پہلی واقع ہو جائے گی اور بعد والی طلاقیں لغو ہو جائیں گی۔

جواب:- (ب) الکامل فی التراخي کی وضاحت اور في الانشاءات کی قید کا فائدہ ملاحظہ کیجئے۔

الکامل فی التراخي کی وضاحت کرتے ہوئے شارح علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تراخی میں کامل درجہ یہی ہے کہ تکلم اور حکم دونوں میں تراخی ہو انشاء کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اندر یعنی معطوف معطوف علیہ سے تکلم میں بھی قدرے تاخیر سے ہو اور حکم میں بھی تاخیر ہو یہی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔

اور فــي الإنشــاء ات کی قید کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے اخبارات کو خارج کرنا مقصد ہے۔ (حاشیہ)

مطلب ملاحظہ فرمائیں۔

مصنف علیہ الرحمہ حروفِ عطف میں سے کلمۂ ثم کو بیان کرنا چاہتے ہیں چنانچہ فرمایا کہ کلمۂ ثم تراخی کے لئے آتا ہے یعنی معطوف کا وجود معطوف علیہ سے کچھ دیر کے بعد ہوتا ہے شارح علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ تراخی میں کامل درجہ یہی ہے کہ تکلم اور حکم دونوں میں تراخی ہو۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہی مذہب ہے۔

دلیل: یہ ہے کہ اگر تکلم میں وصل ہو اور حکم میں قدرے تاخیر ہو تو یہ انشائی کلام میں ممنوع ہے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ اس صورت میں معلول (حکم) علت سے مختلف ہو جاتا ہے یعنی اس صورت میں علت تو پائی جائے گی لیکن حکم اس وقت نہیں پایا جائے گا حالانکہ یہ بات ناجائز ہے پس ثابت ہو گیا کہ کلمۂ ثم حکم اور تکلم دونوں میں تراخی پر دلالت کرتا ہے۔

صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک کلمۂ ثم کے ذریعہ صرف حکم میں تراخی ہوتی ہے اور تکلم میں تراخی نہیں ہوتی بلکہ تکلم میں وصل ہوتا ہے یعنی معطوف علیہ اور معطوف دونوں کا تکلم تو ساتھ ساتھ ہوتا ہے لیکن معطوف کا حکم معطوف علیہ کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حکم سے قدرے توقف کے ساتھ ثابت ہوتا ہے۔

دلیل: ان حضرات کی یہ ہے کہ ان حضرات کا ظاہر لفظ پر عمل ہے کیونکہ بظاہر معطوف کا لفظ معطوف علیہ کے لفظ سے ملا ہوا ہوتا ہے اور قاعدہ مسلم ہے کہ انفصال کے ساتھ عطف صحیح نہیں ہوتا ہے پس ثابت ہو گیا کہ لفظ ثم کے ذریعہ صرف حکم میں تراخی ہوتی ہے اور تکلم میں تراخی نہیں ہوتی ہے۔

جواب:- (ج) امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین رحمہما اللہ کے اختلاف مع دلائل وثمرۂ اختلاف ملاحظہ فرمائیں۔

اختلاف مع دلائل مطلب کے تحت آچکا ہے۔

ثمرۂ اختلاف اس مثال میں ظاہر ہوگا کہ اگر کسی نے اپنی مدخول بہا بیوی سے "انت طالق ثم طالق ثم طالق إن دخلت الدار" کہا تو امام صاحب کے نزدیک پہلی طلاق واقع ہو جائے گی اور دوسری اور تیسری لغو ہو جائے گی کیونکہ امام صاحب کے نزدیک کلمۂ ثم تراخی فی التکلیم پر بھی دلالت کرتا ہے اس لئے اس کا یہ کلام ایسا ہوگا گویا اس نے "انت طالق" کہہ کر سکوت کیا پس یہ طلاق ہو گئی اور اس کے مابعد کے لئے محل باقی نہیں رہا کیونکہ عورت غیر مدخول بہا ہے لہٰذا بعد والی طلاقیں لغو ہو جائیں گی۔

اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگی مگر دخولِ دار کے وقت واقع ہوگی کیونکہ ان کے نزدیک ثم صرف تراخی فی الحکم کا فائدہ دیتا ہے لہٰذا تینوں طلاقیں دخول دار پر معلق ہوں گی اور پہلی طلاق پڑتے ہی عورت بوجہ غیر مدخول بہا ہونے کے بائنہ ہو جائے گی اب وہ عورت باقی طلاقوں کی محل ہی نہیں رہی لہٰذا باقی طلاقیں لغو ہو جائیں گی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نورالانوار س:۸۱ ،ص:۱۲۴

وَثُمَّ لِلتَّرَاخِي......يَقَعُ الْاَوَّلُ وَيَلْغُوْ مَابَعْدَهُ؛لِاَنَّ التَّرَاخِي لَمَّا كَانَ فِي التَّكَلُّمِ فَكَأَنَّهُ قَالَ:"اَنْتِ طَالِقٌ"وَسَكَتَ عَلىٰ هٰذَا الْقَدَرِ،فَوَقَعَ هٰذَا الطَّلَاقُ وَلَمْ يَبْقَ مَحَلًّا لِمَابَعْدَهُ؛لِاَنَّهَا غَيْرُ مَوْطُوْءَةٍ فَيَلْغُوْ وَهٰذَا إِذَا أَخَّرَ الشَّرْطَ وَلَوْ قَدَّمَ الشَّرْطَ بِأَنْ قَالَ: إِنْ دَخَلْتِ الدَّارِ فَأَنْتِ طَالِقٌ ثُمَّ طَالِقٌ تَعَلَّقَ الْاَوَّلُ بِهِ......وَوَقَعَ الثَّانِي وَلَغَا الثَّالِثُ.

(الف):اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔(ب):حرفِ عطف"ثـم"کے معنی موضوع لہٗ کی وضاحت کریں امام صاحب اور صاحبین کا اگر اختلاف ہوتو اس کو بیان کریں اور عبارت میں بیان کردہ مسئلہ کی روشنی میں حرفِ عطف "ثم" لانے کا فائدہ اور نتیجہ سمجھائیں۔(ج):تاخیرِ شرط اور تقدیم شرط کی صورت میں وقوع طلاق کی جو ترتیب عبارت میں ذکر کی گئی ہے اس کو اچھی طرح سمجھا کر لکھیں۔

جواب:-(الف) ترجمہ۔

اور"ثم" تراخی کے لئے ہے پہلی طلاق واقع ہوجائے گی اور بعد والی طلاقیں لغو ہوجائیں گی تراخی چونکہ تکلم میں ہوئی اس لئے گویا اس نے انتِ طالق کہا اور اسی مقدار پر سکوت کیا پس یہ طلاق واقع ہوگئی

اور اس کے مابعد کے لئے محل باقی نہیں رہا کیونکہ عورت غیر مدخول بہا ہے لہٰذا بعد والی طلاقیں لغو ہوجائیں گی اور یہ حکم اس وقت ہے جب شرط مؤخر ہو اور اگر شرط مقدم ہو اس طور پر کہ"ان دخلتِ الدار فانت الخ" کہے تو پہلی طلاق شرط پر معلق ہوجائے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

گی اور دوسری واقع ہوگی اور تیسری لغو ہو جائے گی۔

جواب:-(ب) حرفِ عطف "ثـــــم" کے معنی موضوع لہٗ کی وضاحت الخ ملاحظہ فرمائیں۔

حرفِ عطف "ثم" کے معنی موضوع لہٗ کی وضاحت اور امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف مع دلائل وضاحت کے ساتھ سوال نمبر:۸۰ میں گذر چکا ہے۔

عبارت میں بیان کردہ مسئلہ کی روشنی میں حرفِ عطف "ثــم" لانے کا فائدہ اور نتیجہ ملاحظہ کیجئے۔

اس کی وضاحت بھی سوال نمبر:۸۰ میں امام صاحب کے مذہب کے تحت آچکی ہے۔

جواب:-(ج) تاخیرِ شرط اور تقدیمِ شرط کی صورت میں وقوعِ طلاق کی جو ترتیب عبارت میں ذکر کی گئی ہے اس کو ملاحظہ کیجئے۔

تاخیرِ شرط: اگر کوئی شخص اپنی غیر مدخول بہا عورت سے "انت طالق ثم طـالـق ثـم طالق ان دخلت الدار" کہتا ہے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی طلاق واقع ہو جائے گی اور بعد والی طلاقیں لغو ہو جائیں گی کیونکہ امام صاحب کے نزدیک کلمہ "ثـــم" تراخی فی التکلم پر بھی دلالت کرتا ہے اس کا یہ کلام ایسا ہو گیا گویا اس نے "انـت طالق" کہہ کر سکوت کیا تو "أنـت طالق" کا شرط "إن دخـلـت الدار" کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہوگا۔ تو "انـت طالق" کے ذریعہ فوری طور سے طلاق واقع ہو جائے گی اور عورت چونکہ غیر مدخول بہا ہے لہٰذا بعد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

والی طلاقیں لغو ہو جائیں گی۔

تقدیم شرط: اور اگر شرط کو مقدم کیا اور یہ کہا "ان دخلت الدار فانت طالق الخ" تو اس صورت میں حضرت امام صاحب کے نزدیک طلاق اول شرط پر معلق ہوگی اور طلاقِ ثانی فوراً واقع ہو جائے گی اور طلاقِ ثالث لغو ہو جائے گی۔

❀❀❀

نور الانوار س: ۸۲ / ص: ۱۲۶

وَلٰكِنَّ لِلْاِسْتِدْرَاكِ بَعْدَ النَّفْيِ غَيْرَ أَنَّ الْعَطْفَ إِنَّمَا يَصِحُّ عِنْدَ اتِّسَاقِ الْكَلَامِ وَإِلَّا فَهُوَ مُسْتَأْنِفٌ كَالْأَمَةِ إِذَا تَزَوَّجَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ مَوْلَاهَا بِمِائَةِ دِرْهَمٍ فَقَالَ لَا أُجِيْزُ النِّكَاحَ وَلٰكِنْ أُجِيْزُهُ بِمِائَةٍ وَخَمْسِيْنَ دِرْهَمًا إِنْ هٰذَا فَسْخٌ لِلنِّكَاحِ وَجَعَلَ "لٰكِنْ" مُبْتَدَءًا لِأَنَّ هٰذَا نَفْيُ فِعْلٍ وَإِثْبَاتُهُ بِعَيْنِهِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): استدراک اور اتساق کلام ومستانف کی مراد متعین کرتے ہوئے مطلب تحریر کیجئے۔ (ج): اور بتایئے کہ لکن مخففہ اور مشددہ میں کیا فرق ہے؟ لکن کے ذریعہ عطف مفرد علی المفرد اور عطف جملہ علی الجملہ میں کیا فرق ہے؟ مذکورہ مثال اتساق کی ہے یا عدم اتساق کی؟ اگر آقا یوں کہے: "لا أجيز النكاح بمائة ولكن أجيزه بمائة وخمسين" تو کیا حکم ہے؟

جواب: - (الف) ترجمہ۔

اور لکن نفی کے بعد استدراک کے لئے آتا ہے مگر یہ کہ عطف اس وقت صحیح

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہوتا ہے جب کہ کلام مربوط ہو ورنہ کلام مستأنف ہوگا جیسے باندی جب اپنے مولی کی اجازت کے بغیر ایک سو درہم کے عوض نکاح کر لے پھر مولیٰ کہے "لا اجیز النکاح الخ" تو مولیٰ کا یہ قول فسخ نکاح ہوگا اور کلمہ "لکن" کو مبتداء کر دینے کا موجب ہوگا کیونکہ یہ ایک ہی فعل کی نفی اور بعینہ اس کا ثبوت ہے۔

جواب:-(ب) استدراک اور اتساق کلام اور مستانف کی مراد ملاحظہ فرمائیں۔

استدراک: سے مراد یہ ہے کہ کلامِ سابق سے جو وہم پیدا ہوتا ہے اس کو دور کرنے کے لئے آتا ہے۔

اتساقِ کلام: سے مراد یہ ہے کہ کلمۂ "لکن" کلامِ سابق سے ملا ہوا ہو۔

مستأنف: سے مراد یہ ہے کہ فعل کی نفی اور اس کا اثبات بعینہ نہ ہو بلکہ نفی ایک شئ کی طرف راجع ہو اور اثبات دوسری شئ کی طرف اور اگر دونوں شرطوں میں سے ایک شرط مفقود ہو جائے تو اس وقت کلام مستأنف و مبتداء ہوگا۔

عبارت کا مطلب ملاحظہ کیجئے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حروفِ عاطفہ میں سے ایک "لکن" ہے اور کلمۂ "لکن" النفی کے بعد استدراک کے لئے آتا ہے یعنی کلامِ سابق سے جو وہم پیدا ہوتا ہے اس کو دور کرنے کے لئے کلمۂ "لکن" کا استعمال ہوتا ہے اور کلمہ "لکن" کے ذریعہ عطف اس صورت میں درست ہوگا جبکہ کلام موصول ہو اور مربوط ہو یعنی کلمۂ "لکن" کلامِ سابق سے ملا ہوا ہو اور "لکن" کا مابعد اس کے ماقبل کے منافی نہ ہو یعنی جس کی نفی کی گئی ہو بعینہ اس کا اثبات نہ ہو بلکہ نفی ایک شئ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کی طرف راجع ہو اور اثبات دوسری شئی کی طرف راجع ہو اور اگر دونوں شرطوں میں سے کوئی ایک شرط مفقود ہو گئی تو اس صورت میں کلمۂ "لکن" کا مابعد والا کلام معطوف نہ ہوگا بلکہ یہ کلام مستأنف اور مستقل ہوگا ماقبل سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو گا۔ جیسے باندی جب اپنے مولیٰ کی اجازت کے بغیر ایک سو درہم کے عوض نکاح کرے پھر مولیٰ کہے " لااجیز النکاح ولکن اجیزہ بمائۃ وخمسین درھما" تو مولیٰ کا یہ قول فسخِ نکاح ہوگا اور کلمہ "لکن" کو مبتداء کر دینے کا موجب ہوگا کیونکہ یہ ایک ہی فعل کی نفی اور بعینہٖ اس کا اثبات ہے۔

جواب:-(ج) لٰکن، مخففہ اور مشددہ میں کیا فرق ہے؟ ملاحظہ کیجئے۔

شارح رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کلمۂ "لٰکن" اگر مخففہ ہو تو یہ عاطفہ ہوگا اور اگر مشدّد ہو تو یہ حرفِ مشبہ بالفعل میں سے ہوگا دونوں کے درمیان یہی فرق ہے۔

"لکن" کے ذریعہ عطفِ مفرد علی المفرد اور عطفِ جملہ علی الجملہ میں کیا فرق ہے؟ ملاحظہ کیجئے۔

شارح علیہ الرحمہ نے فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "لکن" کے ذریعہ عطفِ مفرد علی المفرد ہو تو اس میں شرط یہ ہے کہ اس کا وقوع نفی کے بعد ہو اور اگر عطفِ جملہ علی الجملہ ہو تو وہ نفی اور اثبات دونوں کے بعد واقع ہو سکتا ہے۔

مذکورہ مثال اتساق کی ہے یا عدمِ اتساق کی؟

مذکورہ مثال عدمِ اتساق کی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اگر آقا یوں کہ لا اجیز النکاح بمائۃ و لکن اجیزہ بمائۃ و خمسین تو کیا حکم ہے؟

اگر آقا یوں کہے "لا اجیز النکاح بمائۃ و لکن الخ" تو یہ قول بعینہ اتساق کی مثال ہوگا اور "لکن" عطف کے لئے ہوگا پس اس صورت میں اصلِ نکاح باقی رہ جائے گا۔

❁❁❁

نور الانوار س: ۱۳۸۳ ص: ۱۳۳

وَ حَتّٰی لِلْغَایَةِ وَ تُسْتَعْمَلُ لِلْعَطْفِ مَعَ قِیَامِ مَعْنَی الْغَایَةِ کَقَوْلِهِمْ اسْتَنَّتِ الْفِصَالُ حَتّٰی الْقُرْعٰی.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔(ب)عبارت کا مطلب تحریر کیجئے۔(ج) مثال میں فصال اور قرعہ کی تشریح کرنے کے بعد اس کو قاعدہ پر منطبق کیجئے۔

جواب:-(الف)ترجمہ۔

اور حتی غایت کے لئے آتا ہے اور غایت کے معنی کے قیام کے ساتھ عطف کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔جیسا کہ عربوں کا یہ قول "استنت الفصال حتی القرعی" اونٹ کے طاقتور بچوں نے جست لگائی یہاں تک کہ کمزور بچوں نے بھی۔

جواب:-(ب)عبارت کا مطلب ملاحظہ فرمائیں۔

مصنف علیہ الرحمہ مذکورہ عبارت میں لفظ حتی کے استعمال کو بیان کرنا چاہتے ہیں فرمایا کہ کلمۂ حتی غایت کے لئے آتا ہے اور کلمۂ حتی کا غایت کے لئے ہونا یہ اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے حقیقی معنی ہیں اس طور پر کہ حتی کا مابعد اس کے ماقبل کا جز ہوتا ہے۔
فرماتے ہیں کہ لفظ حتی غایت کے ساتھ ساتھ عطف کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے مگر یہ استعمال مجاز ہوگا۔ غیت کے معنی کے ساتھ ساتھ عطف کے لئے ہونے کی مثال عربوں کا یہ قول ہے کہ ”استنت الفصال حتی القرعی“ اونٹ کے طاقتور بچوں نے بے تحاشا جست لگائی یہاں تک کے کمزور بچوں نے بھی۔ اس مثال میں فصال، فصیل کی جمع ہے جس کے معنی ہے اونٹ کے بچے اور قرعی، قریع کی جمع ہے جس کے معنی اس بچے کے ہیں جس کا چمڑا بیماری کی وجہ سے سفید ہو گیا ہو۔ اس مذکورہ مثال میں ”القرعی“ ”الفصال“ پر معطوف ہے اور غایت کے معنی بھی موجود ہیں کیونکہ قرعی، فصال کے مقابلہ میں کم از کم رتبہ کا ہے اس سے کودنے پھاندنے کی امید نہیں کی جاتی ہے۔

جواب:- (ج) مثال میں قرعی اور فصال وغیرہ کی تفصیل مطلب کے تحت آچکی ہے ملاحظہ فرمالیں۔

❀❀❀

نور الانوار ص: ۸۴ / ص: ۱۳۴

وَعَلٰی هٰذَا مَسَائِلُ الزِّيَادَاتِ أَيْ عَلٰی هٰذِهِ الْقَوَاعِدِ الثَّلٰثَةِ، الْأَمْثِلَةُ الْمَذْكُورَةُ فِي الزِّيَادَاتِ كَإِنْ لَمْ أَضْرِبُكَ حَتّٰی تَصِيْحُ فَعَبْدِيْ حُرٌّ وَإِنْ لَمْ آتِكَ حَتّٰی تُغَدِّيْنِيْ فَعَبْدِيْ حُرٌّ وَإِنْ لَمْ آتِكَ حَتّٰی أَتَغَدّٰى عِنْدَكَ فَعَبْدِيْ حُرٌّ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب): قواعد ثلاثہ کی توضیح کیجئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حسب بیان شارح تینوں مثالوں کی تشریح کرتے ہوئے مثالوں کو قواعد پر منطبق کیجئے۔ (ج): نیز بتائیے کہ کونسی مثال کس قاعدے کی ہے؟

جواب :- (الف) ترجمہ۔

اور اسی کے مطابق زیادات کے مسائل ہیں یعنی انہیں قواعدِ ثلاثہ کے مطابق وہ مثالیں ہیں جو زیادات میں مذکور ہیں، جیسے: اگر میں تجھے نہ ماروں یہاں تک کہ تو چیخ مارے تو میرا غلام آزاد ہے اور اگر میں تیرے پاس نہ آسکوں تا کہ تو مجھ کو صبح کا کھانا کھلا دے تو میرا غلام آزاد ہے، اور اگر میں تیرے پاس نہ آیا پھر تیرے پاس تغدی نہ کی تو میرا غلام آزاد ہے۔

جواب :- (ب): قواعدِ ثلاثہ کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

قواعدِ ثلاثہ:

(۱) کلمہ "حتی" "الیٰ" کی طرح غایت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

(۲) کلمہ "حتی" غایت کے معنی کے قیام کے ساتھ عطف کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

(۳) اور کلمہ "حتی" "لامِ کئی" کے معنی میں مجازات کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

تینوں قواعد کی مثالیں مندرجہ ذیل تشریح کے ضمن میں آرہی ہیں۔

حسبِ بیان شارح تینوں مثالوں کی تشریح ملاحظہ کیجئے۔

پہلی مثال: مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اگر کسی نے کسی کو مخاطب کر کے یہ کہا "إن لم أضربك حتى تصيح فعبدي حر" اگر میں تجھے نہ ماروں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یہاں تک تو چیخ مارے تو میرغلام آزاد ہے شارح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ اس حتی کی مثال ہے جو "الی" کے معنی میں ہے کیونکہ مخاطب کو مارنا ایسا امر ہے جو چیخنے تک ممتد ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے اور چیخنا اس بات کی صلاحیت رکھتا ہے کہ وہ ضرب کے لئے منتہی ہو جائے۔ رحمت کے جوش مارنے کی وجہ سے یا کسی سے خوف کی بنا پر پس اگر حالف چیخنے سے پہلے مارنا ترک کردے یا بالکل نہ مارے تو وہ حانث ہو جائے گا۔

<u>دوسری مثال</u>: مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا اگر کسی نے کسی کو مخاطب کر کے یہ کہا "ان لم آتک حتی تغدینی فعبدی حر" اگر میں تیرے پاس نہ آیا تاکہ تو مجھ کو صبح کا کھانا کھلائے تو میرا غلام آزاد ہے۔

شارح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ مجازات کی مثال ہے اس لئے کہ اتیان اگر چہ حدوثِ امثال کی وجہ سے امتداد کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن تغدیہ (کھانا کھلانا) اس بات کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ وہ اتیان کے لئے منتہی ہو کیونکہ تغدیہ ایک احسان ہے جو اتیان کی زیادتی کا داعی اور باعث ہے پس وہ منتہی نہ ہوگا لہٰذا "حتی" کو غایت پر محمول کرنا بھی درست نہ ہوگا بلکہ وہ "لام کئی" کے معنی میں ہو جائے گا یعنی اگر میں تیرے پاس نہ آؤں تاکہ تو مجھے صبح کا کھانا کھلائے پس اگر متکلم مخاطب کے پاس آ گیا اور مخاطب نے متکلم کو کھانا نہیں کھلایا تو متکلم حانث نہ ہوگا اس لئے کہ متکلم، مخاطب کے پاس تغدیہ کے لئے آیا اور تغدیہ مخاطب کا فعل ہے متکلم کو اس میں کوئی اختیار نہیں ہے۔

<u>تیسری مثال</u>: مصنف علیہ الرحمہ نے تیسری مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ کسی نے کسی کو مخاطب کر کے یہ کہا "ان لم آتک حتی اتغدی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عندک فعبدی حر " اگر میں تیرے پاس نہ آیا پھر تیرے پاس تغدی نہ کی تو میرا غلام آزاد ہے۔ تو یہ عطفِ محض کی مثال ہوگی یعنی اس مثال میں کلمہ "حتی" عطف محض کے لئے ہوگا اس لئے کہ اس مثال میں تغدیہ متکلم کا فعل ہے جیسا کہ اتیان اور انسان عادۃً خود اپنی ذات کو جزا نہیں دیتا ہے پس یہ بات متعین ہوگئی کہ کلمہ "حتی" کو عطف کے لئے مستعار لیا گیا ہے اور کہا گیا "ان لم آتک الخ" پس اگر مخاطب کے پاس نہ آیا یا اس کے پاس آیا اور کھانا نہیں کھایا اس کے پاس آیا اور آنے کے بعد دیر سے کھانا کھایا تو حانث ہو جائے گا۔

جواب:- (ج) نیز بتایئے کہ کون سی مثال کس قاعدہ کی ہے؟

یہ بات مطلب کے تحت گذر چکی ہے۔

❁❁❁

نور الانوار س: ۸۵/ص: ۱۳۶

وَلَوْ قَالَ إِنْ خَرَجْتِ مِنَ الدَّارِ إِلَّا بِإِذْنِي يُشْتَرَطُ تَكْرَارُ الْإِذْنِ لِكُلِّ خُرُوْجٍ بِخِلَافِ قَوْلِهِ إِلَّا أَنْ آذَنَ لَكَ أَيْ يَقُوْلَ إِنْ خَرَجْتِ مِنَ الدَّارِ إِلَّا أَنْ آذَنَ لَكَ فَأَنْتِ طَالِقٌ فَإِنَّهُ لَا يُشْتَرَطُ تَكْرَارُ الْإِذْنِ فِيْهِ لِكُلِّ خُرُوْجٍ بَلْ إِذَا وُجِدَ الْإِذْنُ مَرَّةً يَكْفِيْ لِعَدَمِ الْحِنْثِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب) حرف باء کے حقیقی اور مجازی معنی بیان کرتے ہوئے دونوں مسئلوں کی تشریح اور دونوں میں فرق کی دلیل تحریر کریں۔ (ج) نیز بتایئے کہ پہلے مسئلہ میں یمین فور کا قرینہ ہو تو کیا حکم ہے؟ اور دوسرے مسئلہ میں لفظ "إلا" کو استثناء کے لئے لینا درست ہے یا نہیں؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب:- (الف) ترجمہ۔

اور اگر کسی نے کہا کہ اگر تو گھر سے نکلی مگر میری اجازت سے تو ہر خروج کے لئے اذن کا تکرار شرط ہوگا اس کے برخلاف اگر اس نے کہا مگر یہ کہ میں تجھے اجازت دوں یعنی یہ کہا کہ اگر تو گھر سے نکلی مگر یہ کہ میں تجھ کو اجازت دوں تو تجھ پر طلاق ہے کیونکہ اس میں متکلم خروج کے لئے تکرار اذن کو شرط قرار نہیں دیتا ہے بلکہ جب اذن ایک دفعہ پایا گیا تو حانث نہ ہونے کے لئے کافی ہوگا۔

جواب:- (ب) حرف باء کے حقیقی ومجازی معنی، دونوں مسئلوں کی تشریح اور دونوں میں فرق کی دلیل ملاحظہ کیجئے۔

شارح علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ الصاق کلمۂ باء کے حقیقی معنی ہیں اور اس کے علاوہ جس قدر معانی ہیں وہ سب مجازی ہیں مثلاً باء کا استعانت کے لئے ہونا، تعلیل کے لئے ہونا، قسم کے لئے ہونا، تعدیہ کے لئے ہونا، مقابلہ کے لئے ہونا وغیرہ۔

دونوں مسئلوں کی تشریح ملاحظہ کیجئے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے الصاق کے معنی پر تفریع کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو مخاطب کر کے یوں کہا "إن خرجت من الدار إلا بإذني فأنت طالق" اگر تو بغیر میری اجازت کے گھر سے نکلی تو تجھ کو طلاق، پس اس عورت کے واسطہ ہر بار نکلنے کے لئے شوہر سے اجازت لینا ضروری ہوگا۔

اس کے برخلاف اگر کسی شخص نے "إن خرجت من الدار إلا ان آذن لک فأنت طالق" کہا یعنی اگر تو گھر سے نکلی مگر یہ کہ میں تجھ کو اجازت دوں، تو تجھ کو طلاق اس صورت میں ہر خروج کے لئے تکرار اذن شرط نہیں ہے بلکہ حانث

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نہ ہونے کے لئے ایک مرتبہ اذن کا پایا جانا کافی ہے یعنی اگر عورت ایک بار اجازت لے کر نکلی اور پھر اس کے بعد بغیر اجازت کے نکلی تو اس پر طلاق واقع نہ ہوگی۔

دونوں مسئلوں میں فرق کی دلیل ملاحظہ فرمائیں۔

پہلے مسئلہ کی دلیل یہ ہے کہ "بـإذني" میں حرف باء الصاق کے لئے لہٰذا اس کلام کا مطلب یہ ہوگا "إن خرجت من الدار فأنت طالق إلا خروجا ملصقا بإذني" اگر تو گھر سے نکلی تو تجھ پر طلاق ہے مگر ایسا نکلنا جو میری اجازت کے ساتھ ملصق ہو۔

دوسرے مسئلہ کی دلیل یہ ہے کہ اس صورت میں "بـاء" جس کی وجہ سے ہر خروج کا اذن کے ساتھ ملصق ہونا لازم آتا ہے وہ موجود نہیں ہے۔

جواب:- (ج) نیز دوسرے مسئلہ میں لفظ إلا کو استثناء کے لئے لینا درست ہے یا نہیں؟

دوسرے مسئلہ میں لفظ إلا کو استثناء کے لئے لینا درست نہیں ہے اس لئے کہ مستثنیٰ کا مستثنیٰ منہ کے ہم جنس ہونا ضروری ہے حالانکہ یہاں اذن جس کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے مستثنیٰ منہ یعنی خروج کے ہم جنس نہیں ہے پس جب یہاں مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ کے ہم جنس نہیں ہے تو إلا کو استثناء کے لئے لینا درست نہیں ہے۔

❀❀❀

نور الانوار س: ۱۴۲۰/ ۸۶، ص: ۱۴۲

وَ غَيْرُ يُسْتَعْمَلُ صِفَةً لِلنَّكِرَةِ وَ يُسْتَعْمَلُ اسْتِثْنَاءً كَقَوْلِهٖ "لَهٗ عَلَيَّ دِرْهَمٌ غَيْرُ دَانِقٍ" بِالرَّفْعِ فَيَلْزَمُ دِرْهَمٌ تَامٌّ وَ لَوْ قَالَ بِالنَّصْبِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

كَانَ اسْتِثْنَاءً فَيَلْزَمُ دِرْهَمٌ إِلَّا دَانِقًا وَ سِوىٰ مِثْلُ غَيْرٍ فِي كَوْنِهِ صِفَةً وَ اسْتِثْنَاءً وَ هُوَ ظَرْفٌ فِي الْحَقِيقَةِ لٰكِنْ لَمَّا كَانَ إِعْرَابُهُ تَقْدِيرِيًّا يُحَالُ عَلَى النِّيَّةِ وَلَعَلَّ الْقَاضِيْ لَا يُصَدِّقُهُ فِي صُوْرَةِ التَّخْفِيْفِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ اور مطلب بیان کرتے ہوئے بتائیے کہ لفظ غیر کے دونوں استعمالوں میں کیا فرق ہے؟ دانق کیا ہے؟ رفع اور نصب کی وجہ سے کیا فرق ہوا اور کیوں؟ (ب) غیر اور سوای میں کیا فرق ہے؟ و لعل القاضی الخ سے شارح کیا کہنا چاہتے ہیں؟

جواب: الف: ترجمہ۔

اور لفظ غیر نکرہ کی صفت کے طور پر مستعمل ہوتا ہے اور استثناء کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسے اس کا قول "له علي درهم غير دانق" رفع کے ساتھ، پس اس پر پورا ایک درہم لازم ہوگا اور اگر نصب کے ساتھ کہا گیا تو وہ استثناء کے طور پر ہوگا اور اس پر ایک دانق کے علاوہ ایک درہم لازم ہوگا اور لفظ سوی صفت اور استثناء ہونے میں لفظ غیر کا مثل ہے اور حقیقت میں ظرف ہے لیکن چونکہ اسکا اعراب تقدیری ہے اس لئے اس کو نیت پر محمول کیا جاتا ہے اور ممکن ہے کہ قاضی تخفیف کی صورت میں اس کی تصدیق نہ کرے۔

جواب: -(ب) مطلب ملاحظہ کیجئے۔

مصنف علیہ الرحمہ مذکورہ عبارت میں لفظ غیر کے استعمال کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ لفظ غیر نکرہ کی صفت ہو کر بھی استعمال ہوتا ہے اور استثناء کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے لیکن پہلا استعمال اصل ہے اور دوسرا استعمال تابع ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

، جیسے ایک شخص نے کہا"لـه درهـم غير دانق" اور لفظ غیر کو مرفوع پڑھا تو اس صورت میں مقر پر پورا ایک درہم لازم ہوگا کیونکہ لفظ غیر اس وقت درہم کی صفت ہوگا لہٰذا معنی ہوں گے اس کا مجھ پر ایک درہم ہے جو دانق کا غیر ہے پس اس سے کوئی چیز مستثنیٰ نہ ہوگی بلکہ اس پر پورا ایک درہم لازم ہوگا اور اگر مقر نے لفظ غیر کا زبر پڑھا تو اس صورت میں لفظ غیر استثناء کے طور پر استعمال ہوگا اور اس پر ایک دانق کے علاوہ ایک درہم لازم ہوگا۔ آگے مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ لفظ سوی صفت اور استثناء ہونے میں غیر کا مثل ہے اور حقیقت یہ ہے کہ لفظ سوی ظرف ہے لیکن چونکہ اس کا اعراب تقدیری ہے اس لئے اس کو نیت پر محمول کیا جائے گا۔

لفظ غیر کے دونوں استعمال میں کیا فرق ہے؟

یہ بات مطلب کے تحت گذر چکی ہے۔

دانق کیا ہے؟

درہم کے چھٹے حصہ کو دانق کہتے ہیں۔

رفع اور نصب کی وجہ سے کیا فرق ہوا اور کیوں؟

یہ بات بھی تفصیل کے ساتھ مطلب کے تحت آ چکی ہے۔

جواب:- (ج) غیر اور سوی میں کیا فرق ہے؟

اس کا جواب بھی مطلب کے تحت آ چکا ہے۔

ولعل القاضی الخ سے شارح علیہ الرحمہ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

شارح علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ بھی ممکن ہے کہ قاضی تخفیف کی صورت میں اس کی تصدیق نہ کریعنی اگر اس نے کہا کہ میں نے نصب کے ساتھ پڑھا ہے اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

استثناء کا ارادہ کیا ہے تو اس کے متہم ہونے کی وجہ سے قاضی اس کی تصدیق نہ کرے اور یہ کہہ کر رد کر دے کہ اس نے محض فائدہ کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔

❀❀❀

نور الانوار رس:۸۷/ص:۱۴۳

وَ إِذَا عِنْدَ نُحَاةِ الْكُوْفَةِ تَصْلُحُ لِلْوَقْتِ وَ الشَّرْطِ عَلَى السَّوَاءِ فَيُجَازٰى بِهَا مَرَّةً وَلَا يُجَازٰى بِهَا أُخْرٰى أَنَّهَا مُشْتَرَكَةٌ بَيْنَ الظَّرْفِ وَ الشَّرْطِ فَتُسْتَعْمَلُ تَارَةً عَلٰى اسْتِعْمَالِ كَلِمِ الْمُجَازَاةِ مِنْ جَعْلِ الْأَوَّلِ سَبَباً وَ الثَّانِيْ مُسَبَّباً ،وَ مِنْ جَزْمِ الْمُضَارِعِ بَعْدَهَا وَ دُخُوْلِ الْفَاءِ فِيْ جَزَائِهَا ،وَ تَارَةً عَلٰى اسْتِعْمَالِ كَلِمَاتِ الظُّرُوْفِ مِنْ غَيْرِ جَزْمٍ وَ دُخُوْلِ فَاءٍ فِيْمَا بَعْدَهَا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔ (ب) عبارت کی تشریح کیجیے۔

جواب:- (الف) ترجمہ۔

اور کلمہ ''إذا'' نحات کوف کے نزدیک وقت اور شرط دونوں کی یکساں صلاحیت رکھتا ہے پس کلمہ ''إذا'' کی وجہ سے کبھی جزاء لائی جائے گی اور کبھی نہیں لائی جائے گی۔ یعنی کلمہ إذا ظرف اور شرط کے درمیان مشترک ہے لہٰذا کبھی وہ کلماتِ شرط کی طرح استعمال ہوتا ہے یعنی اول کو سبب اور ثانی کے مسبب قرار دیا جاتا ہے اور اس کے بعد مضارع کو جزم اور اس کی جزاء پر فاء داخل کیا جاتا ہے اور کبھی کلماتِ ظرف کی طرح استعمال ہوتا ہے یعنی اس کے بعد نہ مضارع پر جزم ہوگا اور نہ جزاء پر کلمۂ فاء داخل ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب:-(ب) عبارت کی تشریح ملاحظہ فرمائیں۔

ماتن علیہ الرحمہ مذکورہ عبارت میں کلمات شرط میں سے ایک کلمہ "إذا" کو بیان کرنا چاہتے ہیں لیکن اس کے بارے میں نحات کوفہ اور نحات بصرہ کے درمیان اختلاف ہے۔ چنانچہ مذکورہ عبارت میں نحات کوفہ کے مذہب کو بیان فرماتے ہیں کہ کلمہ إذا ظرف اور شرط کے درمیان مشترک ہے اس کا استعمال کبھی کلمات شرط کی طرح ہوتا ہے اور کبھی کلمات ظرف کی طرح استعمال ہوتا ہے۔ اگر کلمۂ إذا شرط کے لئے مستعمل ہو تو اس کے تین اثر ہوں گے، (۱) کلام کا پہلا حصہ سبب اور دوسرا حصہ مسبب ہوگا (۲) اذا کے بعد فعل مضارع مجزوم ہوگا (۳) اس کی جزاء پر فاء داخل ہوگا اور اگر ظرف اور وقت کے لئے مستعمل ہو تو کلام کا نہ کوئی حصہ سبب ہوگا اور نہ مسبب ہوگا اور نہ اس کے بعد فعل مضارع مجزوم ہوگا اور نہ اس کے بعد فاء جزائیہ داخل ہوگا۔

❀❀❀

نور الانوار ص:۱۸۸/ص:۱۴۹

وَ الْأَصْلُ فِيْ الْكَلَامِ الصَّرِيْحُ فَفِيْ الْكِنَايَةِ ضَرْبٌ قُصُوْرٌ، لِأَنَّهَا تَحْتَاجُ إِلَى النِّيَّةِ أَوْ دَلَالَةِ الْحَالِ بِخِلَافِ الصَّرِيْحِ وَ يَظْهَرُ هٰذَا التَّفَاوُتُ فِيْمَا يَنْدَرِءُ بِالشُّبْهَاتِ وَ هُوَ الْحُدُوْدُ وَ الْكَفَّارَاتُ فَإِنَّهَا لَا تَثْبُتُ بِالْكِنَايَةِ كَمَا إِذَا أَقَرَّ عَلٰى نَفْسِهِ بِأَنِّيْ جَامَعْتُ فُلَانًا جِمَاعًا حَرَامًا لَا يَجِبُ عَلَيْهِ حَدُّ الزِّنَا، وَ كَذَا إِذَا قَالَ لِأَحَدٍ جَامَعْتُ فُلَانَةً لَا يَجِبُ عَلَيْهِ حَدُّ الْقَذْفِ مَالَمْ يَقُلْ نَكَحْتَهَا أَوْ زَنَيْتَ بِهَا، وَ كَذَا إِذَا قَالَ لِآخَرَ زَنَيْتَ فَقَالَ صَدَقْتَ لَا يُحَدُّ حَدَّ الزِّنَا، لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُوْنَ مَعْنَاهُ صَدَقْتَ قَبْلَ ذٰلِكَ فَلَمْ كَذَبْتَ الْآنَ بِخِلَافِ مَا إِذَا قَذَفَ رَجُلًا بِالزِّنَا فَقَالَ الْآخَرُ هُوَ كَمَا قُلْتَ يُحَدُّ هٰذَا الْمُصَدِّقُ حَدَّ الْقَذْفِ، لِأَنَّ كَافَ التَّشْبِيْهِ يُوْجِبُ الْعُمُوْمَ فِيْ جَمِيْعِ مَا وَصَفَ بِهِ فَبَطَلَ كَوْنُهُ كِنَايَةً.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب) مطلب تحریر کیجئے۔ (ج) نیز صریح و کنایہ کی تعریف مع مثال تحریر کیجئے۔

جواب:- (الف) ترجمہ۔

اور کلام میں اصل صریح ہے کیونکہ کنایہ میں کسی قدر قصور ہے اس لئے کہ کنایہ صریح کے برعکس نیت یا دلالت حال کی طرف محتاج ہوتا ہے اور یہ فرق ان چیزوں میں ظاہر ہوتا ہے جو شبہات سے دور کردی جاتی ہیں اور وہ حدود و کفارات ہیں اس لئے کہ وہ کنایات سے ثابت نہیں ہوتے، جیسا کہ جب کسی شخص نے اپنی ذات پر اقرار کیا کہ میں نے فلاں عورت سے حرام طریقہ پر جماع کیا ہے تو اس پر حد زنا واجب نہ ہوگی اور اسی طرح جب کسی سے کہا تو نے فلاں عورت سے جماع کیا ہے تو اس پر حد قذف واجب نہ ہوگی جب تک کہ یہ نہ کہے تو نے اس سے بدکاری کی یا تو نے اس سے زنا کیا اور اسی طرح جب ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو نے زنا کیا ہے اس نے جواب میں کہا کہ تو نے سچ کہا تو حد زنا نہیں لگائی جائے گی کیونکہ اس کا قول یہ احتمال رکھتا ہے کہ اس کے معنی ہیں تو نے اس سے پہلے سچ کہا تھا پھر اس وقت کیوں جھوٹ بولا اس کے برخلاف جب کوئی شخص کسی مرد پر زنا کی تہمت لگائے پھر کوئی تیسرا کہے وہ ایسا ہی ہے جیسا تو نے کہا تو اس مصدق پر حد قذف جاری کی جائے گی اس لئے کہ کاف تشبیہ ان تمام چیزوں میں عموم واجب کرتا ہے جو اس کے ساتھ متصف ہوتی ہیں لہٰذا اس کا کنایہ ہونا باطل ہو گیا۔

جواب:- (ب) عبارت کا مطلب ملاحظہ کیجئے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے مذکورہ عبارت میں یہ بیان کیا ہے کہ کلام میں اصل تو صریح ہوتا ہے اور کنایہ خلاف اصل ہوتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ کنایہ کی صورت میں مقصود کلام یعنی افہام میں ایک گونہ قصور ہوتا ہے کیونکہ کنایہ مقصود کلام کو ثابت کرنے میں نیت یا دلالتِ حال کا محتاج ہوتا ہے اور صریح ان چیزوں کا محتاج نہیں ہوتا ہے۔ مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ صریح اور کنایہ کے درمیان فرق ان حدود و کفارات میں ظاہر ہو جائے گا جو شبہات کی وجہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے دور ہو جاتے ہیں اس طور پر کہ صریح کلام سے حدود کفارات ثابت ہو جاتے ہیں اور کنایہ سے یہ چیزیں ثابت نہیں ہوتی، مثلاً جب کسی شخص نے اپنی ذات پر اقرار کیا اور یہ کہا کہ اس نے فلاں عورت سے حرام طریقے پر جماع کیا ہے تو اس پر حدزنا واجب نہ ہوگی کیونکہ حدزنا واجب ہوتی ہے زنا کا اقرار کرنے سے اور لفظ "جامعت" زنا کے معنی میں صریح نہیں ہے اور کنایہ سے حدزنا چونکہ ثابت نہیں ہوتی اس لئے لفظ "جامعت" کے ذریعہ اقرار کرنے سے حدزنا واجب نہ ہوگی اسی طرح اگر ایک شخص نے دوسرے کو مخاطب کر کے کہا "جامعت فلانۃ" تو نے فلاں اجنبی عورت سے جماع کیا ہے تو اس قائل پر حدِ قذف واجب نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ نکتھا یا زنیت بھا نہ کہے کیونکہ حدِ قذف زنا کی تہمت لگانے سے واجب ہوتی ہے اور لفظ جماع سابقہ احتمال کی وجہ سے زنا کے معنی میں صریح نہیں ہے بلکہ کنائی ہے لہٰذا اس لفظ کے ذریعہ تہمت لگانے سے حدِ قذف واجب نہ ہوگی اسی طرح اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کو مخاطب کر کے "زینت" کہا مخاطب نے کہا "صدقت" تو اس صورت میں بھی مخاطب پر حدِ زنا واجب نہ ہوگی کیونکہ لفظ صدقت میں جہاں یہ احتمال ہے کہ متکلم نے زینتَ سچ کہا تو اس کے ساتھ یہ بھی احتمال ہے کہ مخاطب نے متکلم سے یہ کہا ہو کہ تو اس سے پہلے بڑا سچ بولتا تھا لیکن اب تو جھوٹ بولنے لگا۔ اور اس صورت میں مخاطب کی طرف سے زنا کا اعتراف نہیں ہوگا بلکہ اس کی تردید ہوگی بہرحال اس صورت میں بھی چونکہ صریح لفظ سے زنا کا اقرار نہیں کیا گیا اس لئے حدِ زنا واجب نہ ہوگی ہاں اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر زنا کی تہمت لگائی پھر تیسرے شخص نے قاذف کی تصدیق کرتے ہوئے کہا "ھو کما قلت" وہ ایسا ہی ہے جیسا تو نے کہا تو اس صورت میں اس مصدق پر حدِ قذف جاری کی جائے گی کیونکہ "ھو کما قلت" کا کاف تشبیہ کے لئے ہے اور جب ایسا ہے تو اس کا کنایہ ہونا باطل ہو گیا اور صریح ہونا ثابت ہو گیا اور کلام صریح سے چونکہ حدِ قذف واجب ہو جاتی ہے اس لئے اس صورت میں بھی "ھو کما قلت" کہنے سے اس مصدق پر حدِ قذف واجب ہو جائے گی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ڈاک اور ٹرانسپورٹ سے کتابیں منگوانے کے لیے رابطہ کریں

مکتبہ صوت القرآن دیوبند
Maktaba Sautul Quran Deoband

9358911053, Ph. 01336-223460
website: www.deobandtoday.com/sautul-quran
E-mail: faizulhasanazmi@gmail.com

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551